# مقامِ ولایت و نبوّت

از قلم

شیخ الحدیث علّامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب

قادری کتب خانہ
تحصیل بازار، سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# مقامِ ولایت و نبوّت

از قلم

شیخ الحدیث علامہ مولانا غلام رسول سعیدی

جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور

الناشر

## قادری کتب خانہ

تحصیل بازار ـــــــ سیالکوٹ

نام کتاب ——— مقام ولایت و نبوت

مصنف ——— غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ

کاتب ——— مسعود احمد، حضرت کیلیانوالہ، ضلع گوجرانوالہ

مصحح ——— جناب عبداللہ بریلوی صاحب

طابع ——— کمبائن پرنٹرز لاہور

ناشر ——— قادری کتب خانہ سیالکوٹ

قیمت ———

# فہرست

# انتساب

میں اپنی اس تالیف کو اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالمجید صاحب اویسی کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو میرے سب سے پہلے استاذ ہیں جن کی بے پناہ شفقتوں سے میں علم دین کو کما حقہ حاصل کرنے کے قابل ہوا آج بھی جب ان کا بے انداز لطف و کرم یاد آتا ہے تو آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں۔

غلام رسول سعیدی

# عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ جس نے ہمیں مسلکِ حق اہلسنت وجماعت کی اشاعت کی توفیق بخشی۔ علماء کرام اور عوام اہلسنت وجماعت نے ادارہ کی سعی اور کوشش کو سراہا۔ کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ خرید کر معاونت فرمائی۔ امید واثق ہے کہ احباب اہلسنت اسی طرح تعاون فرماتے رہیں گے۔

زیر نظر کتاب "مقام ولایت ونبوت" دنیائے اہلسنت کی ممتاز شخصیت استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف ہے۔

علامہ سعیدی صاحب کا ادارہ ممنون ہے۔ جنہوں نے اس خدمت کے لیے ادارہ کو منتخب فرمایا۔ اِن شاء اللہ المولیٰ ادارہ علامہ سعیدی صاحب کی مزید کتب بھی اپنی روایت کے مطابق بہترین انداز میں شائع کرے گا۔

ادارہ برادر مکرم محمد عبد اللہ صاحب بریلوی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے۔ جنہوں نے کتاب کی کتابت اور تصیح کے سلسلہ میں ہر ممکن کوشش فرمائی۔ تاہم اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین کرام سے التماس ہے۔ کہ ادارہ کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کی جا سکے۔

فقیر

ابوالحامد محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہ

قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ۔

# تقدیم

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے مقامات میں بہت سی چیزیں آتی ہیں۔ لیکن تمام مقامات اور کمالات صرف دو چیزوں کے گرد گھومتے ہیں اور وہ ہیں علم اور قدرت یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ذاتی علم کی نفی کرائی ہے اور فرمایا:

قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِی خزائن اللّٰہ و لا اعلم الغیب (انعام: ۵۰)

آپ کہیئے کہ نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں۔

اسی طرح ذاتی قدرت کی بھی آپ سے نفی کرائی اور فرمایا:

قل لا املک لنفسی نفعاً و لا ضراً (اعراف: ۱۸۸)

مخالفین کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وصف عطائی تھا آپ کی ذات اور آپ کا وجود بھی عطائی تھا پھر بالخصوص علم اور قدرت کی بطور ذاتی نفی کرنے اور بلحاظ عطائی ثابت کرنے میں کیا خصوصیت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے جیسا امام رازی، علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ الوہیت کا مدار دو صفتوں پر ہے علم اور قدرت۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے علم ثابت نہ ہو تو وہ کچھ نہیں جان سکتا کہ اس کی مخلوق کیا کر رہی ہے اس کے احکام کی تعمیل میں مصروف ہے یا نافرمانی میں اور اگر علم ہو اور قدرت نہ ہو تو وہ نیکوکاروں کے ثواب اور بدکاروں کی گرفت پر قادر ہو گا اور نہ مخلوق سے اپنی اطاعت کرا سکے

گا اور اس طرح نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے ان میں کمال علمی دیکھا کہ وہ بتا دیتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو اور کیا گھر رکھ کر آئے ہو اور قدرت کا کمال دیکھا کہ انہوں نے مادر زاد اندھوں کو بینا کر دیا، کوڑھیوں کو شفا دے دی، مردے زندہ کر دیئے۔ تو ان میں علم اور قدرت کا یہ کمال دیکھ کر ان کی امت نے انہیں اللہ یا اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ علم دیا اور فرمایا،

وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما (نساء: ۱۱۳)

آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتلایا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔

نیز فرمایا:

قل رب زدنی علما (طٰہٰ: ۱۱۴) آپ دعا کیجئے کہ اے رب میرے علم میں زیادتی فرما

اس کے باوجود آپ سے خصوصاً علم کی نفی کرائی کیونکہ یہی وہ صفت ہے۔ جس سے الوہیت کا اشتباہ ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو صرف "کیا کھا کر اور کیا رکھ کر آئے ہو" یہ بتلایا تھا۔ آپ نے تو ماکان وما یکون کی خبریں دی ہیں۔ تمام اولین وآخرین کے واقعات بتلائے ہیں۔ قیامت تک کی پیش گوئیاں کی ہیں۔ ماں کے رحم سے لے کر باپ کی صلب تک ہر چیز کی خبر دی ہے۔ جنت اور دوزخ کے حالات بتلائے ہیں۔ علم کے اس وافر ذخیرہ کی بنا پر عین ممکن تھا کہ کوئی آپ کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے کہلوا دیا لا اعلم الغیب میں از خود کچھ نہیں جانتا تم مجھ میں یہ جس قدر علمی کمالات دیکھتے ہو۔ یہ سب خدا کے عطا کردہ ہیں۔ ان میں سے کوئی علم بھی ذاتی نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قوت اور قدرت عطا فرمائی،

ارشاد فرمایا:

انا اعطینٰک الکوثر (کوثر ۱)

"ہم نے آپ کو ہر قسم کی خیر کثیر عطا فرمائی۔"

نیز فرمایا:

ما نقموا الا ان اغناھم اللہ و رسولہ من فضلہ (توبہ ۷۴)

"ان منافقین کو نہ بُرا لگا مگر یہ کہ مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔"

نیز فرمایا:

انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ (احزاب ۳۷)

"(حضرت زید پر) اللہ نے انعام کیا اور آپ نے اس پر انعام کیا۔"

اور فرمایا:

انک لتھدی الی صراط مستقیم (شوریٰ : ۵۲)

"بلاشبہ آپ صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں۔"

اس کے باوجود آپ سے کہلوایا لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً کیونکہ قدرت کے چند مظاہر دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے انہیں خدا مان لیا تو آپ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیش از بیش قدرت کے مظاہر دکھلائے تھے آپ کے اشارے سے درخت جڑوں سمیت چلے آتے تھے، آپ کی توجہ سے جانور کلمہ پڑھ لیتے، آپ کا ہمزاد مسلمان ہوا۔ مردہ گوشت کے پارچے میں زندگی آئی اور اس نے آپ کے دہن اقدس میں کہا انی مسموم (مجھ میں زہر ملا ہوا ہے) جس پہاڑ پر آپ چڑھتے وہ فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتا۔ آپ نے اپنے لعابِ دہن سے کتنے بیماروں کو شفایاب کیا۔ آپ کی پھونک کے اثر سے بیمار تندرست ہو جاتے۔ آپ کی شفاعت سے بجانے کتنوں کی مغفرت ہو گی لیکن قدرت کے ان عظیم مظاہر دکھانے کے باوجود آپؐ نے یہی فرمایا۔ میں ان امور میں سے کسی امر پر از خود قدرت نہیں رکھتا مجھے تو اپنی جان پر بھی نفع یا نقصان کا ذاتی اختیار نہیں ہے تاکہ کسی مرحلہ پر امت آپؐ کی قدرت کے کمالات دیکھ کر آپ کے بارے میں

الوہیت کا شبہ نہ کرے۔

اس کے علاوہ آپ کی باقی صفات ایسی نہیں ہیں جن پر الوہیت کا شبہ ہو سکے مثلاً وجود پر کوئی الوہیت کا شبہ نہیں کر سکتا کہ یہ سب میں مشترک ہے۔ عبدیت اور رسالت میں بھی تمام بندے اور رسول آپ کے شریک ہیں۔ صداقت، سخاوت، شجاعت، عبادت، شہادت ان میں سے کوئی صفت بھی ایسی نہیں ہے جو عام لوگوں میں مشترک نہ ہو یا جس پر الوہیت کا شبہ پڑتا ہو اس کے باوجود آپ اپنی ہر صفت میں تمام لوگوں سے ممتاز ہیں عبد ہیں مگر ایسے عبد کہ جن کی عبدیت پر خدا ناز کرتا ہے۔ فلا و ربک۔ مما نزلنا علی عبدنا۔ اسری بعبدہ۔ رسول ہیں مگر ایسے رسول کہ تمام رسل ان کی رسالت کا صدقہ ہیں۔

صادق ہیں مگر ایسے صادق کہ جو بات کہی دیکھ کر کہی۔ حتیٰ کہ خدا کو بھی دیکھ کر کہا کائنات میں ان جیسا صادق کون ہے۔

سخی ایسے ہیں کہ ساری کائنات کو سخاوت کی ترغیب دینے والا خدا ان سے فرماتا ہے:

ولا تبسطھا کل البسط (اسرا، ۲۹) بہت زیادہ سخاوت نہ کیا کرو

عابد ایسے ہیں کہ انہیں معبود خود کہتا ہے:

قم الیل الا قلیلا (مزمل ۲) رات کو کم عبادت کیا کرو

شاہد ایسے ہیں کہ جس چیز کی شہادت دی دیکھ کر دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا۔ وہ شاہد بھی ہیں اور مشہود بھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شہادت بعد میں دی اس سے پہلے ارواح انبیاء کے گروہ میں خود خدا نے ان کی شہادت دی۔

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران، ۸۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے پر تم بھی گواہ ہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

جن کی مرضی اللہ کا قانون کہلائے۔ جن کی توجہ قبلہ بن جائے۔ جو کوثر و تسنیم کے مالک

ہیں جن کی حمد ان کا رب عظیم کرتا ہے۔ میدان محشر میں جن کی تمام انبیاء کو حاجت ہے۔ جن کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ جو ایک سجدہ کریں تو میدانِ محشر کا سارا نقشہ بدل جائے ان کے مقامات اور مجھ جیسے گناہ گار کا قلم یہ کیسے ممکن ہے۔ بس یہی سوچا کہ مقامات تو ان کے ان گنت ہیں لیکن علم اور قدرت ایسا کمال ہے جو کہ مظہر شانِ الوہیت ہے۔ جن کی اتنی اہمیت ہے کہ خدا نے سب کچھ دے کر بھی کہہ دیا کہ کہہ دو کہ یہ ہمارا نہیں ہے۔ علم اور قدرت بھی آپ کے اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے کمالات کی اصل ہے اس لیے آپ کے تمام کمالات کی گنتی کیا کیجئے۔ علم اور قدرت پر ہی بحث کر لیں جب علم اور قدرت میں آپ کا مقام آشکارا ہو گا۔ تو باقی تمام کمالات بھی روشن تر ہوتے چلے جائیں گے۔

توضیح البیان طبع اول ۱۹۶۹ء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر مکارم و فضائل کے علاوہ آپ کے علم اور قدرت پر بھی قدرے روشنی ڈالی تھی۔ بعض مخالفین نے ۱۹۸۱ء میں بارہ سال بعد اس کے رد میں "اتمام البرہان" نامی ایک کتابچہ لکھا جس میں سوقیانہ تحریر اور سب و شتم کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہم نے اس کتاب کو لائق التفات نہیں سمجھا کہ ایسی باتوں کا جواب نہیں ہوا کرتا۔ تاہم جزئیات میں الجھنے کی بجائے ہم نے علم اور قدرت سے متعلق ہر پہلو پر اصولی مباحث بیان کر دیئے ہیں۔ جن کو پڑھنے سے اتمام البرہان کی تمام جزئیات کا جواب واضح ہو جائے گا۔

اس کتاب کے پہلے حصہ میں ہم نے علم اور دوسرے حصہ میں قدرت سے بحث کی ہے اور علم اور قدرت سے متعلق جتنے گوشے اب تک مخفی تھے۔ وہ سب اجاگر کر دیئے ہیں ہم نے اس کتاب میں مناظرانہ انداز اختیار نہیں کیا بلکہ اہل علم اور اہل دل کے سامنے اس موضوع پر تحقیقی مواد پیش کر دیا ہے اور مخالفین کے مسلم اکابر کی عبارات سے بکثرت استدلال کیا ہے البتہ کہیں کہیں خصوصیت سے "اتمام البرہان" کی کسی جزوی الجھن کا بھی حل پیش کر دیا ہے۔

یہ کتاب در اصل اپنے موضوع پر ایک مستقل تصنیف ہے لیکن اتمام البرہان کے

مصنف کو بھی شکایت نہیں ہوگی۔ کیونکہ علم اور قدرت سے متعلق تمام مسائل پر ہم نے مفصل بحث کردی ہے اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بہت قلیل وقت میں بے حد مصروفیات کے باوجود ماہ رجب کے اواخر سے رمضان المبارک کے اوائل میں یہ کتاب۔ اختتام پذیر ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ اس کو مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لیے استقامت کا سبب بنائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ

۲ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

# علم

# اثبات الغیب

## علیٰ

# ازالۃ الریب

مُصنّفہ

شیخ الحدیث علامہ مُفتی غلام فرید صاحب رضوی

یہ کتاب دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مولوی سرفراز خاں صاحب صفدر گکھڑوی کی کتاب ازالۃ الریب کا جواب ہے۔ علامہ رضوی صاحب نے اس کتاب میں گکھڑوی صاحب کے دجل فریب تحریف اور خیانت کو عیاں اور اس کے دلائل کا مسکت جواب دیا ہے۔ دورِ حاضرہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کے موضوع پر اور دیوبندی وہابی اعتراضات کے شافی جوابات پر بے نظیر کتاب ہے۔

مولوی سرفراز خاں صاحب صفدر کی دیگر کتب کا جواب بھی لکھا گیا ہے۔ جو کہ ادارہ یکے بعد دیگرے جلد ہی قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

ادارہ

قادری کتب خانہ۔ تحصیل بازار سیالکوٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی تھے اور چونکہ نبی وہ ہوتا ہے جسے علم غیب حاصل ہو، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اظہار نبوت سے پہلے بھی غیب کا علم تھا۔ پھر نزول وحی کے بعد بتدریج آپ کے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ نزول وحی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ کا علم کلی مکمل ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر اساطین اسلام نے اپنی متعدد تصانیف میں علم ماکان و مایکون کا اطلاق کیا ہے۔ لیکن سخت حیرت ہے کہ بعض علماء دیوبند حضور کے علم پر علم کا اطلاق بھی جائز نہیں رکھتے۔

## حضور کے علم پر علم کا اطلاق :

چنانچہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں :

| | |
|---|---|
| ثم اعلم ان هذه الخمس | جان لو کہ یہ امور خمسہ[۱] جب کہ امور تکوینیہ |
| لما كانت من الامور التكوينيه | سے ہیں نہ کہ تشریعیہ سے تو اللہ تعالیٰ نے |
| دون التشريعية لم يظهر | انبیاء میں سے کسی پر ان امور خمسہ کو ظاہر نہیں |
| عليها احدا من انبيائه الا | فرمایا مگر جس قدر چاہا اور امور خمسہ کی چابیاں |
| بما شاء وجعل مفاتيحه | اپنے پاس رکھیں اور فرمایا غیب کی چابیاں |
| عنده فقال وعنده مفاتيح | اس کے پاس ہیں جن کو اس کے سوا کوئی |

[۱] پانچ چیزیں دو اکم - قیامت - بارش - کل کیا ہوگا - ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کون کہاں مرے گا۔

الغیب لا یعلمها الا هو لانهم
بعثوا للتشریع فالمناسب لهم
علوم التشریع دون التکوین
ثم المراد منه اصولها واما
علم الجزئیات فقد یعطی
منه الاولیاء رحمهم الله تعالیٰ
ایضًا۔ لان علم الجزئیات لیس
بعلم فی الحقیقة لکونها محطا
للتحولات والتغیرات ولان
علم جزئی لا یوصل الی علم
جزئی اٰخر فکانه لیس علمًا
انما العلم علم یوصل الی علم
جمیع افراد ذٰلك النوع ولیس ذٰلك
الا علم اصول الشیء۔ الا تری ان
الوفا من المصنوعات تجلب الینا
من دیار الاوربا ونحن نشاهدها
ونعلمها ولکن لا علم لنا باصول
لها فای علم حصلناه بتلك الجزئیات
ولکن العلم هو العلم الکلی یتمکن
به من علم الجزئیات من ذلك النوع
باسرها یطلع علی حقائقها والیه
اشار سبحانه بالمفاتح فانك اذا
اوتیت مفتاحًا علی فتح المغالیق

نہیں جانتا۔ پھر امور خمسہ سے مراد امور خمسہ کے
اصول ہیں۔ کیونکہ امور خمسہ کی جزئیات کا علم تو
اولیاء رحمہم اللہ کو بھی دیا جاتا ہے۔ اس
لیے کہ جزئیات کا علم حقیقت میں علم نہیں
ہوتا۔ کیونکہ وہ متغیر ہوتا رہتا ہے۔ دوسری
وجہ یہ ہے کہ ایک جزی کا علم دوسری جزی
تک نہیں پہنچاتا۔ پس گویا کہ وہ علم نہیں ہے
اور علم حقیقت میں اس کو کہتے ہیں جو اس
نوع کے جمیع افراد کے علم تک پہنچا دے۔
اور یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب
تک کسی شے کے اصول کا پتہ نہ چل جائے
کیا تم نہیں دیکھتے کہ یورپ سے ہزاروں
مصنوعات ہمارے پاس آتی ہیں ہم ان کو
دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں لیکن ہم کو ان کے
اصول کا علم نہیں ہوتا۔ تو ان جزئیات کے
جاننے سے ہم نے کونسا علم حاصل کیا لیکن
حقیقت میں علم۔ علم کلی کا نام ہے۔ جس
کا جاننے والا جزئیات کے علم سے اس
نوع کے تمام افراد اور حقائق کے علم پر
قادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مفاتح۔
(چابیاں) کے لفظ سے اسی بات کی طرف
اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ جب تم کو چابی دے
دی جائے گی۔ تو تم جب چاہو تمام تالوں کو کھولنے

کلها مما ادرت ولیس ھذا الشان الا شان العلم الکلی۔ فلم یعط احد الا جزئیات منتشرۃ اما العلم الذی کالمفتاح فھو عند ربک الذی لا تخفی علیہ خافیۃ" [1]

پر قادر ہو جاؤ گے اور یہ شان صرف علم کلی کی ہے۔ جس کسی شخص کو بھی جزئیات منتشرہ سے زائد علم نہیں دیا جاتا۔ رہا وہ علم جو بمنزلہ چابی کے ہے۔ پس وہ تمہارے رب کے پاس ہے۔ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

کاشمیری صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم کا اطلاق نہ کرنے کے سلسلہ میں جو دلائل قائم کیے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ علم وہ ہے جو منطقی اصطلاح میں کلی کا نسب اور موصل ہو۔ یعنی جب کسی چیز کے علم میں یہ صلاحیت ہو کہ اس کے علم سے اس نوع کے تمام افراد کا علم ہو جائے۔ تو وہ علم ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو انسان کا علم ہو تو وہ انسان کے ضمن میں انسان کے جتنے افراد ہیں مثلاً زید، عمرو، بکر ان سب کو جان لے گا۔ کیونکہ یہ سب انسان ہی ہیں۔ اس لیے کہ انسان ایک کلی ہے اور زید، عمرو، بکر سب اس نوع کے افراد اور جزئیات ہیں۔ بخلاف اس کے کہ کسی شخص کو زید کا علم ہو تو اس سے اس کو انسان کے تمام افراد تو کجا عمرو کا علم بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ واضح بات ہے کہ مثلاً زید کے علم سے عمرو کا علم نہیں ہو سکتا۔ کاشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو اگر اللہ تعالیٰ نے چند جزئیات مثلاً کسی کے مرنے جینے اور کل کیا ہوگا کا علم دیا ہے تو اس علم میں یہ صلاحیت نہیں کہ اس سے قیامت تک کے واقعات کا استخراج ہو سکے۔ اس لیے آپ کو جو کچھ بھی علم دیا گیا ہے۔ وہ حقیقت میں علم نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

بخلاف اللہ تعالیٰ کے علم کے کہ اس کا علم (العیاذ باللہ) کلی اور کاسب ہے وہ ایک جزی کے علم سے اس نوع کے تمام افراد اور حقائق کو جاننے پر قادر ہے۔ یعنی اللہ

[1] انور کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ء فیض الباری ج ۱ ص ۱۵۱۔

تعالیٰ کا علم بمنزلہ چابی ہے ۔ جب چاہا اس چابی سے معلومات کے تالوں کو کھول کر علم حاصل کر لیا۔

کاشمیری صاحب نے اس مقام پر دو غلطیاں کیں اوّلاً یہ کہ حضور سے علم کی نفی کی دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم کو کلی، کاسب اور بمنزلہ چابی کے قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے لیے بالقوۃ علم مانا اور بالفعل اللہ تعالیٰ سے بھی علم کی نفی کر دی۔

ثالثًا یہ کہ علم کی یہ تعریف کہ وہ کاسب ہو کسی اہل علم سے منقول نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو معاملہ الٹ ہے کیونکہ جب کسی کو کسی چیز کا علم حاصل کرنا ہوتا ہے تو اس کے مقدمات کو ذہن میں ترتیب دیتا ہے اور وہ مقدمات ذہنیہ اسی چیز کے علم کے لیے کاسب قرار پاتے ہیں۔

علاوہ ازیں کاسب کی صرف دو قسمیں ہیں قول شارح اور حجت اور کسی نے بھی ان پر علم کا اطلاق نہیں کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے علم پر کاسب یا موصل کا اطلاق کرنا خواہ وہ قول شارح ہو یا حجت ایک ایسی جرأت ہے۔ جس سے قلب مومن لرز جاتا ہے۔

باقی رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم کے اطلاق کا ثبوت تو وہ اجلی بدیہات میں سے ہے قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ کا عظیم ذخیرہ ان اطلاقات سے پُر ہے ۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب علم ہونے پر کسی مسلمان کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے ۔

## تدریجی علم :

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں :

اقول و باللہ التوفیق جب فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابتِ لوح

محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیانات محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے پوچھ دیکھیے کہ لوحِ محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے: قال اللہ تعالیٰ:

وکل صغیر وکبیر مستطرہ — ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ۔ وکل شئ حصینہ فی امام مبین — ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرما دی ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ:

ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین۔ — کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے۔ بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظن سے تخصیص ہو سکے تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص صریح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض و عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا وللہ الحجۃ السامیۃ اور جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شئ ہونے نے

دیا اور ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورۃ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمھم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطۂ علم مصطفوی کا نافی نہیں سالحمد للہ طائفہ تائفہ وہابیہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علم عظیم محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب دہن دوز وقتن سوز انہیں دو فقروں میں ہو گیا دو حال سے خالی نہیں یا تو ان قصص کی تاریخ معلوم ہو گی یا نہیں اگر نہیں تو اُن سے اسناد جہل مبین کہ جب تاریخ مجہول تو اُن کا تمامی نزول قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول ہے اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہو گی یا بعد کی بر تقدیر اوّل مقام سے محض بیگانہ اور مستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ بر تقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کر لیں تو ایک یہی جواب جامع و نافع و نافی و قامع سب کے لیے شافی و کافی کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بافی ہے[1]

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس طویل اقتباس کو ہم نے اس لیے نقل کیا ہے کہ یہ ثابت اور ظاہر ہو جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ انباء المصطفیٰ ص ۳،۴۔

تلامذہ بھی مانتے ہیں۔ اور نبوت کا معنی بھی ہے۔ النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب۔ زرقانی شرح مواہب ج ۳۔ ص۔ ۱۸۰۔ شفا ج ۱۔ ص ۱۶۱۔ یعنی نبوت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے جیسا کہ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے مواہب میں اور قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے شفا میں بیان کیا۔

نیز امام غزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ حقیقت نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| و وراء العقل طور اخر تنفتح فیہ عین اخری یبصر بالغیب وما سیکون فی المستقبل وامور اخر العقل معزول عنہا۔ | عقل سے آگے ادراک کا ایک اور ذریعہ ہے جہاں سے ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے۔ اس آنکھ سے نبی غیب، امور مستقبلہ اور دیگر باتوں کو دیکھ لیتا ہے جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ |

(المنقذ من الضلال ص ۵۴)

جب اساطین ائمہ اسلام، امام غزالی علامہ قسطلانی اور قاضی عیاض کے حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ نبی کے معنی ہیں غیب جاننے والا۔ تو اس بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے یاایہا النبی کا ترجمہ "اے غیب بتانے والے" کیئے ہیں اور یہ ترجمہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن بعض مخالفین نے اس ترجمہ کے خلاف یہ لکھا کہ:

خاں صاحب نے یاایہا النبی کے معنی "اے غیب بتانے والے" کیئے ہیں۔ ہم نے اس پر تنقید متین میں گرفت کی تھی کہ اگر غیب سے بعض خبریں مراد ہیں تو بجا ہے لیکن اگر کلی غیب جس میں تمام خبریں شامل ہوں تو یہ درست نہیں ہے (اور خاں صاحب غیب سے کلی غیب ہی مراد لیا کرتے ہیں) کیونکہ نبوت تو آپ کو غار حرا میں عطا ہوئی تھی اور پہلی وحی ملنے کے ساتھ ہی آپ نبی تھے۔ مگر آپ کو غیب کی سب خبریں وہاں عطا نہیں کی گئیں تھیں تو کیا معاذاللہ آپ اس وقت نبی نہ تھے (محصلہ ۲۶، ۲۷) اتمام البرہان ص ۱۸۔

اور جب مخالف مذکور سے کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یاایہا النبی کا ترجمہ

"غیب بتانے والے" کیا ہے۔ سب غیب کا یہاں کب ذکر ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تدریجی علم غیب مانتے ہیں۔ تو بعض مخالفین نے لکھا،

خاں صاحب نے اگرچہ لفظاً اس مقام پر کلی کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن وہ عموماً اور ہر مقام پر لفظ غیب سے جمیع ما کان و ما یکون ہی مراد لیتے ہیں اور اہل حق سے ان کا اختلاف اور نزاع بلکہ عناد بھی اسی بات میں ہے اس لیے ان کے ذہن کے مطابق یہاں کُلی مراد ہے۔

(اتمام البرہان ص ۲۴۰)

بعض مخالفین کی یہ تحریر اس لیے کوئی وزن نہیں رکھتی کہ ہم ابھی ابھی انباء المصطفیٰ سے اعلیٰ حضرت کی عبارت کا ایک طویل اقتباس نقل کر چکے ہیں۔ جس میں اعلیٰ حضرت نے روزِ روشن سے زیادہ واضح الفاظ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزولِ قرآن کی تکمیل کے ساتھ مکمل ہوا۔ یعنی تکمیل نزول قرآن سے پہلے آپ کو علم کلی حاصل نہیں تھا۔

اس واضح تصریح کے بعد بھی اسی بات پر اصرار کرنا کہ اعلیٰ حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جب اور جہاں بھی علم کا لفظ بولتے ہیں اس سے مراد ان کی علم کلی ہوتی ہے۔ جان بوجھ کر حقائق سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وسنلقی علیك ان تعلیم اللہ تعالیٰ لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان بالقرآن والقرآن نزل کل وقت فصدق البعض فی الاوقات وفی المعلومات جمیعا و | اور عنقریب ہم تم سے بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھانا بذریعہ قرآن عظیم ہوا۔ اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اترا۔ اور ہر وقت نہیں اترتا تھا۔ تو اوقات اور معلومات دونوں میں بعض ہونا صادق ہوا۔ |

لکنهم انما یریدون به القلیل والندر الیسیر قیاسا له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی انفسهم اللئیمة - کما هی للمشرکین من قدیم الزمان شیمة اذ قالوا للرسل ما انتم الا بشر مثلنا [1]

مگر یہ کہ وہابیہ اس بعض سے قلیل وحقیر و اندک مراد لیتے ہیں۔ یوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے ہیں جیسا کہ مشرکین کی قدیم زمانہ سے عادت ہے۔ جب کہ وہ رسولوں سے کہا کرتے تھے تم تو نہیں ہو مگر ہم جیسے آدمی۔

اس عبارت میں بھی اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تکمیل قرآن کریم کے ساتھ تدریجاً ہوئی یہ نہیں کہ وہ ابتداءً کلی غیب کو جانتے تھے۔

مزید ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

واذ قد علمت ان علمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مستفاد من القرآن العظیم وکونه تفصیلا بکل شیء وتبیانا لکل شیء وصف للکتاب الکریم لا لکل آیة آیة او سورة سورة منه والقرآن ما نزل دفعة بل نجما نجما فی نحو ثلاث عشرین سنة فکلما نزلت آیة او سورة زادته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علوما الی علوم الی ان تم نزول القرآن فتم لکل شیء التفصیل والتبیان۔

اور تمہیں علم ہو گیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم قرآن عظیم سے مستفاد ہے۔ اور ہر چیز کا روشن بیان اور ہر شئی کی تفصیل ہونا یہ اس کتاب کی صفت ہے۔ نہ کہ اس کی ہر ہر آیت یا ہر ہر سورۃ کی۔ اور قرآن عظیم دفعۃً نہیں اترا۔ بلکہ تقریباً تیئس برس میں تھوڑا تھوڑا۔ جب کوئی آیت یا سورۃ اترتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں پر اور علوم بڑھاتی یہاں تک کہ جب قرآن عظیم کا نزول پورا ہوا۔ ہر چیز کا مفصل روشن بیان پورا ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمت تمام کردی۔ جیسا کہ قرآن عظیم

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ - الدولۃ المکیۃ ص ۷۳-۷۴۔

واتم الله نعمته على حبيبه كما
كان وعده به فى القرآن : فقبل ان
يتم النزول ان قيل له صلى الله
تعالى عليه وسلم فى بعض الانبياء
عليهم الصلاة والسلام لم نقصصهم
عليك وفى المنافقين لا تعلمهم
او توقف صلى الله تعالى عليه وسلم
فى قصة او قضية ؛ حتى نزل الوحى
واتى بالجلية ؛ فلا هو لتلك الآيات
مناف ؛ ولا لاحاطة علمه صلى
الله عليه وسلم ناف ؛ كما ليس
يخاف ؛ على ذوى الانصاف ؛ فكلما
تعلقت به الوهابية لنفى علمه
صلى الله عليه وسلم من قصص
وروايات ان لم يعلم تاريخه
فالتمسك به جهل سفيه وسفاهة
جهول ؛ لجواز ان يكون ذلك
قبل اكمال النزول ؛ وان علم و
تقدم فالاستناد ؛ خرط القتاد ؛
بل محض جنون ؛ والجنون فنون
وان تاخذ فان لم يكن نصا فى
ادعاة ؛ فالمستدل سفيه والاستدلال
واه ؛ وانا احمد ربى و

میں اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو تمام نزولِ قرآن
سے پہلے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض
انبیاء علیہما السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ
ہم نے ان کا ذکر تم سے نہ کیا۔ اور منافقوں
کے بارے میں فرمایا کہ تم انہیں نہیں جانتے
یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قصہ یا معاملہ
میں توقف فرمایا۔ یہاں تک کہ وحی اتری اور
علم لائی۔ تو یہ نہ تو ان آیات کے منافی ہے
اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علم کا
نافی۔ جیسا کہ اہل انصاف پر مخفی نہیں۔ تو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار علم میں جتنے
قصوں اور روایتوں سے وہابی سند
لاتے ہیں۔ تو اگر اس قصہ کی تاریخ نامعلوم
ہو تو اس سے سند لانا احمق کی جہالت اور
جاہل کی حماقت ہے اس لیے ہو سکتا ہے
کہ یہ تمام قصہ تمامی نزول قرآن سے پہلے کا ہو
اور اگر معلوم ہو کہ اس کی تاریخ تمامی نزول
سے پہلے کی ہے تو اس سے سند لانا خاردار
درخت کو ہاتھ سے سونتنا ہے۔ بلکہ نرا
جنون ہے۔ جنون رنگ برنگ کا ہوتا ہے
اور اگر تاریخ بعد کی اور وہ مدعاء مدلول میں
نص نہیں تو مستدل احمق ہے اور دلیل واہی
ہے۔ اور میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں اور

لوجه الكريم الاكبر؛ ان كلما تشبثت
به الوهابية في تقصير علم المصطفىٰ
صلى الله عليه وسلم فلا يخرج
من احدى هذه الصور؛ ولئن
سلمنا على سبيل فرض الغلط
ان وجدت هنا رواية معلومة
التاريخ متاخرة التصة عن تكامل
التنزيل قطعية الاوقاة فى نفى
حصول العلم ببعض الاشياء اصلا
فيكفينا جواب جامع؛ وان نافع؛
فى كل الوقائع؛ ان اخبار الاحاد
اذا عارضت الايات والسند باب
التاويلات لم تغن ولم تسمع؛ ولم
تسمن ولم تنفع ولئن ذكرت ههنا
نصوص الفحول؛ فى كتب الاصول
فاحسن وامكن منه ان اتى بشهادة
امام وهابية العصر فى الهند
رشيد احمد الكنكوهى اذ قال فى
كتابه المقبول لديه المنسوب
الى تلميذه خليل احمد الانبهتى فى
نفس هذه المسئلة اعنى
مسئلة اعلامه تعالىٰ صلى
الله تعالىٰ عليه وسلم

نافع فی کل امر جامع لقطع تشبثات کل خائن

اسی کی وجہ کریم کے لیے سب سے بڑی حمد ہے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم گھٹانے میں وہابیہ
جتنی چیزوں سے سند لاتے ہیں وہ ان
صورتوں سے باہر نہیں اور بفرض غلط اگر
ہم مان لیں کہ یہاں کوئی ایسی روایت پائی
جائے جس کی تاریخ معلوم ہو کہ تمامی نزول
قرآن کے بعد ہے۔ وہ یقینی طور پر بتاتی
ہو کہ اس وقت تک بعض اشیاء کا اصلاً
علم حاصل نہ ہی ہوا تو ہمیں کفایت کرتا ہے۔
ایک ہی جواب جامع کامل نافع جو سب
چنی گوئیوں کو دور کرتا اور جڑ اکھاڑ کر پھینک
دیتا ہے۔ جو تمام وقائع میں شافی وکافی ہے
کہ اخبار احاد جب کہ آیت کے معارض ہوں
اور تاویل کی کوئی راہ نہ رہے تو وہ کچھ کام
نہ دیں گی اور نہ سنی جائیں گی اور کچھ نفع نہ
دیں گی اور اگر میں یہاں کتب اصول میں آئمہ
کے نصوص کا ذکر کروں تو اس سے بہتر اور
زیادہ جچتی ہوئی بات یہ ہے کہ اسی کی گواہی
پیش کروں۔ جو آج ہندوستان میں وہابیہ کا
پیشوا ہے یعنی رشید احمد گنگوہی کہ اس نے
اپنی کتاب میں جو اسے مقبول اور اس کے
شاگرد خلیل احمد انبیٹھی کی طرف منسوب ہے
خود اس مسئلہ میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

بالمغيبات جاعلا لها من باب العقائد
لا باب الفضائل ما ترجمته مسائل
العقائد ليست قياسات تثبت
بالقياس بل قطعيات تثبت بالنصوص
القاطعة حتى ان حديث الاحاد
ايضاً لا تفيد هنا فلا يلتفت الى
اثباتها ما لم تثبت بالقواطع
وقال فی ص١٨ العبرة فی الاعتقاديات
بالقطعيات لا بالصحاح الظنيات و
فی ص٨٧ احاديث الاحاد الصحاح
ايضاً لا تعتبر كما برهن عليه فی
فن الاصول اه فانجلی الحال وزال
عن الحق كل اشكال الا فليجتمع
وهابية گنگوه و ديوبند و دهلی
وكل جلف جاف بدوی وجبلی
وليأتوا بنص قطعی الدلالة يقينی
الافادة مجزوم الثبوت كاية
القرآن او حديث متواتر يحكم بقطع
قاطع وجزم ظاهر ان بعض الوقائع
قد خفيت علی النبی صلی الله عليه
وسلم بعد تكميل التنزيل بحيث
انه لا يعلمها اصلاً لا انه علم
وكتم لان عنده من المعلوم ما

اللہ عزوجل نے غیبوں کا علم عطا کیا۔ اسے
باب عقائد ٹھہرایا نہ کہ باب فضائل۔ جس کی
عبارت یہ ہے۔ عقائد کے مسائل قیاسی
نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں۔ بلکہ
قطعی ہیں۔ قطعیات نصوص سے ثابت
ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس کا اثبات اس وقت
قابل التفات ہوگا جبکہ مؤلف قطعیات سے
اس کو ثابت کرے اور اعتقادیات میں
قطعیات کا اعتبار نہیں ہوتا اور نہ ہی ظنیات
صحاح کا اعتبار ہوتا ہے۔ بلکہ احاد صحاح
بھی معتبر نہیں۔ چنانچہ فن اصول میں مبرہن
ہے۔ تو حال کھل گیا اور حق سے ہر اشکال
زائل ہو گیا تو گنگوہی نیز سب وہابیہ دیوبندیہ
دہلی اور ہر بے ادب نامہذب گنوار اور
پہاڑی سب اکٹھے ہو جاؤ اور ایک نص ایسی
لے آؤ جس کی دلالت قطعی ہو اور افادہ یقینی
اور ثبوت جزمی۔ جیسے کہ قرآن عظیم کی آیت
یا متواتر حدیث جو یقین قطعی اور جزم روشن
سے حکم کرتا ہو۔ کہ تمامی نزول کے بعد کوئی
واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہا۔ بایں
معنی کہ حضور نے اصلاً سے جانا ہی نہیں۔
نہ یہ کہ حضور نے جانا اور بتایا نہیں کہ حضور
کے پاس ایسے علم بھی ہیں۔ جن کے اخفاء کا

یکتمو اوعلم و ذهل حینالاشتغال بالہ بامر اخر اعظم و اھم فان الزھول لا ینفی العلم بل یقتضی سبق العلم کما لا یخفی علی ذی فھم الا فاتوا ببرھان کذا انکنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین۔[1]

حکم فرمایا گیا۔ یا علم تھا کسی وقت ذہن اقدس سے اتر گیا۔ اس لیے کہ قلب مبارک کسی اہم واعظم میں مشغول تھا۔ ذہن سے اترنا علم کی نفی نہیں کرتا۔ بلکہ پہلے علم ہونے کو چاہتا ہے۔ جیسا کہ کسی صاحب عقل پر مخفی نہیں۔ ہاں ہاں۔ تو ایسی کوئی برہان لاؤ اگر تم سچے ہو اور اگر نہ لاسکو۔ ہم کہے دیتے ہیں کہ نہ لاسکو گے تو جان لو اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو۔

اعلیٰ حضرت کی اس طویل عبارت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزولِ قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا نہ یہ کہ ابتداءً اور دفعتہً پہلی وحی کے نازل ہونے کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی علم دے دیا۔ اس لیے یہ کہنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جب بھی غیب کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے کلی غیب مراد ہوتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کا نبوت کی تعریف اطلاع علی الغیب (غیب پر مطلع ہونا) نقل کرنا بالکل صحیح ہے۔ اور یاایھا النبی کا ترجمہ "اے غیب بتانے والے بھی" بالکل صحیح ہے۔

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت کی طویل عبارت سے بظاہر ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا ہے یہی اہلسنت کا عقیدہ ہے اور توضیح البیان میں بھی یہ لکھا ہے۔ اب آپ کے سامنے اس موضوع پر توضیح البیان کا اقتباس پیش خدمت ہے تاکہ حق ہر پہلو سے

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ الدولۃ المکیۃ ص ۱۰۴ تا ۱۱۰۔

آپ کے سامنے آشکارا ہو جائے ملاحظہ فرمائیے!

عام طور پہ معتقدین دیوبند نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلی کو اپنی پھبتیوں کا نشانہ بناتے ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل مسئلہ کو مبرہن کر دیا جائے چنانچہ دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ ہر چیز قرآن کریم میں مذکور ہے اور جو مذکور فی القرآن ہے اس کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا نبی علیہ السلام کو علم ہے قیاس کا صغریٰ یہ ہے کہ ہر شئی قرآن میں مذکور ہے اور اس پہ قرآن کریم کی یہ آیت شاہد ہے:

| | |
|---|---|
| ونزلنا علیك الکتب تبیانا لکل شیء۔ | اور ہم نے آپ کے اوپر جو کتاب نازل کی ہے وہ ہر شئی کا بیان کرنے والی ہے۔ |

اس آیت کا مرکز استدلال لفظ کلُ ہے اور تمام اصولین کا اتفاق ہے کہ لفظ کل الفاظ عموم میں سے ہے چنانچہ تلویح ص ۳۰ پہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اذا اضیف کل الی النکرۃ فھو لعموم افرادھا۔ | جب لفظ کل کی نکرہ کی طرف اضافت ہو تو وہ اپنے مضاف الیہ کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ |

اور آیت مذکورہ میں کل کی اضافت شی کی طرف ہے جو نکرہ ہے۔ پس یہاں لفظ کل شئی کے ہر فرد کو شامل ہے اور عام اپنے تمام افراد کو قطعی اور یقینی طور پر شامل ہوتا ہے پس کوئی ظنی امر اس کا مخصص نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے تلویح ص ۱۱۱ پہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وعند جمھور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد قطعاً ویقیناً عند مشائخ العراق وعامۃ المتاخرین۔ | جمہور کے نزدیک عام کے تمام افراد کے لیے اس کا حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اور مشائخ عراق اور یہی عام متاخرین کا مذہب ہے۔ |

یہی وجہ ہے کہ احناف خبر واحد کو بھی عام کے لیے مخصص نہیں مانتے اور انہوں نے

فاقرؤا ما تیسر من القرآن میں گما کے عموم کے لیے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو مخصص نہیں تسلیم کیا بلکہ نور الانوار ص ۔، پر واشگاف الفاظ میں تصریح موجود ہے۔

لا یجوز تخصیص قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ ومن دخلہ کان امنا بالقیاس وخبر الواحد۔

اللہ تعالیٰ کے قول ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ اور ومن دخلہ کان امنا کے عموم کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے جائز نہیں ہے۔

برہان قاطع سے یہ امر واضح ہوگیا کہ نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی میں کل کا عموم قطعی ہے۔ جس کے لیے کوئی خبر واحد یا قیاس بھی مخصص نہیں بن سکتا۔ پس قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم میں ہر چیز شامل ہے۔ دیکھیے روح المعانی پ ۷۔ ص ۱۷۰۔ پر علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

والتحقیق عندی ان جمیع ما عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاسرار الالٰہیۃ وغیرھا من الاحکام الشریعۃ قد اشتمل علیہ القرآن المنزل فقد قال سبحانہ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی و قال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئ وقال صلی اللہ علیہ وسلم فیما اخرجہ الترمذی وغیرہ ستکون فتن قیل وما المخرج منھما قال کتاب اللہ؛ الٰی فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم

اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسرار الٰہیہ احکام شریعۃ یا جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے۔ ان تمام پر قرآن مشتمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کا بیان کرتی ہے۔ نیز فرمایا ہم نے اس کتاب میں کسی شی کے بیان میں کمی نہیں کی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ان کا مخرج کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کتاب اللہ۔ اس میں تم سے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں۔ اور تمہارے لیے احکام ہیں۔

ما فیکم واخرج ابن جریر عن ابن مسعود قال انزل فی ھذا القراٰن کل علم و بین لنا فیہ کل شیء ولکن علمنا یقصر عما بین لنا فی ھذا القراٰن۔

اور ابن جریرؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اس قرآن میں ہر شے کا علم ہے اور ہر چیز کا بیان ہے لیکن ہماری عقول قرآن کریم سے ان کو اخذ کرنے سے قاصر ہیں۔

اور علامہ سیوطی اتقان ج ۲ ص ۱۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

وقال الشافعی مرۃ بمکۃ سلونی عما شئتم اخبرکم عنہ فی کتاب اللہ الی ان قال وقال ابن ابی الفضل المرسی فی تفسیرہ جمع القراٰن علوم الاولین والاٰخرین بحیث لم یحط بھا علماً حقیقۃً الا المتکلم بھا ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا ما استاثر بہ سبحانہ تعالیٰ ثم ورث عنہ معظم ذٰلک وسادات الصحابۃ واعلامھم مثل الخلفاء الاربعۃ وابن مسعودؓ و ابن عباسؓ حتی قال لو ضاع عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللہ۔

امام شافعیؒ نے فرمایا مجھ سے جو چیز پوچھو تو میں تمہیں وہ قرآن میں دکھا دوں گا۔ اور ابن ابی فضل مرسی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن تمام علوم اولین وآخرین کو جامع ہے جن کے علم کا حقیقت میں سوائے اللہ کے کسی نے احاطہ نہیں کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوا ان امور کے جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ پھر کبار صحابہ اس علم سے وافر حصہ کے وارث ہوئے۔ مثل خلفائے راشدین کے اور حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے اور ابن عباس نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے بھی قرآن میں پا لوں گا۔

علامہ آلوسی حنفی اور امام سیوطی شافعی کی ان تقریروں سے یہ امر واضح ہو گیا۔ کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان اور علم موجود ہے اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مفسرین نے تبیاناً لکل شیٔ کی صرف احکام شرعیہ کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ کل کا عموم قطعی ہے اور اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے

بھی نہیں ہو سکتی تو بعض مفسرین کے اقوال اس کے مخصص کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس بحمداللہ یہ امر صاف اور مبرہن ہو گیا۔ کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان ہے (اور قیاس کا کبریٰ یہ ہے کہ اجماعاً ثابت ہے۔ کہ قرآن کریم میں جس امر کا بھی بیان ہے نبی علیہ السلام کو اس کا علم حاصل ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ نبی علیہ السلام کو کل اشیاء کا علم حاصل ہے اور اسی علم کو علم کلی سے تعبیر کیا جاتا ہے[۱]

بحمداللہ اعلیٰ حضرت کی تصریحات اور توضیح البیان کی عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزولِ قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا ہے اور مبتدعین دیوبند جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی نفی کرنے کے لیے جو بعض اخبار احاد پیش کرتے ہیں وہ ہم کو قطعاً مضر نہیں۔ کیونکہ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ جس روایت سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کر رہے ہیں وہ تکمیل نزول قرآن کے بعد کی ہے۔ ان کا مدعا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی نفی) ثابت نہیں ہو گا۔ چنانچہ توضیح البیان میں صراحت ہے۔

ثانیاً یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں الی حین الوصال مکمل ہوا۔ سرفراز صاحب نے جس قدر واقعات حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے علمی ثابت کرنے کے لیے پیش کیے ہیں۔ وہ سب نزولِ قرآن کے دوران تھے اور تدریجاً ان کا علم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل ہوتا رہا۔ اگر سرفراز صاحب واقعی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے علمی ثابت کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔ تو ثابت کریں کہ آپ کو فلاں امر کا علم وصال تک حاصل نہیں ہوا۔ و بدونہ خرط القتاد[۲]

یہ وہی بات ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سے زیادہ تفصیل اور تحقیق کیساتھ

---

[۱] غلام رسول سعیدی غفرلہ — توضیح البیان طبع اول ص ۵۳ تا ۵۶۔

[۲] غلام رسول سعیدی غفرلہ — توضیح البیان طبع اول ص ۹۷۔

انباء المصطفیٰ اور الدولۃ المکیۃ میں بیان فرمائی ہے جن کو ہم صفحات سابقہ میں پیش کر چکے ہیں۔

## بعثت سے پہلے غیب کا علم:

مخالف مذکور لکھتے ہیں:

نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی اطلاع پاکر غیب کی بعض خبریں بتاتے ہیں لیکن جب انہوں نے غیب کی ایک خبر بھی نہیں بتائی تھی۔ صرف وحی ہی سے نوازے گئے تھے۔ وہ نبی اس وقت بھی تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی کے مفہوم میں غیب شامل نہیں ہاں بعد کو غیب سے نوازے گئے[1]

اس بات میں جملہ اہل اسلام متفق ہیں کہ بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کا علم تھا اور ذات حق بجائے خود غیب الغیب ہے نیز اس پر بھی اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بعثت سے پہلے تمام انبیاء مومن ہوتے ہیں اور ایمان کا مصداق اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانا جائے اور کم از کم حیات بعد الموت کا اقرار ہو اور یہ دونوں چیزیں امور غیب سے ہیں۔ اس پر مخالف مذکور کا یہ معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ ذات حق کا علم تو مشرکین مکہ کو بھی تھا جو سرتاپیر شرک میں ڈوبے ہوئے تھے[2] کیونکہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک نہیں مانتے تھے اور نہ حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور جب انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہیں تو ماننا پڑے گا کہ وہ بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے بھی کم از کم اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک اور حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور یہ دونوں امور غیب سے ہیں تو ثابت ہوا کہ حضور کو پہلی وحی کے نازل ہونے سے

---

[1] محمد سرفراز خاں صفدر اتمام البرہان ص ۲۱۔

[2] محمد سرفراز خاں صفدر اتمام البرہان ص ۱۳۱۔

پہلے بھی غیب کا علم تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی تھے اور پیدائشی مومن تھے اور مومن وہ ہوتا ہے جو غیب پر ایمان لائے۔ الذین یومنون بالغیب لہٰذا جب بھی حضور پر نبی کا اطلاق ہوگا نبوت کے مفہوم میں اطلاع علی الغیب (غیب جاننا) شامل ہوگا۔

ماکنت تدری ماالکتاب والایمان (شوریٰ: ۵۲) آپ (از خود) نہ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو۔

مخالفین کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ ایسا ہدایت نامہ ہے (قرآن کریم) کہ آپ کے ان بے مثال علوم میں اسی کی بدولت ترقی ہوئی چنانچہ اس کے قبل آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا کمال اقصیٰ جو اب حاصل ہے۔ کیا چیز ہے (اگر نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے)[1]

اور شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں۔ گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے"[2]

یہ تو اکابر علماء دیوبند کا نظریہ تھا جو ان کی تفاسیر سے ظاہر ہوا اور اس سے یہ امر بہر حال ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے بھی مومن ہوتے ہیں اور ایمان غیب کو جاننے کے بغیر متصور نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبوت کے مفہوم میں بہر صورت غیب کو جاننا شامل ہے۔ آئیے اب اس موضوع پر ہم آپ کے سامنے

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ بیان القرآن ج ۲ ص ۹۴۴

[2] شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ حاشیہ بر قرآن کریم ص ۸۳۷

جمہور اہل اسلام اور اکابر علماء دین کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

والصواب انهم معصومون قبل النبوة من الجهل بالله وصفاته والتشكك فی شیء من ذالك وقد تعاضت الاخبار والاثار عن الانبياء بتنزيههم عن هذه النقيصة منذ ولدوا ونشأتهم على التوحيد و الايمان بل على اشراق انوار المعارف ونفحات الطاف السعادة وعن طالع سيدهم عند صباهم الى مبعثهم حقق ذلك كما عرف عن حال موسى وعيسى ويحيى و سليمان وغيرهم عليهم السلام

صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات جہل اور شک سے معصوم ہوتے ہیں اور احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام یوم ولادت سے ہی اس نقص سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ توحید اور ایمان پر پیدا ہوتے ہیں اور ان کے قلوب پر انوار معارف اور الطاف سعادت کا بچپن سے لے کر بعثت تک فیضان ہوتا رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ، عیسیٰ، سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال سے یہ امر محقق اور ثابت ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ان اهل العلم اتفقوا على ان الانبياء عليهم السلام كانوا ملهمين من الله تعالى بالصانع المتوحد بصفات الكمال المنزه عن النقص والزوال

اہل علم کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر (ہمیشہ) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں الہام ہوتا رہتا ہے۔

عمدۃ المتاخرین حضرت علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں:

---

۱؎ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ — الجامع الاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۵۵

۲؎ قاضی محمد ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ — تفسیر مظہری پ ۲۵ ص ۳۳۴۔

ثم ان الظاهر ان من قال انه صلى
الله تعالى عليه وسلم كان متعبدا بشرع
من قبله ليس مراده انه عليه الصلاة
والسلام كان متعبدا بجميع شرع من
قبله بل بما ترجح عنده صلى الله عليه
وسلم ثبوته والذي ينبغي ان يرجح
كون ذلك من شرع ابراهيم عليه السلام
لانه من ذريته عليهما الصلوة و
السلام وقد كلفت العرب بدينه و
قال بعضهم: ان عبادته صلى الله
عليه وسلم التفكر والاعتبار و
لعله ايضا عما ترجح عنده عليه
الصلاة والسلام كونه من شريعته
عليه السلام وعيما يقال بما علمه
صلى الله تعالى عليه وسلم لا على
ذلك الوجه من شرع من قبله لانه
صلى الله تعالى عليه وسلم لم يزل
يوحى اليه وانه عليه الصلوة
والسلام متعبد بما يوحى
اليه الا ان الوحي السابق
على البعثة كان القاء
ونفثا في الروع وما يحمل
بما كان من شرائع ابيه

پھر تحقیق یہ ہے کہ جن علماء نے یہ کہا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم (بعثت سے پہلے)
شرائع سابقہ کے مطابق عبادت کرتے تھے
ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ حضور تمام سابقہ
شریعتوں کے مطابق عمل کرتے تھے بلکہ ان کی
مراد یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں میں سے جو
شریعت حضور کے نزدیک راجح ہوئی
آپ اس کے مطابق عمل کرتے تھے اور
زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ آپ شریعت
ابراہیم علیہ السلام کے مطابق عمل کرتے تھے۔
کیونکہ وہ آپ کے جد اکرم ہیں اور اصل عرب
ان کے دین کے مکلف تھے اور بعض محققین
نے کہا کہ (بعثت سے پہلے) حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی عبادت مراقبہ (غور و فکر) تھی اور اس
کو بھی اس پر محمول کرنا چاہیئے کہ یہ آپ کے
نزدیک راجح شریعت تھی۔ اور بسا اوقات
یہ کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعثت
سے پہلے اور بعثت کے بعد مسلسل وحی ہوتی
رہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے
پہلے اس وحی کے مطابق عبادت کرتے تھے
جو آپ پر نازل ہوتی تھی۔ البتہ اصطلاحاً بعثت
سے پہلی وحی کو الہام اور القاء فی القلب سے
اور بعثت کے بعد وحی کو وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے

ابراھیم علیھما الصلوۃ و السلام الا بواسطۃ ذلک الالقاء و اذا کان بعض اخوانہ عن الانبیاء علیھم السلام قد اوتی الحکم صبیا ابن سنتین او ثلاث فھو علیہ الصلوۃ والسلام ، اولی بان یوحی الیہ ذٰلک النوع عن الایحاء صبیاً ایضا و من علم مناھہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صدق بانہ الحبیب الذی کان نبیا و اٰدم بین الماء و الطین لم یستعبد ذلک فتامل ۱؎

گا اور جن لوگوں نے بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کو شریعت ابراہیم کے مطابق کہہ دیا ہے وہ بھی اسی الہام پر محمول ہے اور جبکہ انبیاء علیہم السلام میں سے آپ کے بعض اخوان (بھائیوں) پر دو یا تین سال کی عمر میں وحی نازل کی گئی تو آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس بات کے زیادہ لائق بھی ہیں کہ آپ پر (بعثت سے پہلے) اس قسم کی وحی نازل کی جائے اور جو شخص آپ کے مقام کی عظمت کا قائل ہو اور اس بات کی تصدیق کرتا ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ایسے حبیب ہیں کہ آپ اس وقت نبی تھے۔ جب کہ آدم ہنوز مٹی اور گارے کے درمیان تھا۔ اس کے لیے قطعاً بعید نہیں ہے۔

ہم نے جو عبارات نقل کی ہیں ان میں امام قرطبی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ آلوسی نے صاف صاف تصریح کی ہے کہ بعثت سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جاتی تھی اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ اس وحی کے ذریعہ آپ کو شرائع سابقہ یا شریعت راجحہ پر مطلع کیا جاتا تھا اور اسی وحی کے ذریعہ آپ بعثت سے پہلے عبادت کرتے تھے۔ علامہ آلوسی نے اس وحی کو اصطلاحاً القاء یا نفث فی الروع سے تعبیر کیا ہے۔ علامہ مظہری نے الہام سے اور امام قرطبی نے اشراق سے اور ان سب کا مآل اطلاع علی الغیب ہی ہے۔

---

۱؎ ابوالفضل السید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۵ ص ۶۰،۵۹۔

ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں کہ:

والالهام لغة الابلاغ وهو علم يقذفه الله من الغيب في قلوب عباده [1]

الہام کا لغوی معنی پہنچانا ہے اور اصطلاح میں یہ وہ علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں غیب سے القاء کرتا ہے۔

انصاف پسند حضرات کے لیے ان سطور میں اس بات کی وافر وضاحت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ہر وقت غیب سے رابطہ رہتا ہے اور نبوت سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعد کا نبی کو الہام اور وحی کے ذریعہ غیب سے مسلسل نوازا جاتا ہے۔ اس لیے نبوت کے مفہوم میں اطلاع علی الغیب (غیب کو جاننا) قطعی طور پر داخل ہے۔ پھر کتنی حیرت کی بات ہے نبوت کی یہ تعریف اعلیٰ حضرت نے علامہ قسطلانی کی مواہب الدنیہ سے نقل کی ہے اور ہم نے یہی تعریف قاضی عیاض کی کتاب الشفا سے نقل کی ہے۔ یہ کوئی خانہ ساز اور من گھڑت تعریف نہیں ہے لیکن مخالف مذکور کو نہ علامہ قسطلانی سے شکوہ ہے۔ نہ قاضی عیاض سے شکایت ہے۔ سارا غصہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور اس گناہ گار مصنف توضیح البیان پر اتارا ہے مخالف مذکور ذرا انصاف سے بتلائیں کہ نبوت کی اس تعریف پر جو آپ نے ہمیں اور اعلیٰ حضرت کو مغلظات سنائی ہیں وہ سب ہمارے ساتھ مختص ہیں یا ان میں سے کچھ حصہ ان بزرگوں کو بھی پہنچے گا۔ فالی اللہ المشتکی)

## عقیدہ علم غیب:

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

۱۔ بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات ج ۱ ص ۳۰۲

۲- بلا شبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا، مساوی تو در کنار تمام اولین و آخرین وانبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کے غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش وشرق و غرب وجملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں۔ شرق و غرب دو حدیں ہیں روزِ اول و روزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے سب متناہی ہے، بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا۔ تو جملہ علومِ خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

۳- یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیے سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

۴- اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا[1]

## اخبارِ غیب اور علمِ غیب:

مخالف مذکور لکھتے ہیں:

---

[1] اعلیٰحضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ خالص الاعتقاد ص ۴۶۔

"علم غیب اور چیز ہے جس کی نفی ہے اور امور غیبیہ و اخبار الغیب اور انباء الغیب اور چیز ہے جس کا دلائل قطعیہ سے ثبوت ہے جب نفی اور ثبوت کا محل ایک نہیں تو ان کو آپس میں ٹکرانے کا کیا مطلب ہے"[1]

ان صاحب نے ازالۃ الریب میں بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبروں سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے لیکن یہ سب اخبار غیب، انباء غیب ہے علم غیب نہیں ہے۔ لیکن متعدد صفحات کی بھرمار کے باوجود وہ یہ بتانے سے قاصر رہے کہ اخبار غیب اور انبار غیب (غیب کی خبریں دینا) آخر علم غیب کو کیوں مستلزم نہیں ہے یا ان میں کیا منافات ہے۔ اس کی وجہ سے علم کلام اور عقائد سے بے خبری یا تغافل ہے تجاہل عارفانہ ہے ورنہ کتب عقائد میں صاف مذکور ہے کہ خبر صادق علم کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور جس شخص کو خبر صادق کے ذریعہ کس چیز کی خبر حاصل ہوگی اس کو اس چیز کا علم حاصل ہو گیا۔ اسی طرح جس شخص کو غیب کی خبر حاصل ہو گئی اس کو غیب کا علم حاصل ہو گیا یہ بالکل صاف اور کھلی ہوئی بات ہے۔ تاہم ہم اس بات کو مدلل کرنے کے لیے حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

علامہ نسفی[2] عقائد نسفی میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اسباب العلم للخلق ثلثۃ الحواس السلیمۃ والخبر الصادق والعقل | مخلوق کے لیے علم کے تین سبب ہیں حواس سلیم خبر صادق اور عقل۔ |

اس عبارت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ خبر صادق سے جو چیز حاصل ہوگی وہ اس چیز کا علم ہوگی اس لیے جن خبروں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیا آپ کو ان چیزوں کا علم غیب حاصل ہو گیا۔ اس لیے آپ کی طرف علم غیب کی نسبت صحیح ہو گئی۔ اور جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر سے علم غیب کی نفی کی ہے اس کو

---

ے ۱ محمد سرفراز خاں صفدر اتمام البرہان ص ۲۴۔

ے ۲ نجم الملت عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ بحوالہ شرح عقائد ص ۱۰

مفسرین کرام اور اکابر علماء اسلام نے استقلال، بالذات اور علی وجہ الاحاطہ پر محمول کیا ہے جس کا بطریق مفہوم مخالف (کہ یہ اس باب میں معتبر ہے) صریح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب بالعرض (یعنی عطائی) غیر مستقل اور غیر محیط ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق معقول اور منقول دونوں طریقوں سے ثابت ہے ؎

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے۔ رازی نہ صاحب کشاف

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ عرف اور شرح میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لفظ اللہ عزوجل میں عزوجل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عزیز و جلیل ہیں۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کہا جاتا ہے محمد تبارک و تعالیٰ نہیں کہا جاتا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں برکت اور علو موجود ہے الغرض اللہ اور اس کے رسول کے اسماء میں یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا کہ ثبوت مبدء سے صدق مشتق ہو جائے کیونکہ عقلاً اگرچہ یہ امر درست ہے لیکن شرعاً جائز نہیں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے خلقت القردۃ والخنازیر ثابت ہے مگر اس کی ذات پر خالق القردۃ والخنازیر کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے زرع ثابت ہے مگر اس کو زرّاع کہنا جائز نہیں اسی طرح حضور کے لیے رعی (بکریاں چرانا ثابت ہے) مگر راعی (چرواہا) کا اطلاق جائز نہیں۔ اسی طرح آپ کے لیے خصف نعل (جوتی گانٹھنا ثابت ہے) لیکن آپ کو خصاف (موچی) کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح آپ کا قصر (کپڑے دھونا) ثابت ہے۔ مگر قصار (دھوبی) کا اطلاق آپ پر جائز نہیں علی ہذا القیاس۔ علم غیب آپ کے لیے ثابت ہے۔ لیکن عالم الغیب کا اطلاق آپ پر جائز نہیں۔ کیونکہ یہ عرف اور شرع میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور دوسرے کے لیے اس کا استعمال موہم شرک ہے۔

بنابریں اعلیٰ حضرت نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے[1]

حضرت مولانا سردار احمد محدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ لفظ عالم الغیب کا اطلاق ہم بھی عرفاً غیر خدا عزوجل پر نہیں کرتے[2]

مخالف مذکور لکھتے ہیں:

"اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم الغیب، عالم ماکان و مایکون اور علیم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے دوسری بات کا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے) منکر ملحد اور زندیق ہے اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے[3]"

عالم ماکان و مایکون کی بحث ان شاء اللہ آگے آجائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا ہم صحیح نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر علیم بذات الصدور کے اطلاق کا کوئی قائل نہیں ہے۔

ابھی ہم نے قارئین کرام سے گزارش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبریں دی ہیں اور غیب کی خبریں دینا غیب کے علم کو مستلزم ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کو غیب کی خبروں کا علم ہے اب ہم آپ کے سامنے قرآن کریم سے وہ آیات پیش کرتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔

- ذالک من انباء الغیب نوحیه الیک (آل عمران: ۴۴) یہ قصے ان منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ جس غیب کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

---

[1] اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ — الامن والعلی ص ۲۰۳۔

[2] حضرت مولانا سردار احمد متوفی ۱۳۸۲ھ — مناظرہ بریلی ص ۱۰۶

[3] محمد سرفراز خاں صفدر — ازالۃ الریب ص ۳۸

۲- تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک (سورہ ہود: ۴۹)
یہ قصے منجملہ ان اخبار غیب کے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

۳- ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ (آل عمران ۱۷۹)
اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے (اطلاع علی الغیب) کے لیے پسند کر لیا ہے ان لوگوں کو جو اس کے رسول ہیں۔

۴- عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ (جن ۲۶، ۲۷)
اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور وہ اپنے خاص غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوا ان لوگوں کے جو اس کے پسندیدہ ہیں جو اس کے رسول ہیں۔

یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن سے ظاہر ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ اور آپ پہلے جان چکے ہیں کہ علم کا ذریعہ خبر صادق ہے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبریں دے دیں تو آپ کو غیب کا علم حاصل ہو گیا۔ واللہ محمد۔

## علمِ غیب کا اطلاق:

دیدہ و بینا کے لیے اللہ تعالیٰ کے غیر پر علم غیب کا اطلاق قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذین یومنون بالغیب (بقرہ - ۳)
(متقین) وہ لوگ ہیں جو غیب کو مانتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، جنت دوزخ، حشر نشر، جن ملائکہ، عرش کرسی حیات بعد الموت وغیرہ کو مانتے ہیں اور یہ سب امور غیب سے ہیں اور ان سب کو

ماننا فرع ہے جاننے کی معلوم ہوا کہ متقین غیب کو جانتے ہیں یعنی غیب کا علم رکھتے ہیں۔ دوسری طرز پر یوں کہا جا سکتا ہے یؤمنون بالغیب کا معنی ہے یصدقون بالغیب کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے اس لیے اب یؤمنون بالغیب کا معنیٰ ہوا یعلمون بالغیب قرآن کریم کی یہ نص صریح اس بات پر صراحۃً ناطق ہے کہ علم غیب کا اطلاق متقین پر بھی ہے۔ چہ جائیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ہو۔

اسی وجہ سے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وما کلفنا اللہ الایمان بالغیب الا وقد یفتح لنا باب غیبہ۔ [۱] | اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا اس وقت مکلف کیا ہے جب اس نے ہم پر غیب کے دروازے کھول دیے |

۲۔ علامہ زمخشری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وانما نعلم منہ ما اعلمناہ او نصب لنا علیہ دلیلا علیہ ولھذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب و ذالک نحو الصانع وصفاتہ والنبوات وما یتعلق بھا والبعث و النشور والحساب والوعد والوعید وغیرہ [۲] | ہمیں غیب میں سے ان چیزوں کا علم ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلایا یا اس پر دلیل قائم کر دی اس سبب مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص کو غیب کا علم ہے۔ اور جن غیبوں کا علم ہے وہ یہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات نبوت اور اس کے متعلقات موت بعد الحیات حساب کتاب اور وعد وعید وغیرہ۔ |

۳۔ علامہ میر سید شریف جرجانی حاشیہ کشاف پر لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| انما لم یحسن الاطلاق فی | کسی شخص کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت |

---

[۱] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ — زرقانی المواہب ج ۷، ص ۲۰۰

[۲] جار اللہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ — کشاف ص ۱۲۸۔

غیرہ تعالیٰ لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ ابتداءً فیکون تنافضا و اما اذا قید و قیل اعلمہ اللہ تعالیٰ الغیب ام اطلعہ علیہ فلا محذور فیہ ۔ [1]

اسی لیے جائز نہیں ہے کہ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوگا کہ یہ شخص از خود علم غیب رکھتا ہے لیکن جب مقید کر کے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم غیب دیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب پر مطلع کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔ اسی بحث میں امام رازی فرماتے ہیں۔

قد بینا ان الغیب ینقسم الیٰ ما علیہ دلیل و الیٰ ما لا دلیل علیہ و اما الذی لا دلیل علیہ فھو سبحانہ تعالیٰ العالم بہ لا غیرہ و اما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب ما لنا علیہ دلیل [2]

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ ہے (عطائی) ایک وہ جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں (ذاتی) پس جو ذاتی غیب ہے اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور جو عطائی غیب ہے اس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس غیب کا ہمیں علم ہے۔

۵۔ امام ابن جریر طبری حضرت خضر کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں:

عن ابن عباس قیل من انہ کان رجلا یعمل علی الغیب قد علم ذٰلک [3]

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ خضر ایک شخص تھے جو غیب کے مطابق عمل کرتے تھے اور ان کو اس غیب کا علم تھا۔

۶۔ علامہ بیضاوی شافعی وعلمناہ من لدنا علما کہف ۶۵ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ — حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸۔

[2] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ — تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۹۔

[3] ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ — جامع البیان پ ۱۶ ص ۱۸۳۔

مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب [1]

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا جس کو ہمارے دیے بغیر کوئی نہیں جان سکتا اور وہ غیوب کا علم ہے۔

۷۔ اور اسی آیت کی تفسیر میں امام قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

علمناہ من لدنا علما ای علم الغیب [2]

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا یعنی علم غیب۔

۸۔ اور علامہ آلوسی حنفی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

علمناہ من لدنا علما: ای علما لا یکتنہ کتنہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیب [3]

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا جس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا نہ کوئی اس کے مرتبہ کا اندازہ کر سکتا ہے اور وہ علم غیب ہے۔

۹۔ اور علامہ ابوسعود حنفی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وعلمناہ من لدنا علما: ای خاصا لا یکنہ کنہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیوب [4]

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے خاص علم دیا جس کی حقیقت اور مرتبہ کو کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیوب ہے۔

۱۰۔ اور علامہ شوکانی وعلمناہ من لدنا علما کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھو لما علمناہ سبحانہ

ہم نے (حضرت خضرؑ) کو اپنے پاس سے وہ علم دیا

---

[1] قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ۔ تفسیر بیضاوی علی ہامش۔ عنایت القاضی للخفاجی ج ۲ ص ۹۱۹۔

[2] امام ابوعبداللہ بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۶

[3] علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی پ ۲۶ ص ۳۳۰

[4] قاضی ابوسعود محمد بن محمد الحنفی متوفی ۹۵۱ تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۵۲۶۔

من علم الغیب الذی استاثرہ۔ | جو ہمارا خاص علم غیب ہے۔

۱۱۔ اور علامہ اسماعیل حقی حنفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علمناہ من لدنا علما، هو علم الغیب[۲] | ہم نے (خضر علیہ السلام) کو اپنے پاس سے علم دیا جو کہ علم غیوب ہے۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب۔ (انعام: ۵۰) | آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں

۱۲۔ اس کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

مالم یوحی الی ولم ینصب علیہ دلیل[۲] | (میں غیب کو اس وقت تک نہیں جانتا) جب تک کہ مجھ پر وحی نہ کی جائے یا غیب پر کوئی دلیل قائم نہ کی جائے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اقامتہ دلیل یا وحی کے ذریعہ میں غیب کو جانتا ہوں۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسولہ من یشاء[۳] (آل عمران: ۱۷۹) | اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تم عام لوگوں کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ تعالیٰ (اطلاع علی الغیب کے لیے) پسند کر لیتا ہے جسے چاہے جو اس کے رسول ہیں۔

---

[۱] محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ۔ تفسیر فتح القدیر ج ۳۔ ص ۲۹۹۔

[۲] شیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۰ھ روح البیان ج ۲، ص ۵۰۸۔

[۳] قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ تفسیر بیضاوی علی حاشیۃ الخفاجی ج ۔۴۔ ص ۶۴۔

۱۳۔ علامہ نظام الدین حسین بن محمد نیشاپوری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

او المراد ما کان اللہ لیطلعکم کلکم عالمین بالغیب من حیث یعلم الرسول حتی تصیروا مستغنی عن الرسول [1]

یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم تمام لوگوں کو علم غیب نہیں دینا چاہتا جس طرح رسول کو علم (غیب) دیا ہے تاکہ تم رسول سے مستغنی نہ ہو جاؤ۔

۱۴۔ اور اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں،

وما کان اللہ لیجعلکم کلکم عالمین بالغیب من حیث یعلم الرسول حتی تصیروا مستغنی عن الرسول [2]

اللہ تعالیٰ تم سب لوگوں کو علم غیب نہیں دینا چاہتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیا ہے تاکہ تم رسول سے مستغنی نہ ہو جاؤ۔

وما ھو علی الغیب بضنین۔ (تکویر: ۲۴)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔

۱۵۔ علامہ علاؤ الدین خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

انہ یاتیہ علم الغیب و لایبخل بہ [3]

آپ کے پاس علم غیب آتا تھا اور آپ بخل نہیں کرتے تھے۔

---

[1] علامہ نظام الدین حسین بن محمد نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ تفسیر غرائب القرآن علی ہامش جامع البیان پ۴ ص۱۵

[2] فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۰۶

[3] علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۵۷

[4]۔ علامہ نیشاپوری کا سن وفات ۷۲۸ھ کشف الظنون میں نقل کیا ہے۔ البتہ مصنف روضات الجنات نے لکھا ہے مولف نویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے ان کا عصر و عہد سید شریف جرجانی۔ جلال الدین دوانی حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے معاصرین سے ملتا ہے۔ ان کی تفسیر کے اختتام کی تاریخ ۸۵۰ھ کے بعد کی ہے (روضات الجنات ص ۲۲۵)

امام بخاری نے باب من لم یر الرؤیا لاول عابر اذا لم یصب کے تحت حضرت ابن عباس رضؓ سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک خواب بیان کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اس خواب کی تعبیر بیان کی تعبیر بیان کرنے کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا:

| | |
|---|---|
| فاخبرنی یا رسول اللہ بابی انت اصبت ام اخطأت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصبت بعضا و اخطات بعضا قال فواللہ یا رسول اللہ لتحدثنی بالذی اخطأت قال لاتقسم [1] | یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں مجھے بتائیں کہ میں نے صحیح تعبیر بیان کی ہے یا غلط آپ نے فرمایا بعض صحیح اور بعض غلط ابوبکر رضؓ نے عرض کیا یارسول اللہ قسم بخدا آپ مجھے میری خطا ضرور بتائیں آپ نے فرمایا قسم نہ کھاؤ |

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس وقت حضرت ابوبکر کو ان کی تعبیر میں غلطی نہیں بتلائی اس کی وجہ لکھتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| محل علم غیب فجاز ان یختص بہ یخفیہ عن غیرہ [2] | (خواب کی اصل تعبیر) علم غیب تھا اور حضور کے لیے جائز تھا کہ اس علم غیب کو آپ اپنے ساتھ خاص رکھتے اور دوسروں سے مخفی رکھتے۔ |

۱۷۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| و متی استفصل فقال اردت بقولی المؤمن یعلم الغیب | جب کوئی شخص کہے کہ مومن غیب جانتا ہے تو اس سے اس کی تفصیل معلوم کی جائے اور |

---

[1] امام ابوعبداللہ البخاری المتوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۳

[2] حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۳۷

ان بعض الاولیاء قد یعلمه الله
ببعض المغیبات قبل منه ذالك
لانه جائز عقلاً و واقع نقلاً
اذ هو من جملة الکرامات
الخارجة عن الحصر علی عمر
الاعصار فبعضهم یعلمه
بخطاب و بعضهم یعلمه بکشف
حجاب و بعضهم یکشف له
عن اللوح المحفوظ حتی یراه [1]

وہ یہ کہے کہ اس قول سے میری مراد یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ غیب کو جانتے ہیں۔ تو اس کا یہ قول مقبول ہوگا کیونکہ یہ بات عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت اور واقع ہے کیونکہ یہ اولیاء اللہ کی ان کرامات سے ہے جو شمار سے باہر ہیں۔ پس بعض اولیاء اللہ کے خطاب سے غیب کا علم رکھتے ہیں۔ بعض کشف حجاب سے اور بعض کے لیے لوحِ محفوظ منکشف کر دی جاتی ہے اور وہ لوح محفوظ کو دیکھ لیتے ہیں۔

۱۸۔ ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

قال الشیخ الکبیر ابو عبد
الله فی معتقد و نعتقد ان العبد
ینقل فی الاحوال حتی یصیر
الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب [2]

شیخ کبیر ابو عبداللہ نے معتقد میں بیان کیا کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بندہ اپنے احوال میں ترقی کرتا ہوا نعت روحانیت تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کو غیب کا علم ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ و یجاب بان قوله ذالك لا
ینافی النص ولا یتضمن تکذیبه
لصدقه بکونه یعلم الغیب فی
قضیة و هذا لیس خاصا بالرسل
بل یمکن وجوده لغیرهم من

(فلاں شخص کو غیب کا علم ہے) یہ قول نہ قرآن کے منافی ہے نہ اس کی تکذیب کو مستلزم ہے کیونکہ کسی معاملہ میں اس کا کہنا مجھے غیب کا علم ہے صحیح ہے اور یہ رسولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ صدیقین کے لیے بھی جائز

---

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ — فتاوی حدیثیہ ص ۲۶۸

[2] علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۱ ص ۶۲۔

| | |
|---|---|
| الصد لیقنی فالخواص یجوز ان یعلو الغیب فی قضیتہ او قضایا کما وقع لکثیر منھم واشتھر ؎۱ | ہے پس خواص مومنین کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی ایک معاملہ یہ متعدد معاملات میں کہیں کہ ہمیں غیب کا علم ہے۔ |

مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔ (محصلہ ازالۃ الریب ص ۳۸)

اب گزارش یہ ہے کہ علامہ زمخشری[۱] متوفی ۵۳۸ھ - علامہ میر سید شریف[۲] جرجانی متوفی ۸۴۰ھ - امام فخر الدین[۳] رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ - ابو جعفر محمد[۴] بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ - قاضی عبداللہ بن عمر[۵] بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ - محمد[۶] بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ - امام ابو عبداللہ[۷] بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۷۱ھ - علامہ سید محمود آلوسی[۸] متوفی ۱۲۷۰ھ - ۹ - شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ - ۱۰ - قاضی ابو سعود محمد بن محمد العمادی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ - ۱۱ - نظام الدین حسین بن محمد نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ - ۱۲ - علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ - ۱۳ - حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ - ۱۴ - علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ - ۱۵ - علامہ علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ - ۱۶ - سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ یہ وہ علماء اور مشائخ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لیے علم غیب ثابت کیا مخالف مذکور کی تحقیق کے مطابق - یہ سب حضرات کافر اور مشرک قرار پائے۔

بتوں کے گھر میں لٹتے تو کوئی بات نہ تھی
ستم تو یہ ہے لٹے ہیں خدا کی بستی میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (عطائی) علم غیب ماننے پر مخالف مذکور کے خون آشام فتوی کفر کے ایک ہم ہی شکار نہیں ہیں۔ ذرا اپنے گھر کی بھی خبر

---

؎۱ سید محمد ابن ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین شامی ج ۲ ص ۳۱۱

ہیں۔ یہ ہیں آپ کے حکیم الامت لکھتے ہیں:[1]

پھر آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب[2] کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ۔ وضاحت از مصنف) ومجنون (پاگل وضاحت از مصنف) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم (جانور۔ وضاحت از مصنف) کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا۔ تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک

---

[1] مخالف مذکور لکھتے ہیں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور جس کسی ولی اور بزرگ کسی نبی اور فرشتہ حتیٰ کہ جناب امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب نہیں تھا الی ان قال کتاب پڑھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور ذاتی اور عطائی وغیرہ کی دور از کار بحثیں بیک نظر سامنے آجاتی ہیں (سرورق ازالۃ الریب) نیز لکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر بھی علم غیب حاصل نہ تھا (ازالۃ الریب ص ۵) نیز لکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔ (محصلہ ازالۃ الریب ص ۳۸) سعیدی غفرلہ۔

[2] اس سے پہلے ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حوالہ سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق صحیح نہیں ہے اس لیے عالم الغیب کا لفظ اور اطلاق خارج از بحث ہے۔ گفتگو علم غیب میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔[1]

## علم غیب کا اطلاق (مدرسہ دیوبند سے)

ہواؤں کا رخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آرہا ہے
نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

اس سے پہلے ہم نے علماء اسلام کی وہ عبارات پیش کی تھیں جنھوں نے ان عبارات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ اب ہم قارئین کے سامنے خود مخالف مذکورہ کے گھرانے سے اور ان کے معنوی آباء اجداد کے خانوادہ علمی سے یہ ثابت کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اکابر دیوبند نے اپنی عبارات میں علم غیب کا اطلاق کیا ہے

ملاحظہ فرمائیے سرفراز صاحب کے حکیم الامت لکھتے ہیں۔

۱۸۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا[2] اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو (عام لوگ۔ وضاحت از مصنف) بلکہ ہر صبی و مجنون (بچہ اور پاگل۔ وضاحت از مصنف) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانور۔ وضاحت از مصنف) کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ حفظ الایمان (مطبوعہ دیوبند) ص ۱۰، ۱۱۔

[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا اہلسنت کے نزدیک صحیح نہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حوالہ کے ساتھ اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ عالم الغیب کا اطلاق یا عدم اطلاق اصل محل نزاع سے خارج ہے ہماری اصل گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کے اطلاق میں ہے۔ جس کو سرفراز صاحب نے حضور کے لیے عطا کے طور پر بھی غیر حاصل اور کفر و شرک قرار دیا ہے ۱۲۔ سعیدی۔

ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے [۱]

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جو باتیں صاف اور صریح سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ تھانوی صاحب نے اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

۲۔ تھانوی صاحب ہر آدمی کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ۱۹

۳۔ تھانوی صاحب نے بچوں کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ۲۰

۴۔ تھانوی صاحب نے پاگلوں کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ۲۱

۵۔ تھانوی صاحب نے حیوانات اور بہائم (جانوروں) کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ۲۲

دیکھئے مخالف مذکور تو اولیاء اور انبیاء تو کجا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی علم غیب ماننے والے کو کافر اور مشرک کہتے ہیں اور ان کے تھانوی صاحب نے عام آدمیوں سے لے کر جانوروں تک کے لیے علم غیب ثابت کر دیا ہے۔ انہیں کیا کہیئے گا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آئیے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق غیب کے بارے میں مخالف کے گھر کی

---

[۱] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ حفظ الایمان ص ۱۰، ۱۱۔ مطبوعہ دیوبند۔

کچھ اور سیر کرائیں۔

۲۳۔ مرتضیٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں!

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے[1]

۲۴۔ نیز لکھتے ہیں:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں[2]

۲۵۔ مزید لکھتے ہیں:

جو بعض علوم غیبیہ کہ واقع میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہیں۔ اس سے تو یہاں نہ گفتگو ہے نہ اس کی کوئی عاقل مراد لے سکتا ہے۔

۲۶۔ مرتضیٰ حسین چاند پوری خلیفہ مجاز اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں!

حاصل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں[4]

نیز خلیفہ اشرف علی صاحب تھانوی جناب چاند پوری لکھتے ہیں!

۲۷۔ صاحب حفظ الایمان کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں[5]

---

[1] مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۰

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۰

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲

[5] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳

(اہلسنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

نیز لکھتے ہیں کہ:

۲۸۔ تو ثابت ہو گیا کہ مراد مفہوم علم غیب ہے جو ایک کلی ہے اس کا ایک فرد ذات مقدسہ کے لیے بھی ثابت ہو سکتا ہے اور غیر کے لیے بھی (وہ فرد عطائی علم غیب ہے (سعیدی) اور اسی کا دوسرا فرد وہ ہے جو نہ آپ کے لیے ثابت ہو سکے نہ آپ کے غیر کے لیے۔ وہ مخصوص بذات باری عز اسمہ ہے[1] (اور یہ فرد علم غیب ذاتی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

۲۹۔ اور سنیے یہ ہیں حسین احمد مدنی صاحب۔ تھانوی صاحب کی عبارت کی تدبیر کرتے ہیں۔

پس خلاصہ مولانا کی بحث کا یہ ہے کہ لفظ عالم الغیب کہنا آپ کی ذات مقدسہ کے واسطے جائز نہیں اور اس کے لیے دو دلیلیں ذکر فرمائیں اول یہ کہ حسب قول سائل حضور علیہ السلام کا علم غیب ذاتی نہیں ہے بلکہ بتعلیم اللہ تعالیٰ ہے اور چونکہ عالم الغیب اس کو کہتے ہیں جس کا علم ذاتی اور بغیر تعلیم کے ہو اور اسی وجہ سے خداوند کریم اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام کو یہ لفظ کہنا ممنوع ہوگا۔ جیسے کہ لفظ رازق و خالق خدا و معبود[2] وغیرہ کہنا ممنوع ہوا اگرچہ یہ الفاظ دوسرے معانی کے اعتبار سے صحیح ہوں[3] مگر ایہام کے سبب ناجائز ہوئے۔ دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ عالم

---

[1] مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۱۵۔

[2] خدا اور معبود کی مثال یہاں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بندہ میں خدا اور معبود کے معنی اصلاً نہیں پائے جاتے جیسے خلق (بنانا) رزق (دینا) کے معنی ایک اعتبار سے پائے جاتے ہیں خدا اور معبود کا معنی کسی اعتبار سے نہیں پایا جاتا۔

[3] خدا اور معبود کا اطلاق بندہ پر کسی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ سعیدی۔

الغیب جس کا اطلاق ذات مقدس نبویہ پر ہوا ہے کسی معنی کے اعتبار سے کرتے ہو یعنی اگر عالم کے یہ معنی ہیں کہ تمام مغیبات کا جاننے والا ہو تو یہ معنی آپ میں موجود نہیں اور اگر اس لفظ کے یہ معنی ہیں کہ بعض مغیبات کا جاننے والا ہو تو بعض کا علم تو سب کو ہے کیونکہ کروڑ دہ کروڑ بھی بعض ہے اور ایک بھی بعض ہے غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں یہ نہیں کہہ رہے کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے۔ بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کے اطلاق نہ کرنے میں مدنی صاحب نے جو دلیل ذکر کی ہے (بعض تصحیح کے ساتھ جس کا ہم نے حاشیہ پر ذکر کیا ہے) اس سے ہم کو اتفاق ہے اور نہ ہی یہ امر مختلف فیہ ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں لیکن اس کو کیا کیجیے کہ تھانوی صاحب اور خلیفہ مجاز تھانوی صاحب چاند پوری کی طرح مدنی صاحب نے بھی اپنی اپنی عبارتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطائی علم غیب ثابت کیا ہے اور ایسا کرنے والے کو مخالف مذکور نے ازالۃ الریب میں مشرک اور کافر قرار دیا ہے۔ اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ ان کے حکیم الامت، اور خلیفہ مجاز چاند پوری صاحب اور مدنی صاحب کافر اور مشرک ہوئے یا نہیں [2]

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تھانوی صاحب کے ایک اور خلیفہ مجاز عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں:

۳۔ بعض بزرگوں کے حالات حضرت (تھانوی صاحب۔ وضاحت از مصنف) نے

---

[1] حسین احمد مدنی — شہاب ثاقب ص ۱۰۵، ۱۰۶، مطبوعہ دیوبند

[2] غیب دانی یعنی غیب کو جاننا اور علم غیب اسی کو مخلوق کے لیے ثابت کرنا مخالف کے نزدیک کفر اور شرک ہے۔ (سعیدی)

اپنی زبان سے اس طرح ارشاد فرمائے کہ گویا "در حدیث دیگراں" بعینہٖ ہم لوگوں کے جذبات و خیالات کی ترجمانی ہو رہی ہے۔ دل نے کہا دیکھو روشن ضمیر ہیں تمام سارے ہمارے مخفیات ان پر آئینہ ہوتے جا رہے ہیں صاحب کشف و کرامت ان سے بڑھ کر کون ہوگا الی ان قال۔ خیر اس وقت تو گھراتہ اس غیب[1] دانی اور کشف صدر کا سے کر اٹھائیے[2]

اور منظور نعمانی لکھتے ہیں:

۳۱۔ غیب کی باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے۔ جو دوسرے سے مخفی ہے[3]

لیجئے تھانوی صاحب کا ایک اور بیان ملاحظہ فرمائیے۔ روایت چاندپوری صاحب کی ہے بیان ان کا ہے اور مخاطب اعلیٰ حضرت ہیں،

خان صاحب بغور ملاحظہ فرمائیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدت فیوضہم نے ایسا نہیں کیا۔ حضور کی فہم و دانش کی خوبی ہے اس اعتراض کا جواب لبسط البنان میں بخوبی مذکور ہے۔

حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

۳۲۔ علم بے واسطہ اور علم محیط جمیع اشیاء کا کہ جس سے کوئی چیز بھی باقی نہ رہے یہ باری تعالیٰ شانہ کے ساتھ خاص اور جو علوم لازم اور ضروری مقام نبوت کے لیے ہیں وہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں اس میں آپ کا کوئی شریک نہیں کیونکہ جس درجہ کی آپ کی نبوت ہے اس درجہ کا آپ کو علم، تو جو علوم

---

[1] غیب دانی یعنی غیب کو جاننا اور علم غیب اسی کو مخلوق کے لیے ثابت کرنا مخالف کے نزدیک کفر اور شرک ہے۔ (سعیدی)

[2] عبد الماجد دریا بادی — حکیم الامت ص ۴۴۔

[3] منظور نعمانی سنبھلوی — فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۴۴۔

آپ کو مرحمت ہوئے ہیں ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا لانہ سید الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور تیسرا درجہ علم الغیب کا وہ ہے جو زید وعمرو وبکر صبی مجانین جملہ حیوانات کو حاصل ہے اس میں کوئی کمال نہیں ان مراتب ثلاثہ کا ذکر حفظ الایمان میں بھی موجود ہے۔ الی ان قال خاں صاحب عقل کی ہر جگہ ضرورت ہے نفس الامر میں ان مراتب ثلاثہ کا ہونا اور بات ہے اور وجہ تسمیہ میں ذکر نہ کرنا اور بات ہے بلکہ ذکر بھی ایک طرح کا نہیں کسی کا ذکر صراحۃً ہوتا ہے اور کسی کا ضمناً وکنایۃً[1]

لیجئے مخالفین کے حکیم الامت کے خلیفہ مجاز نے تھانوی صاحب کے حوالہ سے علم غیب کے تین درجات بیان کیے ہیں:

۱۔ وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

۲۔ وہ علم غیب جو عام انسانوں سے لے کر حیوانات تک سب کو حاصل ہے۔

۳۔ وہ علم غیب جو حضور کے شایان شان اور آپ کا خاصہ ہے۔

آخری دو درجہ وہ ہیں جن کو ثابت کرنے والے مخالف کو آپ مشرک اور کافر کہتے ہیں۔

اور سنیئے منظور نعمانی لکھتے ہیں:

۳۳۔ اس سے صراحۃً معلوم ہوجاتا ہے کہ زید، عمرو۔ وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے[2]

نیز نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

۳۴۔ "مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہوجاتی ہے۔"

---

[1] مرتضیٰ حسین چاندپوری متوفی ۱۳۷۱ھ — توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۲۱

[2] محمد منظور نعمانی — فیصلہ کن مناظرہ (در رسائل ثلاثہ) ص ۱۸۹

## ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے:

اس کا ثبوت بھی خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

۳۵- فاضل موصوف الدولۃ المکیۃ ص ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں:

"بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت و دوزخ پر، اللہ تعالیٰ اور اس کی ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لیے واجب ہے۔ (عربی عبارات چھوڑ کر صرف ترجمہ ذکر کیا ہے۔ وضاحت از مصنف)

نیز یہی خاں صاحب "خالص الاعتقاد" ص ۴۲ پر فرماتے ہیں:

(اللہ تعالیٰ ...... مسلمانوں کو فرماتا ہے "یومنون بالغیب" غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن ہے؟ لاجرم تفسیر کبیر میں ہے، لا یمتنع ان نقول من الغیب مالنا علیہ دلیل" یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لیے دلیل ہے"۔

۳۶- خاں صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے[1]

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا" یہ حضرات "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر علم غیب کے اطلاق کو کفر اور شرک کہتے ہیں اور علم غیب کی نفی پر آیتوں پر آیتیں پڑھتے چلے جاتے ہیں اور نفی علم غیب پر احادیث و آثار کا

---

[1] محمد منظور نعمانی فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۹۲، ۱۹۳۔

انبار لگا دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں ہر زید و عمرو پر علم غیب کا اطلاق کر دیا ہے تو تھانوی صاحب کے خلفاء اور اکابر علماء دیوبند نامومنین کے لیے علم غیب مان رہے ہیں اور عام مومنین کیلئے علم غیب ثابت کرنے کے لیے انہیں دلائل کا سہارا لے رہے ہیں۔ جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الدولۃ المکیۃ میں اور خالص الاعتقاد میں بیان کیے ہیں سے

نہ جہاں میں کہیں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

ذرا ایک قدم اور آگے چل کر سنیئے نعمانی صاحب علم غیب کے اطلاق میں اور ترقی کرتے ہیں۔

سُرخی قائم کرتے ہیں:

٣٧ "دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم ہے"۔

ہم ابھی ابھی الدولۃ المکیۃ سے خاں صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ "حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں" (اور یہ بالکل صحیح ہے)

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذاتِ خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس و مبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے۔ جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت یا اس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہوا تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا۔ اور خاں صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور ریگستان کے ذرے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں[1]

---

[1] محمد منظور نعمانی فیصلہ کن مناظرہ ص ١٥٢

صاحب ہم کو تو سب کچھ تسلیم ہے آپ کے پیر و مرشد تھانوی صاحب نے چونکہ لکھ دیا کہ عام آدمیوں، بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی علم غیب ہوتا ہے اس لیے آپ اعلیٰ حضرت کے کندھے پر بندوق رکھ کر کائنات کے ذرے ذرے اور چپہ چپہ کے لیے علم غیب ثابت کر رہے ہیں اور دنیا کی ہر چیز پر بعض غیوب کا اطلاق کر رہے ہیں۔ لیکن اس کو کیا کیجئے گا کہ آپ ہی کے شاگرد جناب سرفراز صاحب نے دو ٹوک الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا کفر اور شرک ہے۔ (ازالۃ الریب) محصلہ ص ۳"

نیز انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر بھی علم غیب حاصل نہ تھا۔ (ازالۃ الریب) ص ۵

ذرا سوچیئے آپ کے پروردہ شاگرد نے آپ کو اور دوسرے اکابر دیوبند کو کہاں پہنچا دیا ہے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

آئیے اب ہم آپ کے سامنے خود مخالف مذکور کی عبارت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر علم غیب کا اطلاق ثابت کیے دیتے ہیں۔

مخالف مذکور تھانوی صاحب کی حفظ ایمان والی عبارت کی اصلاح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۸۔ مولانا مرحوم کی مراد یہ ہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی کیا تخصیص ہے ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم غیب کہ جس کے اعتبار سے تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب[1] کہتے ہو اور اطلاق

---

[1] ہم اس سے پہلے بھی کئی بار تصریح کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اہلسنت کے نزدیک صحیح نہیں تھانوی صاحب نے کسی فرضی سوال کا جواب دیا ہے۔

لفظ عالم الغیب کے لیے جتنے اور جس قدر کی ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو یہ زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ حیوانات اور بہائم کو بھی حاصل ہے تو چاہیئے کہ سب کو معاذ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ ان قائلین کے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لیے محض اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہو اور ان چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے اور نہ سہی تو کم از کم ذات باری تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات سے ہے [۱]

یہ وہی سرفراز صاحب ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعثت سے پہلے کی غیب کی کسی خبر پر اطلاع نہیں مانتے اور جو بعثت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنے کو کفر اور شرک کہتے نہیں تھکتے۔ آج اللہ نے انہیں ایسا خراب کیا ہے کہ تمام انسانوں اور حیوانوں سب کے لیے علم غیب ثابت کر رہے ہیں اور تکفیر کے جس خنجر کو انھوں نے ازالۃ الریب سے آب دار کیا تھا عبارت اکابر لکھ کر اسی خنجر سے خودکشی کر لی ہے۔ کذالک العذاب و لعذاب الاخرۃ اکبر۔

اخیر میں مخالف مذکور کی یہ عبارت بھی ملحوظ رکھی جائے۔

راقم نے جو چیز ثابت کی ہے وہ غیب کی خبریں ہیں ...... اور جس چیز کی نفی کی ہے وہ علم غیب ہے وہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر حاصل تھا اور نہ عطائی طور پر اگر آپ کو انباء الغیب، اخبار الغیب اور علم غیب میں فرق معلوم نہیں یا آپ کے لائق استادوں نے آپ کو نہیں بتایا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ آپ دیوبندی مسلک کے کسی طالب علم ہی سے یہ فرق معلوم کر لیتے اور اب بھی کوئی مضائقہ نہیں! [۲]

---

[۱] محمد سرفراز خاں صفدر عبارات اکابر

ہر آنکس کہ نداند وبداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الآباد بماند

اس عبارت میں مخالف مذکور نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مطلقاً علم غیب کی نفی کی ہے خواہ ذاتی ہو یا عطائی اور اس سے پہلے "عبارات اکابر" والی عبارت میں عام انسانوں سے لے کر جانوروں تک علم غیب کو ثابت کیا ہے اور مانا ہے۔

تمہاری تہذیب آپ ہی اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا ناپائیدار ہوگا

یہ بحث بہت طویل ہو گی لیکن مخالف مذکور نے جس طنطنہ، تعلی اور تفاخر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پر قلم اٹھایا تھا اس قلم کو توڑنا ضروری تھا اور یہ تبلانا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کر رہے ہو اور تمہارے اکابر اور اساتذہ مثلاً اشرف علی تھانوی، مرتضیٰ حسین چاندپوری، حسین احمد مدنی اور محمد منظور نعمانی یہ سب حضرات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر دنیا کی ہر چیز کے لیے علم غیب ثابت کر رہے ہیں۔ تم نے ہمارا گھر جلانے کے لیے جو آگ لگائی تھی ذرا دیکھو تو سہی کہیں وہ تمہارا ہی گھر تو نہیں پھونک رہی۔

مکافات عمل سے گروہ ہوں غافل تو ہوں بے شک
ہمارا کام ہے نیک اور برائی کو سمجھانا !

## ذاتی اور عطائی کی بحث :

مخالف مذکور لکھتے ہیں علم غیب نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر حاصل تھا اور نہ عطائی طور پر[1]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ

---

[1] محمد سرفراز خاں صاحب صفدر اتمام البرہان ص ٣٢۔

سراسر غیر اسلامی ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآنِ کریم کی دو آیتوں سے یہ بات صراحت او وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم شعر اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات کا علم عطا نہیں کیا تھا اور ذاتی و عطائی کا غیر معصوم آراد کے تحت خود ساختہ جھگڑا بھی ختم ہوا[۱]

مخالف مذکور نے جو ذاتی اور عطائی ہر اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کر دی اور بزعم خویش یہ دور از کار بحثیں اور جھگڑا ہی ختم کر دیا ہے اس سے پہلے باب میں ہم علم غیب ثابت کر چکے ہیں۔ ہم ابھی آپ کو دکھلائے دیتے ہیں کہ مخالف مذکور کے لائق اساتذہ اور خود انہوں نے براہین قاطعہ کی عبارت سنوارنے کے لیے اسی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کا سہارا لیا ہے بلکہ یہ بھی مانا ہے کہ بسا اوقات نبی علیہ السلام کو کسی شے کا علم ہوتا ہے اور توجہ نہیں ہوتی جو بات ہم اہلسنت کہتے ہیں وہ انہوں نے بھی کہی ہے اور جب یہ عبارات سامنے آجائے گی تو ان شاء اللہ العزیز حق واضح ہو جائے گا۔

منظور نعمانی صاحب براہین قاطعہ کی عبارت سنوارتے ہوئے لکھتے ہیں:

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متصل ہی اس کے بعد کی عبارت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں اور اسی کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے۔

یہاں تک تو سیاق و سباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف براہین کی صاف

---

[۱] محمد سرفراز خاں صفدر ازالۃ الریب ص ۱۴۲

واضح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطائی میں[1]

آگے چل کر لکھتے ہیں :

پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خاں صاحب برابر کے شریک نہ ہوں۔ اور اگر بفرض براہین میں یہ تصریح نہ بھی ہوتی اور سیاق و سباق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کر رہے ہیں تب بھی وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خاں صاحب کے لیے کسی طرح جائز نہ تھا۔ وہ خالص الاعتقاد ص ۲۸ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں۔ پس براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے اب درجہ اولیٰ ذاتی یا محیط کل پر محمول ہونی چاہیے[2]

شکر ہے آپ نے اعلیٰ حضرت کی اس تقسیم اور قاعدہ کو تسلیم کر لیا لیکن مشکل تو آپ کے شاگرد مذکور کے لیے ہے جنہوں نے اس تقسیم اور قاعدہ کو ماننے سے مطلق انکار کر دیا ہے جب انہیں اس تقسیم کی ضرورت پیش آئے گی تو کیا ہوگا۔

مخالف مذکور مؤلف براہین قاطعہ کی عبارت بطور استدلال کے نقل کرتے ہیں۔

اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو گیا۔ اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گنا اس سے زیادہ عطا فرما دے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کسی نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے اور

---

[1] محمد منظور نعمانی۔ فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۷۱، ۱۷۲۔

[2] محمد منظور نعمانی۔ فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۷۳

مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جاوے اس امر کا محض امکان سے تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہیئے۔ اور ثبوت ہو جانا نص سے واجب ہے مگر سوء فہم مولف کا قابل تماشا ہے کہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کا کوئی ثابت کرے ۔[1]

لیجئے جناب اب ہم نے آپ کی اعتماد کردہ اور نقل کردہ عبارت سے ذاتی اور عطائی کی تقسیم ثابت کر دی ہے۔

## عدم توجہ عدم علم کو مستلزم نہیں :

اور علم کے باوجود توجہ نہ ہونے کے بارے میں خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں :

ہاں کسی جزوی حادثہ حقیر کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہ فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا۔[2]

یہی عبارت بعینہ مخالف مذکور نے بھی عبارت اکابر ص ۸۸ا پر نقل کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مخالف مذکور نے بڑے طنطنہ سے یہ کہا تھا کہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم باطل ہے اور ہم نے ان کو اور ان کے اکابر کے قلم سے اسی تقسیم کو ثابت کر دیا ہے۔ وللہ الحمد۔

نگاہ شوخ کی کوتاہیوں کو کیا کہا جائے
کہ اپنی جنبش پیہم کے افسانے نہیں دیکھے

یہاں تک ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تدریجی، نبوت سے پہلے غیب کا علم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق ذاتی اور عطائی کا ثبوت بیان کیا ہے اب ہم آپ کے سامنے علم کے بارے میں اہلسنت کا مسلک، اس پر دلائل اور

---

[1] محمد سرفراز خاں صفدر عبارت اکابر ص ۱۸۰/۱۸۱۔

[2] خلیل احمد انبیٹھوی المہند علی المفند مجموعہ رسائل ص ۲۳۹

علماء اسلام کی عبارات پیش کریں گے۔ گفتگو لمبی ضرور ہو جائے گی مگر کیا کریں کہ ؎

تمہارے ہی فریب حسن کا میں زخم خوردہ ہوں
تمہیں ہر حال میں سننی پڑے گی داستاں میری

## علم کلی کے بارے میں اہل سنّت کا مسلک:

اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کے ہر ذرہ کا علم تفصیلی عطا فرمایا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ قطعی نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ہو۔ بعض علماء اسلام نے حضور کے لیے کائنات کا علم تفصیلی نہیں مانا۔ بعض نے روح کے علم میں اختلاف کیا بعض نے امور خمسہ کے علم میں اختلاف کیا۔ ان حضرات کا یہ اختلاف نیک نیتی سے تھا۔ ہمارے مخاطب وہ لوگ ہیں جو دن رات تنقیص رسالت میں کوشاں رہتے ہیں اور بغض رسالت کی وجہ سے ان علوم کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

فضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کو جہنم میں جاتے دیکھیے تتمہ کلام استماع فرمائیے۔ ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔ آیا وہ روز ازل سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے ہیں۔ کسی نے کہا متشابہات کا کسی نے خمس کا، کثیر نے کہا ساعت کا اور عام علمائے باطن اور ان کی اتباع سے بکثرت علمائے ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا ما کان و مایکون بمعنی مذکور میں اندراجا کر غایت میں دخول وخروج دونوں محتمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں۔ بہر حال یہ مجموعہ بھی علوم الٰہیہ سے ایک بعض حقیقت بلکہ انباء المصطفیٰ حاضر ہے میں نے قصیدہ بردہ شریف اور اس کی شرح ملا علی قاری سے ثابت

یہ ہے کہ علم الٰہی تو علم الٰہی جو غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے مجموعہ ماکان و مایکون کا علم علوم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر سے ایک لہر ہے۔ پھر علم الٰہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی۔ اللہ کی قدر نہ جاننے والے اس کو معاذ اللہ علم الٰہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں ماقدر اللّٰہ حق قدرہٖ اور واقعی جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گننے پر خدائی آگئی تو ماکان و مایکون تو بڑی چیز ہے۔ خیر انہیں جانے دیجئے یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علمائے اہلسنت میں دائر ہے۔ مسائل خلافیہ اشاعرہ و ماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصل محل لوم نہیں۔ ہاں ہمارا مختار قول اخیر ہے جو عام عرفائے کرام و بکثرت اعلام کا مسلک ہے اس بارہ میں بعض آیات و احادیث و اقوال ائمہ حضرت کو فقیر کے رسالے انباء المصطفیٰ میں ملیں گے اور اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان و ما یکون وغیرہ رسائل فقیر میں بحمد اللہ تعالیٰ کثیر و وافر ہیں اور اقوال اولیائے کرام و علمائے عظام کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار ہے۔ [1]

## علم کلی پر دلائل :

الدولۃ المکیۃ، انباء المصطفیٰ اور توضیح البیان کے حوالہ سے ہم علم کلی پر ایک یہ دلیل پیش کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزولِ قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا۔ اس کے علاوہ ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ     خالص الاعتقاد ص ۱۴۸، ۱۴۹

وانزل الله علیك الکتب والحکمة وعلمك مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیك عظیما - (نساء - ۱۱۳)

ہم نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ سب کچھ تبلادیا - جیسے پہلے آپ نہیں جانتے تھے - اور آپ پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے -

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ما استعمال فرمایا ہے اور علمار اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ ما اپنے عموم اور استغراق میں قطعی ہے - اور قطعی کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی - ؎ اس لیے اگر بعض مفسرین نے یہاں مالم تکن تعلم (جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے) کو احکام شریعت کے ساتھ مقید کیا ہے تو وہ ناقابل التفات ہے اس آیت کا صریح مفاد اور قطعی مدلول یہ ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے خواہ وہ احکام شریعہ ہوں یا امور دنیویہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور آپ کو تبلادیے -

رہا یہ سوال کہ پھر اس آیت کے بعد باقی قرآن کیوں نازل ہوتا رہا اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ سورہ نساء مدنی سورتوں میں سے ہے اور کونسی سورۃ آخری ہے اس پر اتفاق نہیں - ایک قول یہ بھی ہے کہ سورۂ نساء کی چند آیات کی آخری آیات میں سے (الاتقان ج اص ۲۷) نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ سورہ نساء کے بعد چند سورتیں نازل ہوئی ہیں (اتقان ج اص ۲۶) لہٰذا جب کہ آخری سورۃ اور آخری آیت کا تعین قطعی نہیں ہے تو غیر قطعی چیز قطعی دلیل کے معارض نہیں ہو سکتی - ثانیاً اگر یہ مان بھی لیا جائے علمك مالم تکن تعلم (آپ اس سے پہلے جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو تبلادیا) کے بعد بھی قرآن مجید نازل ہوتا رہا تو یہ ہمارے دعویٰ کے خلاف

---

؎ صدر الشریعہ فرماتے ہیں - وعندنا قطعی مساو للخاص د العقطعی فلا یجوز تخصیصه منهما (توضیح ص ۱۰۵)

نہیں ہے کیونکہ بعض احکام اور واقعات کے معلوم ہونے کے بعد بھی آپ پر قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ دیکھیں قرآن کریم میں نماز کی فرضیت سے متعلق تقریباً سو آیات نازل ہوئیں۔ ظاہر ہے اس کا علم تو ایک مرتبہ نازل ہونے سے ہو گیا تھا باقی آیتوں کا نزول تعلیم کے سبب نہیں اور حکمتوں کے پیش نظر ہوا۔ سورہ فاتحہ کا دو مرتبہ نزول ہوا، قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو کئی کئی بار نازل ہوئیں۔ پس تعلیم کے لیے تو ایک مرتبہ نازل ہونا کافی تھا ایک مرتبہ کے بعد جو سورہ اور آیات نازل ہوتی رہیں وہ دیگر حکمتوں کی بنا پر تھیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول جانتے۔ بہر حال ان کا نزول تعلیم کے لیے نہیں تھا۔ وضو اور نماز پہلی نماز کے ساتھ فرض ہوئے۔ لیکن آیت وضو، سورہ مائدہ میں مدینہ میں نازل ہوئی اسی طرح پانچ نمازیں شب معراج مکہ میں فرض ہوئیں اور نماز پڑھنے کی تفصیل حضور کو پہلی وحی کے ساتھ معلوم تھی اس سے معلوم ہوا کہ آیت کے نزول سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام اور واقعات کا علم ہوتا تھا۔ آیات صرف تعلیم کے لیے نازل نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے اگر علمك مالم تعلم کے بعد بھی قرآن کریم نازل ہوتا رہا تو اس سے قطعی طور پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تعلیم احکام واخبار کے لیے ہی نازل ہوتا ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ غیر قطعی چیز قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔ باقی رہا یہ معارضہ کرنا کہ قرآن کریم میں ہے،

ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ (بقرہ : ۱۵۱)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔

اور یہ کہا جائے کہ یہاں بھی ما کا عموم قطعی ہے تو چاہیئے کہ امت کا بھی علم کلی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یعلمکم میں ضمیر کم بھی جمع ہے اور مالم تکونوا تعلمون بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو تقسیم احاد کی طرف احاد کی ہوتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امت کے جمیع افراد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ بتلا دیا جو سب وہ نہیں جانتے تھے۔ اس سے مساوات کا شبہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور تنہا ان تمام باتوں کو جانتے ہیں۔ جن باتوں کو تمام امت مل کر جانتی

ہے۔ پھر جس کو جو کچھ بتادیا وہ اس سے آگے نہیں بڑھا بلکہ یہ بھی ضروری نہیں اس کو وہ بتایا ہوا ہی یاد ہو۔ (جیسا کہ عنقریب احادیث سے ثابت ہوگا کہ حضور نے تو ابتداءِ خلق سے لے کر سب کچھ بتادیا تھا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلادیا اس نے بھلادیا) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام علم محفوظ ہے اور ہر آن ترقی پذیر ہے اور ان کا مولیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان کا علم بڑھتا رہے۔ ارشاد فرمایا:

قل رب زدنی علما۔ (طٰہٰ: ۱۱۴)

آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرے علم میں اور زیادتی فرما۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری میں تو صحابہ کرام کو احکام اور اخبار کی تعلیم دیتے ہی تھے۔ وصال کے بعد بھی آپ نے امتیوں کو محروم نہیں رکھا اور قیامت تک آپ کا فیضان جاری ہے۔ اور آپ امت مسلمہ کو تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم (جمعہ: ۲)

(حضور) صحابہ کو بھی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان بعد والوں کو بھی جو ابھی تک صحابہ سے واصل نہیں ہوئے۔

سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول انما اید ائمۃ المذاھب مذاھبھم بالمشی علی قواعد الحقیقۃ مع الشریعۃ اعلاما لاتباعھم بانھم کانوا علماء بالطریقین کانہ ویقول لا یصح خروج قول من اقوال الائمۃ المجتھدین

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ آئمہ مذاہب نے اپنے مذاہب کو شریعت کے ساتھ قواعد حقیقت کے مطابق رکھا ہے۔ تاکہ ان کے پیروکار جان لیں کہ ان کے آئمہ شریعت اور طریقت دونوں کے جامع ہیں اور سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ تمام اہل کشف کے نزدیک آئمہ مجتہدین ہیں

عن الشريعة ابدا عند اهل الكشف
قاطبة وكيف يصح خروجهم عن الشريعة
مع اطلاعهم على مواد اقوالهم من
الكتاب والسنة واقوال الصحابة
ومع الكشف الصحيح ومع اجتماع
روح احدهم بروح رسول الله صلى
الله عليه وسلم وسؤالهم عن
كل شيء توقفوا فيه من الادلة
هل هذا من قولك يا رسول الله ام
لا يقظة ومشافهة بالشروط المعروفة
بين اهل الكشف وكذلك كانوا يسألونه
صلى الله عليه وسلم عن كل شيء
فهموه من الكتاب والسنة قبل
ان يدونوه في كتبهم ويدينوا الله
تعالى به ويقولون يا رسول الله قد
فهمنا كذا من اية كذا وفهمنا
كذا من قولك في الحديث الفلاني
كذا فهل ترضيه ام لا ويعملون
لمقتضى قوله واشارته ومن توقف فيما
ذكرناه من كشف الائمة المجتهدين ومن
اجتماعهم برسول الله صلى الله عليه و
سلم من حيث الارواح قلنا له هذا من
جملة كرامات الاولياء بيقين وان

سے کسی کا قول شریعت سے باہر نہیں
ہوتا حالانکہ ان کے اقوال کی مدار کتاب
سنت اور اقوال صحابہ پر ہوئی ہے۔ پھر
ان کے اقوال کشف صحیح کے مطابق ہوتے
ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی روح رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے ساتھ ملاقات
کرتی ہے اور جن دلائل میں انہیں تردد ہوتا
ہے۔ وہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے سوال کرتے ہیں۔ اہل کشف کی شرائط
کے مطابق وہ نیند اور بیداری میں حضور
سے پوچھتے ہیں کہ یہ آپ کا قول ہے یا نہیں
اور کتاب وسنت سے متعلق ہر چیز پہلے
آپ سے پوچھتے ہیں۔ پھر اس کی کتاب
میں تدوین کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس
آیت یا حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے۔
آپ اس سے راضی ہیں یا نہیں۔ پھر حضور
کے فرمان کے مطابق فیصلہ کر کے لکھتے ہیں
اور یہ جو ہم نے آئمہ مجتہدین کی حضور سے
ملاقات اور استفادہ کا بیان کیا ہے۔ یہ
اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے اور اگر
آئمہ مجتہدین اولیاء نہ ہوں تو پھر روئے زمین
پہ کوئی ولی نہیں ہوگا۔ حالانکہ کثیر اولیاء اللہ

تکن الائمۃ المجتھدون اولیاء فما علی
وجہ الارض ولی ابدًا وقد اشتھر
عن کثیر من الاولیاء الذین ھم دون
الائمۃ المجتھدین فی المقام یقین
انھم کانوا یجتمعون برسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کثیرا ویصدقھم اھل
عصرھم علی ذٰلک کسیدی الشیخ عبد
الرحیم القناوی وسیدی الشیخ ابی مدین
المغربی وسیدی ابی السعود ابن ابی العشائر
وسیدی الشیخ ابراھیم الدسوقی وسیدی
الشیخ ابی الحسن الشاذلی وسیدی الشیخ
ابی العباس المرسی وسیدی الشیخ ابراھیم
المقبولی وسیدی الشیخ جلال الدین السیوطی
وسیدی الشیخ احمد الزواوی البحری
وجماعۃ ذکرناھم فی کتاب طبقات
الاولیاء ورایت ورقۃ بخط الشیخ
جلال الدین السیوطی عند احد اصحابہ
وھو الشیخ عبد القادر الشاذلی مراسلۃ
لشخص سالہ فی شفاعۃ عند السلطان
قایتبای رحمہ اللہ تعالی اعلم یا اخی
اننی قد اجتمعت برسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الی وقتی ھذا خمسا وسبعین
مرۃ یقظۃ ومشافھۃ ولولا خوفی من

کی شہرت ہے اور وہ مرتبہ میں مجتہد سے کم ہوتے
ہیں اور اولیاء کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
بکثرت ملاقات ہوتی ہے۔ جیسے شیخ عبدالرحیم
قناوی اور سیدی شیخ ابی مدین مغربی اور
سیدی ابوسعود ابن ابی العشائر اور سیدی
ابراہیم دسوقی اور سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی
اور سیدی شیخ ابوالعباس مرسی اور سیدی شیخ
ابراہیم متبولی اور سیدی الشیخ جلال الدین سیوطی
اور سید الشیخ احمد الزواوی البحری اور ایک
کثیر جماعت جس کا ذکر ہم نے کتاب طبقات
الاولیاء میں کیا ہے اور میں نے شیخ جلال
الدین سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط شیخ
عبدالقادر شاذلی کے پاس دیکھا کسی شخص
نے شیخ سیوطی سے سلطان قایتبائی رحمہ اللہ
تعالیٰ کے پاس سفارش کرنے کے لیے کہا
تھا اس کو علامہ سیوطی نے جواب میں لکھا اے
بھائی میں اب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پچھتر مرتبہ بیداری میں ملاقات کر چکا ہوں
اور اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ حکام کے دربار
میں حاضری سے میں اس نعمت سے محروم ہو
جاؤں گا تو میں تمہاری سفارش کر دیتا۔ لیکن میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا خادم
ہوں اور جن احادیث کو محدثین نے ضعیف

احتجابه صلى الله عليه وسلم عنى بسبب
دخولى للولاة لطلعت القلعة وشفعت
فيك عند السلطان وانى رجل من خدام
حديثه صلى الله عليه وسلم واحتاج اليه
فى تصحيح الاحاديث التى ضعفها المحدثون
من طريقهم ولا شك ان نفع ذالك ارجح من
نفعك انت يا اخى اه ويؤيد الشيخ جلال
الدين فى ذالك ما اشتهر عن سيدى محمد
بن زين المادح لرسول الله صلى الله عليه و
سلم انه كان يرى رسول الله صلى الله عليه و
سلم يقظة ومشافهة - ولما حج كلمه من
داخل القبر ولم يزل هذا مقامه حتى طلب
منه شخص من الحرافية ان يشفع له عند حاكم
البلد فلما دخل عليه اجلسه على بساط فانقطعت
عنه الرؤية فلم يزل يتطلب من رسول الله
صلى الله عليه وسلم الرؤية حتى قرأ له شعرا،
فتراءى له من بعيد فقال تطلب رؤيتى مع
جلوسك على بساط الظلمة لا سبيل لك الى
ذالك فلم يبلغنا انه راه بعد ذالك حتى مات
اه وقد بلغنا عن الشيخ ابى الحسن الشاذلى وتلميذه
الشيخ ابى العباس المرسى وغيرهما انهم كانوا يقولون لو
احتجبت عنا رؤية رسول الله صلى الله عليه وسلم طرفة
عين ما عددنا انفسنا من جملة المسلمين فاذا كان هذا

قرار دے دیا اس کی تصحیح معلوم کرنے کے
لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ملاقات کی ضرورت رہتی ہے اور اے بھائی
اجتماعی نفع تمہارے انفرادی نفع سے زیادہ
ہے اور اس کی تائید شیخ جلال الدین یہاں
کرتے ہیں کہ سیدی محمد بن زین جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت خواں تھے۔ اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ بیداری
میں ملاقات کرتے تھے۔ جب وہ حج کے لیے
گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل قبر سے
ان سے گفتگو فرمائی اور ان کا مقام یونہی بلند
رہا۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے حاکم شہر کے
ہاں سفارش طلب کی جب حاکم کے پاس گئے
تو اس نے انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ اس کے
بعد سے حضور کی زیارت منقطع ہو گئی۔ وہ
ہمیشہ حضور کی زیارت کی جستجو میں لگے رہے
تھے کہ ایک دن دور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا میری زیارت
طلب کرتے ہو اور ظالموں کے ساتھ مجلس کرتے
ہو۔ اس کے بعد ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ وہ زیارت
سے مشرف ہوا ہو حتیٰ کہ فوت ہو گیا اور شیخ
ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابو العباس
مرسی بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم پلک جھپکنے کی

الاولیاء فلائمۃ المجتھدون اولی بھذا المقام۔ وکان سیدی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول لا ینبغی لمقلد ان یتوقف فی العمل بقول من اقوال ائمۃ المذاھب ویطالبھم بالدلیل علی ذٰلک لانہ سوء ادب فی حقھم وکیف ینبغی التوقف عن العمل باقوال قد نبیت علی اصل صحیح الاحادیث اوعلی الکشف الصحیح الذی لایخالف الشریعۃ ابدا فان علم الکشف اخبار بالامور علی ما ھی علیہ فی نفسھا وھذا اذا حقیقتہ وجدتہ لایخالف الشریعۃ فی شئ بل ھو الشریعۃ بعینھا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یخبر الا بالواقع لعصمۃ من الباطل والظن اھ وسیاتی بیان ذٰلک قریبًا ان شاء اللہ تعالیٰ وسمعت سیدی علیاً المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول مرارًا کان ائمۃ المذاھب رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارثین لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علم الاحوال وعلم الاقوال معًا خلاف ما یتوھمہ بعض المتصوفۃ حیث قال

مقدار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل رہیں تو اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتے پس جب عام اولیاء اللہ کا یہ حال ہے۔ تو آئمہ مجتہدین تو اس سے زیادہ مقام کے مالک ہیں۔ اور سیدی خواص فرماتے تھے کہ مقلد کو اپنے امام کے قول پر عمل کرنے میں توقف نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ان کے قول پر دلیل طلب نہ کرنا چاہیئے کہ یہ بے ادبی ہے۔ اور ان اقوال پر عمل کرنے میں توقف کس طرح جائز ہوگا جو احادیث صحیحہ اور کشف صحیح پر مبنی ہیں جو کبھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتا۔ کیونکہ کشف صحیح ہمیشہ واقعی اور نفس الامری ہوتا ہے اگر تمہیں کشف نصیب ہو تو تم دیکھو گے کہ کشف صحیح شریعت کے مطابق ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ واقع کے مطابق خبر دیتے ہیں۔ کیونکہ آپ ظن اور باطل سے محفوظ ہیں۔ اور ان شاء اللہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ اور سید علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ بارہا بیان کرتے تھے۔ علم احوال اور علم اقوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوتے ہیں۔ بخلاف بناوٹی صوفیوں کے جو کہتے ہیں کہ مجتہدین صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف احادیث کے وارث ہیں۔ حتی کہ ان میں سے

ان المجتهدين لم يرثوا من رسول الله صلی
الله عليه وسلم الا علم المقال فقط حتی
ان بعضهم قال جميع ما علمه المجتهدون
كلهم ربع علم رجل كامل عندنا فی
الطريق اذ الرجل لا يكمل عندنا حتی
يتحقق فی مقام و لا يتسم بعلوم الحضرات
الاربع فی قوله تعالى هو الاول والاٰخر
والظاهر والباطن. وهولاء المجتهدون
لم يتحققوا اليسوی علم حضراة اسمه
الظاهر فقط لا علم لهم بعلوم حضرة
الازل والابد ولا يعلم الحقيقة انتهى.
قلت وهذا كلام جاهل باحوال الائمة
الذين هم اوتاد الارض وقواعد الدين و
الله اعلم. وسمعت سيدی عليا الخواص
ايضاً يقول كل من نور الله تعالى قلبه وجد
مذاهب المجتهدين واتباعهم كلها
تتصل برسول الله صلی الله عليه وسلم
من طريق السند الظاهر بالعنعنة ومن
طريق امداد قلبه صلی الله عليه وسلم لجميع
قلوب علماء امته فما اتقد مصباح عالم الا
من مشكوٰة نور قلب رسول الله صلی الله
عليه وسلم فافهم وسمعته يقول مرة ما من
قول من اقوال المجتهدين ومقلديهم الا

بعض کہتے ہیں کہ مجتہدین کے پاس کامل کا
ان کا صرف چوتھائی علم طریقت ہے۔ کیونکہ
ہمارے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک
کامل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ اسماء الوہیت
اول، آخر، ظاہر، باطن کے مقام پر نہ پہنچ
جائے اور مجتہدین صرف اسماء ظاہر کے حامل
ہوتے ہیں۔ اور ازلیۃ ابدیۃ اور حقیقت
کا انہیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں یہ کلام
ان لوگوں کا ہے جو آئمہ مجتہدین جو دراصل زمین
میں اللہ کے قطب اور دین کا مدار ہیں۔ ان
کے حال سے ناواقف ہیں واللہ اعلم۔ سیدی
علی خواص فرماتے ہیں جس شخص کے دل میں
بھی اللہ کا نور ہوگا وہ مجتہدین اور پیروکاروں
کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل پائے
گا۔ بطریق سند حدیث کے بھی اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کی امداد سے
بھی جو تمام علماء امت کو حاصل ہے اور کسی
عالم کا دل روشن نہیں ہوتا۔ مگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کے نور سے اور
سیدی علی خواص نے ایک مرتبہ فرمایا۔ مجتہدین
اور ان مقلدین کے اقوال میں سے کوئی قول نہیں
ہوتا۔ مگر اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ پھر جرائیل

ويتنهى سنده برسول الله صلى الله عليه وسلم ثم بجبريل ثم بحضرة الله عزوجل التى تجل عن التكييف من طريق السند الظاهر والسند الباطن والذى هو علم الحقيقة المؤيدة بالعصمة فمن نقل علمها على الحقيقة لم يصح منه خطأ فى قول من اقواله وانما يقع الخطاء فى طريق الاخذ عنها فقط فكما يقال ان جميع ما رواه المحدثون بالسند الصحيح المتصل ينتهى سنده الى حضرة الحق جل وعلى فكذلك يقال فيما نقله اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقة وذلك لان جميع مصابيح[2] علماء الظاهر والباطن قد اتقدت من نور الشريعة فما من قول من اقوال المجتهدين و مقلديهم الا وهو مويد باقوال اهل الحقيقة لا شك عندنا فى ذلك اھ

کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو سند ظاہر اور سند باطن کی کیفیت سے پاک ہے۔ پس جو ان کے علوم کو نقل کرتا ہے۔ اس کے اقوال میں خطا ممکن نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے طریقہ میں خطا ہو۔ اور محدثین کرام جتنی احادیث سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کرتے ہیں ان کی سند اللہ عزوجل تک پہنچتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل کشف کہتے ہیں کہ صحیح وہ ہے جس نے حقیقت کو جان لیا اس لیے کہ تمام علماء ظاہر اور باطن کے چراغ نور شریعت سے روشن ہیں اور تمام مجتہدین اور ان کے مقلدین کے اقوال اہل حقیقت کے اقوال سے مؤید ہوتے ہیں اور ہمیں اس میں کوئی شک نہیں۔

عارف ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی کے بیان سے اس بات پر وافر روشنی پڑتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عہد رسالت سے لے کر قیامت تک تمام صالح اور اہل افراد امت کو تعلیم اور تزکیہ سے نوازتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ مستفیدین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرنے کی وہ تمام شرائط پائی جائیں۔ جو مجتہدین کرام ان کے تابعین اور اولیاء اللہ میں ہوتی ہیں۔ جن کی طرف علامہ شعرانی نے اپنی اس عبارت میں اشارہ فرمایا ہے:

علم ہو یا کوئی اور نعمت سب اللہ تعالیٰ انہیں کی تقسیم سے دلاتا ہے۔ جس

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

[2] میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴ ۔ ۵۷

کو جو ملتا ہے انہیں سے ملتا ہے۔ جو پاتا ہے انہیں کے فیضان سے پاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کسی کو براہ راست ان کے دستِ اقدس سے نعمت ملتی ہے اور کوئی بے شمار واسطوں کے ذریعہ ان سے نعمت پاتا ہے۔

ہیں پاس جو عطا یا سب ان کا ہی کرم ہے
جو وہ خود بلا کے دیتے تو کچھ اور بات ہوتی

اس مضمون کو اب عمدۃ المتاخرین علامہ محمود آلوسی سے سنیئے:

وجوزان یکون ذلك بالاجتماع معه علیه الصلوة والسلام روحانیة ولا بدع فی ذلك فقد وقعت رؤیته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعد وفاته لغیر واحد من الکاملین من هذه الامة والاخذ منه یقظة، قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیا: قال الشیخ عبد القادر الکیلانی قدس سره: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل الظهر فقال لی: یابنی لم لا تتکلم؛ قلت یا أبتاه انا رجل اعجم کیف أتکلم علی فصحاء بغداد۔ فقال: افتح فاك ففتحته فتفل فیه سبعا وقال: تکلم علی الناس وادع الیٰ سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة فصلیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور استفادہ جائز ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ اس امت کے بے شمار کاملین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ شیخ سراج الدین الملقن طبقات اولیاء میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا میں ظہر سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا اے بیٹے تم وعظ کیوں نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان میں ایک عجمی شخص ہو کر فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح لب کشائی کروں آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو میں نے اپنا منہ کھولا آپ نے میرے منہ میں سات بار اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا اب وعظ کرو اور لوگوں کی محبت اور حکمت اللہ کے دین

الظهر وجلست و حضرنی خلق
كثير فارتج على فرأيت
عليا كرم الله تعالى وجهه قائما
بازائی فی المجلس فقال لی :
یا بنی لم لا تتکلم ؟ قلت
یا ابتاه قد ارتج علی فقال
افتح فاک ففتحته فتفل
فيه ستا فقلت : لم لا تكملها
سبعا قال : ادباً مع رسول
الله صلی الله تعالیٰ علیه و
سلم ثم توارى عنی فقلت
غواص الفكر يغوص فی
بحر القلب على درر المعارف
فیستخرجها الی ساحل الصدر
فینادی علیها سمسار
ترجمان اللسان فتشتری
بنفائس اثمان حسن الطاعة
فی بیوت اذن الله ، ان
ترفع ، و قال ایضاً فی ترجمة
الشيخ خليفة بن موسی
النهر ملکی : کان کثیر
الرؤية لرسول الله علیه
الصلوٰة و السلام يقظه

کی طرف دو اور نصیحت کر دیں نے ظہر کی نماز
پڑھی اور بیٹھ گیا میرے پاس خلقت کا ایک
اژدھام جمع ہو گیا اور مجھ پر کپکپی طاری
ہو گئی میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مجلس
میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف
فرما ہیں۔ فرمانے لگے اے بیٹے وعظ کیوں
نہیں کرتے میں نے کہا اے ابا جان مجھ پر
کپکپی طاری ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا
منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ بار
میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا میں نے
عرض کیا آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں
کیا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ادب کے پیش نظر۔ اس کے بعد آپ میری
نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے محسوس کیا
کہ ایک فکر کا غوطہ زن میرے دل کے سمندر
کی گہرائیوں میں غوطے لگا رہا ہے اور تہ
سے حقائق و معارف کے موتی نکال کر میرے
سینہ کے ساحل پر رکھ رہا ہے اور زبان
اور سینہ کے درمیان کھڑا ایک سفیر ترجمان
زبان سے کہہ رہا ہے اچھی عبادت کی نفیس
قیمت ادا کر کے ان موتیوں کو خرید لو اور خلیفہ
بن موسیٰ النہر ملکی کے شیخ کی سوانح میں لکھا
ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رسول اللہ صلی اللہ

ومناما فكان يقال: ان
اكثر افعاله يتلقاه منه صلى
الله عليه وسلم يقظة و
مناما وراٰه في ليلة واحدة
سبع عشرة مرة قال له في
احداهن: يا خليفة لا تضجر
مني فكثير من الاولياء مات
بحسرة رؤيتي، وقال الشيخ
تاج الدين بن عطاء الله في
لطائف المنن: قال رجل
للشيخ ابي العباس المرسي
يا سيدي صافحني بكفك
هذه فانك لقيت رجالا و
بلادا فقال والله ما صافحت
بكفي هذه الا رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم وقال
الشيخ لوحجب عني رسول
الله صلى الله عليه وسلم
طرفة عين ما عددت
نفسي من المسلمين ومثل
هذه النقول كثير من
كتب القوم جدا -

علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بکثرت زیارت
کیا کرتے اور شیخ نیند اور بیداری میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت وظائف حاصل
کرتے تھے۔ ایک بار صرف ایک رات میں
شیخ کو سترہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت ہوئی۔ اس رات کی زیارتوں میں سے
ایک زیارت میں سرکار نے فرمایا اے خلیفہ
میری زیارت کے لیے زیادہ بے قرار نہ ہوا
کرو۔ نہ جانے کتنے اولیا اللہ میری زیارت کی
حسرت میں ہی فوت ہو گئے اور شیخ تاج
الدین بن عطاء اللہ لطائف المنن میں لکھتے ہیں
ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا
اے میرے سردار اپنے اس ہاتھ سے میرے
ساتھ مصافحہ کیجئے کیونکہ آپ بہت سے شہروں
میں گئے ہیں اور آپ نے بہت سے نیک
لوگوں سے ملاقات کی ہے ابو العباس مرسی
نے کہا قسم بخدا میں اس ہاتھ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی سے مصافحہ نہیں
کرتا۔ اور شیخ مرسی نے کہا کہ اگر میں پلک
جھپکنے کی مقدار بھی اپنے آپ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل پاؤں تو اس
ساعت اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا۔
علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ کتابوں میں اس قسم

کی عبارتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی[1] لکھتے ہیں:

وقد ذكر عن السلف والخلف وهلم جرا ممن كانوا رأوه صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم وكانوا ممن يصدقون بهذا الحديث فرأوه بعد ذلك في اليقظة وسألوه عن أشياء كانوا منها متشوشين فأخبرهم بتفريجها ونص لهم على الوجوه التي منها يكون فرجها فجاء الامر كذلك بلا زيادة ولا نقص انتهى المراد منه[2]

سلف اور خلف سے یہ بہت مسلسل منقول چلی آرہی ہے کہ جو لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھتے ہیں اور انہیں اسی حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔ جو مجھے نیند میں دیکھے گا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا) وہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں بھی دیکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ جن میں ان کو تردد اور پریشانی رہتی ہے۔ اور حضور ان کے لیے مسئلہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ان کا تردد ختم اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ اور بغیر کسی زیادتی اور کمی کے فی الواقع ایسا ہی ہے۔

اور حافظ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں:

وسئل نفع الله بعلومه ورضي الله عنه هل يمكن ايمان الاجتماع بالنبي صلى الله عليه وسلم في اليقظة والتلقي منه

حافظ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کیا اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور آپ سے علم کا حصول ممکن ہے

---

[1] ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ روح المعانی پ ٢٢ ص ٣٥، ٣٦

[2] " " " " روح المعانی پ ٢٢ ص ٣٦۔

فاجاب: نعم يمكن ذالك فقد صرح بان ذالك من كرامات الاولياء الغزالی و البارزی و التاج السبکی والعفیف الیافعی من الشافعیه والقرطبی و ابن ابی حمزة و ابی جمرة عن المالکیه وقد حکی عن بعض الاولیاء انه حضر مجلس فقیه فروی ذالک الفقیه حدیثا فقال له الولی هذا الحدیث باطل قال ومن این لک هذا قال هذا النبی صلی الله علیه و سلم واقف علی راسک یقول انی لم اقل هذا الحدیث و کشف للفقیه فراه ؎

حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں فرمایا یہ بات ممکن ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات میں اس بات کی تصریح ہے جیسے امام غزالی، بارزی تاج الدین سبکی اور عفیف یافعی شافعیہ سے اور قرطبی اور ابن ابی حمزہ اور ابی جمرۃ مالکیہ سے اور اولیاء اللہ سے حکایت ہے کہ ایک ولی ایک فقیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اس فقیہ نے ایک حدیث بیان کی۔ ولی نے کہا یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ فرمایا تمہارے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی پھر فقیہ کے لیے بھی اس کو کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

اور علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

(فان قلتا) هل ثم احد من البشر ینال فی الدنیا علما من غیر واسطه محمد صلی الله علیه وسلم (فالجواب) کما قاله الشیخ فی الباب الاحد وتسعین وارالصحانته لیس احد ینال علما فی

اگر تو پوچھو کہ دنیا میں کوئی ایسا بشر ہے جس کو حضور کے واسطے کے بغیر کوئی نعمت ملی ہو، اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ شیخ ابن عربی نے بیان کیا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

؎ حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ فتاوی حدیثیہ ص ۲۹۷۔

الدنیا الا وھو من باطنیۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سواء الانبیاء والاولیاء المتقدمون علی بعثہ والمتاخرون عنہ واطال فی ذٰلک کما [illegible] [2]

باطنیت سے مستفید ہے۔ خواہ انبیاء ہوں خواہ علماء اور علماء خواہ پچھلی شریعتوں کے ہوں یا اس شریعت کے۔

نیز فرماتے ہیں،

امام القطب الواحد الممد لجمیع الانبیاء والرسل والاقطاب من حین النشاء الانسان الی یوم القیمۃ فھو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

ہر حال قطب واحد اور تمام انبیاء ورسل اور تمام قطب کا مددگار ابتداء انسانیت سے لے کر قیامت تک روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کون دیتا ہے دینے کو مونہہ چاہیئے   دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

اور اس بحث میں انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں،

ثم التحقیق ان رؤیتہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتعین فی رؤیۃ عین الذات المبارکۃ فان الاحوال فی رؤیۃ الشخص مختلفۃ فربما نری شخصا من الاحیاء ولا یکون لہ علم برؤیتنا ولو کان فی المنام عین ما فی الخارج لکان عندہ شعور بھا فالمرئی اخابھا واللہ تعالیٰ اعلم قد یکون صورۃ مخلوقۃ اللہ تعالیٰ علی مثال تلک الصورۃ

پھر تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کی معین ذات مبارکہ میں منحصر نہیں ہے کیونکہ آپ کی زیارت کے وقت آپ کی شخصیت کریمہ کے احوال مختلف ہوتے ہیں کیونکہ لبا اوقات زندہ لوگوں میں سے کسی شخص کو دیکھتے اور اسے ہمارے دیکھنے کا علم نہیں ہوتا۔ اور اگر نیند میں بھی وہی نظر آئے جس کو ہم نے بیداری میں دیکھا تھا۔ تو اسی کو شعور ہونا چاہیئے۔ پس جس صورت کی زیارت ہوتی ہے (واللہ اعلم) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل صورت کی مثال کے

---

سے [1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ   الیواقیت والجواہر ج ۲ ص

سے [2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ   الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۸۰

ای انه تعالیٰ یخلق حقیقة علی مثال صورة و روحانیته اُو انا ایاها و اوقع فی نفسنا مخاطبتها ایاها و قد تکون روحه المبارکة بنفسها مع البدن المثالی لم قد تکون یقظة ایضا کما انها قد تکون مناما و یمکن عندی رؤیته صلی الله علیه و سلم یقظة لمن رزقه الله سبحانه کما نقل عن السیوطی رحمه الله تعالیٰ (و کان زاهدا) متشددا فی الکلام علی بعض معاصریه ممن له شأن) انه رآه صلی الله علیه و سلم اثنین و عشرین مرة و ساله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه صلی الله علیه و سلم و کتب الیه الشاذلی یستشفع به ببعض حاجته الی سلطان الوقت و کان یوقره فابی السیوطی رحمه الله

مطابق مخلوق ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل صورت کے مطابق مثال پیدا فرماتا ہے جس میں حضور کی حقیقت اور روحانیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ وہ صورت ہمیں دکھاتا اور ہمارے دلوں میں واقع کرتا ہے اور اس سے ہم کو ہم کلام کرتا ہے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بنفسہا اپنے بدن مثالی کے ساتھ آتی ہے اور پھر کبھی یہ زیارت بیداری میں ہوتی ہے اور کبھی نیند میں۔ اور میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرما دے جیسا کہ منقول ہے علامہ سیوطی (جو عابد اور زاہد علم میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھ کر تھے) انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیس مرتبہ دیکھا اور آپ سے مختلف احادیث کی تحقیق کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے مطابق ان احادیث کی تصحیح کی اور ان کی طرف شاذلی نے اپنی بعض ضروریات میں خط لکھا کہ سیوطی ان کی سلطانِ وقت کی طرف سفارش کر دیں کیونکہ سلطان ان کی تعظیم کرتا تھا۔ پس سیوطی نے ان کی سفارش کرنے سے انکار کر دیا اور عذر پیش کیا کہ اس کام کے

تعالیٰ ان یشفع لہ و قال انی لا افعل ذلک لان فیہ ضرر نفسی و ضرر الامۃ لانی ذرتہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مرۃ ولا اعرف فی نفسی امرا غیر انی لا اذھب الی باب الملوک فلو فعلت امکن ان احرم من زیارتہ المبارکۃ فانا لرضی بضرورک الیسیر من ضرر الامۃ الکثیر
و الشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایضاً " کتب انہ راہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرأ علیہ البخاری فی ثمانیۃ رفقۃ معہ ثم سماھم وکان واحد منھم حنفیا وکتب الدعاء الذی قرأہ عند ختمہ فالرؤیۃ یقظۃ متحققہ و انکارھا جھل۔
لہ

کرنے سے مجھے بھی نقصان ہوگا اور امت مسلمہ کو بھی۔ کیونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار مرتبہ زیارت کرتا ہوں۔ اور اگر میں نے تمہارے کہنے کے مطابق سلطان سے تمہاری سفارش کر دی اور حکام کے دروازے پر چلا گیا تو یہ ممکن ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ سے محروم ہو جاؤں اور میں اس بڑے امت کے نقصان کے مقابلہ میں تمہارے دنیاوی نقصان کو برداشت کر لوں گا۔ اور شعرانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بخاری پڑھی شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیا۔ ان میں سے ایک ساتھی حنفی تھا اور شعرانی نے وہ دعا بھی لکھی ہے جو حضور نے ختم بخاری کے وقت پڑھی پس بیداری میں آپ کی زیارت ایک حقیقت کا حکم ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی، علامہ آلوسی، علامہ ابن حجر مکی، قدوۃ الصوفیا محی الدین ابن عربی اور مخالفین کے پیشوا انور شاہ کشمیری کی ان مفصل عبارات سے یہ امر مبرہن ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف صحابہ کو تعلیم دیتے تھے۔ بلکہ قیامت تک جتنے لوگ

---

لہ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴

آپ پر ایمان لانے والے ہیں ان سب کو علم وحکمت سے نوازتے ہیں۔ عوام کو کتاب و سنت کے واسطے سے اور خواص بالمشافہ اور براہ راست اللھم اجعلنی من الخواص لازورہ واتلقی منہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا مشافہۃ مناما اویقظۃ اور انور شاہ کشمیری نے صراحت کی ہے کہ جو شخص اس بات کا انکار کرے گا وہ شخص جاہل ہوگا۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم۔

(اور حضور) کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں (اور مکہ والوں کے علاوہ) ان لوگوں کو بھی کتاب وحکمت کی تعلیم دیں گے جو ابھی ان کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

اور ہم نے علماء کی عبارات سے ثابت کر دیا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخیار امت کے افراد کو آج تک نیند اور بیداری میں علم وحکمت سے نواز رہے ہیں۔ آئیے اب اس سلسلے میں کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں کہ انہوں نے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کی تفسیر میں کیا لکھا ہے:

ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

وقال آخرون انما عنی بذالک جمیع من دخل فی الاسلام کائنا من کان الی یوم القیمۃ[1]

اور بعض مفسرین نے کہا کہ وآخرین منہم سے قیامت تک اسلام لانے والے لوگ مراد ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔

اس کے بعد اس کے ثبوت میں حدیث ذکر کرتے ہیں:

قال ابن زید فی قول اللہ عزوجل وآخرین منھم لما یلحقوا بھم قال ھؤلاء کل من کان بعد النبی صلی اللہ

ابن زید نے اللہ تعالیٰ کے قول وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کی تفسیر میں فرمایا یہ وہ قیامت تک کے لوگ ہیں۔ جو حضور صلی اللہ

---

[1] ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان پ ۲۸ ص ۶۳

علیه وسلم الی یوم القیٰمة کل من دخل فی الاسلام من العرب و العجم [1]

علیہ وسلم کے بعد ایمان لائے۔ خواہ عربی یا عجمی۔

اور امام قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای یعلمهم و یعلم آخرین من المؤمنین لان التعلیم اذا تناسق الی آخر الزمان کان کله مسندا الی اوله فکانه هو الذی تولی کل ما وجد منه (لما یلحقوا بهم) ای لم یکونوا فی زمانهم و سیجیئون بعدهم قال ابن عمر و سعید ابن جبیر هم العجم قال وقال مجاهد هم الناس کلهم یعنی من بعد العرب الذین بعث فیهم محمد صلی الله علیه وسلم وقال ابن زید و مقاتل ابن حیان قالا هم من دخل فی الاسلام بعد النبی صلی الله علیه وسلم الی یوم القیمة [2]

(یعنی حضور) مومنوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور ان مومنوں کو بھی جو بعد میں آئیں گے کیونکہ جب آپ کی تعلیم آخری زمانہ تک قائم رہے گی تو وہ آپ ہی کی طرف منسوب ہو گی۔ لما یلحقوا بھم سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں نہ تھے اور آپ کے بعد آئیں گے حضرت عبداللہ بن عمر اور سعید بن جبیر نے کہا کہ وہ عجمی لوگ ہیں اور مجاہد نے کہا اس سے مراد عرب کے بعد وہ تمام لوگ جو حضور پر ایمان لائے اور ابن زید اور مقاتل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے۔

اور علامہ آلوسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

ای لم یلحقوا بهم بعد و سیلحقون وهم الذین جاء وا بعد الصحابة

یعنی جو لوگ ابھی تک صحابہ کرام کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے اور عنقریب لاحق ہوں گے

---

[1] ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان پ ۲۸ ص ۶۳

[2] امام ابو عبداللہ بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۹۳

الیٰ یوم الدین۔ ... یہ لوگ صحابہ کے بعد سے لے کر قیامت تک کے مسلمان ہیں۔

۱ے

ای لم یلحقوا بعد وھم الذین بعد الصحابۃ رضی اللہ عنھم او ھم الذین یاتون من بعدھم الی یوم الدین ۲ے ... یہ وہ لوگ ہیں جو ابھی تک صحابہ سے لاحق نہیں اور صحابہ کے بعد آئیں گے یا وہ لوگ جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔

اور ابن کثیر لکھتے ہیں:

کل من صدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر العرب ۳ے ... یہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے عربوں کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

تھانوی صاحب اس آیت کے تحت مسائل السلوک کے تحت لکھتے ہیں:

"اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض امت پر قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔ اور اولیاء آپ کے ورثہ ہیں اسی طرح ان کا فیض بھی بعد وفات جاری رہتا ہے ۴ے"

اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے معلم ہیں۔ جیسا کہ ان کتب تفسیر کی صراحت سے ظاہر ہوا۔ عوام کے لیے کتاب وسنت کے واسطے سے معلم ہیں اور خواص (ائمہ مجتہدین، اولیاء کاملین) کے لیے بلاواسطہ معلم ہیں۔ ان کو نیند اور بیداری میں بالمشافہ تعلیم دین سے نوازتے ہیں جیسا کہ محی الدین عربی۔ علامہ ابن حجر مکی۔ علامہ سیوطی۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی۔ علامہ سید محمود

---

۱ے علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ ... روح المعانی پ ۲۸ ص ۹۳، ۹۲

۲ے ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۰۱ھ۔ تفسیر مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۴ ص ۲۶۴۔

۳ے حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ ... تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۶۴۔

۴ے اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ ... بیان القرآن ج ۲ ص ۱۰۶۴

آلوسی اور انور شاہ کشمیری کے حوالوں سے ظاہر ہو چکا۔

اس تفصیل کے بعد اب اس اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اگر علمك ما لم تكن تعلم کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا تو لازم آئے گا ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون کا مطلب یہ ہو گا امت جو کچھ نہیں جانتی اس کو حضور نے وہ سب کچھ بتلا دیا۔ پھر حضور کے علم کلی میں کیا خصوصیت رہی اور نبی اور امت کے علم میں مساوات ہو گئی۔ اس کا جواب ہم نے تفصیل سے دے دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک افراد امت میں سے جو جس علم کا اہل ہے اس کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اس طرح قیامت تک کی کل امت مل کر ان تمام حقائق کو جانے گی۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے جانتے ہیں[1]۔ اس لیے مساوات لازم آئی نہ کہ آپ کی خصوصیت میں کوئی فرق آیا۔ اور یہ جواب اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ جب جمع کا تقابل جمع سے ہو تو تقسیم آحاد کی آحاد کی طرف ہوتی ہے اور یعلمکم مالم تکونو تعلمون میں ضمیر کم بھی جمع ہے اور مالم تکونوا تعلمون بھی جمع ہے نیز جس طرح علمك مالم تكن تعلم (جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتا دیا۔) میں عقل مخصص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ آپ کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ (حالانکہ آپ انہیں بھی نہیں جانتے تھے) کیونکہ متناہی کے ساتھ غیر متناہی کا قیام نہیں ہو سکتا اور حضور متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں۔ اس لیے یہاں عقل تخصیص کرتی ہے کہ اس آیت کے عموم سے اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی علوم مستثنیٰ ہیں اسی طرح وہ علوم بھی مستثنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں۔ جن کو مالا دلیل علیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح یعلمکم مالم تکونو تعلمون میں بھی عقلاً تخصیص ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب امت کو سب علوم تبلائے۔ لیکن

---

[1] لیکن تمام امت کے مل علوم مل کر بھی حضور کے علم کے برابر نہیں ہو سکتے اس کی تفصیل باولائل آگے آرہی ہے

ان سب سے مراد وہ علوم ہیں جو ان افرادِ اُمت کے اپنے اپنے حال کے مناسب اور ان کی اپنی شان کے مطابق ہیں (اور قاعدہ جمع کا تقابل جمع سے بھی یہی تقاضا کرتا ہے۔) لہٰذا یہاں بھی علوم کے عموم سے وہ علوم مستثنیٰ ہیں جو نبوت اور رسالت اور خاص طور پر آپ کے خصائص میں سے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُمت کے تمام افراد کے علوم مل کر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے ایک قطرہ سمندر کے سامنے ہو!

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما (نساء ۱۱۳)

اس آیت کے تحت ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی ثابت کیا ہے اور اس سلسلے میں منکرین علم مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جو شبہات ہیں ان کا مسکت جواب با دلائل و باحوالہ جات بیان کر دیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے یہ امر لانا چاہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے علماء اسلام میں سے کن کن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر استدلال کیا ہے اور (غلام رسول سعیدی کا دامن اس استدلال میں کن کن نفوس قدسیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

وقد كثر الاختلاف فى الروح بين الحكماء والعلماء المتقدمين قديما وحديثا الى ان قال فالاكثرون على انهم على ان الله تعالى ابهم علم الروح على الخلق واستاثره لنفسه حتى قالوا ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يكن عالما به قلت

روح کی حقیقت میں حکماء اور علماء کا شروع اور آخر میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت مخلوق پر منکشف نہیں اور اس کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی روح کی حقیقت کا علم نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں[1]

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت کا علم تھا اس پر مستقل عنوان کے تحت بحث کریں گے۔

جل منصب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حبیب اللہ وسید خلقہ ان یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من اللہ بقولہ (وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما) وقد قال اکثر العلماء لیس فی الآیہ۔ دلیل علی ان الروح لا یعلم ولا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یعلمھا [1]

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو۔ حالانکہ آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعام فرمایا ہے کہ آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔

علامہ عینی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم روح پر علمك مالم تكن تعلم سے استدلال کیا ہے اور یہ استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب علمك مالم تكن تعلم کو علم کلی پر محمول کیا جائے کیونکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ علم روح جزی علم ہے اور جزی کا علم جزی سے نہیں کلی سے مستفاد ہوتا ہے۔ اگر علمک مالم تکن سے مراد بعض علوم جزئیہ ہوں تو ان سے علامہ عینی کا علم کلی پر استدلال صحیح نہیں ہوگا یہ استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب علمك مالم تكن سے مراد علم کلی ہو اہو المراد۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

(وعلمك) بانواع الوحی (مالم تكن تعلم) ای الذی لم تکن تعلمہ من خفیات الامور وضمائر الصدور ومن جملتھا وجوہ ابطال کید الکائدین او من امور الدین واحکام الشرع۔ کما روی عن ابن

اللہ تعالیٰ نے وحی کی مختلف اقسام سے آپ کو وہ تمام چیزیں بتلا دیں جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے خواہ وہ پوشیدہ امور ہوں یا لوگوں کے دلوں کے حالات اور انہیں علوم میں مکر کرنے والوں کے مکر کا ابطال بھی شامل ہے اور ان میں

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۲ ص ۱۴۶

عباس رضی الله تعالیٰ عنهما او من الخیر و الشر۔ کما قال الضحاک او من اخبار الاولین و الأخرین کما قیل او من جمیع ما ذکر کما یقال و من الناس عن فسر الموصول باسرار الکتاب و الحکمة ای انه سبحانه انزل علیک ذالک و اطلعک علی اسراره واوقفك علی حقائقه[1]

احکام شریعت اور امور دین بھی داخل ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یا ہر خیر اور شر کا علم جیسا کہ ضحاک کا قول ہے یا تمام اولین اور آخرین کی خبریں جیسا کہ بعض کا قول ہے یا مذکورہ تمام امور مراد ہیں۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور ان کے تمام اسرار پر آپ کو مطلع کر دیا اور ان کے تمام حقائق پر آپ کو واقف کر دیا۔

اور علامہ علاؤالدین خازن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

علمك مالم تکن تعلم : یعنی من احکام الشرع و امور الدین و قیل علمك من الغیب مالم تکن تعلم و قیل معناه و علمك من خفیات الامور و اطلعك علی ضمائر القلوب و علمك من احوال المنافقین و کیدهم (و کان فضل الله علیك عظیما) یعنی و لم یزل فضل الله علیک یا محمد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام چیزیں بتلا دیں جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے، یعنی شریعت کے احکام اور امور دین، اور ایک تفسیر یہ ہے کہ غیب سے آپ جو کچھ نہیں جانتے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ کو تمام پوشیدہ چیزوں اور لوگوں کے دلوں کے حالات پر مطلع کر دیا اور منافقین کے احوال اور ان کے مکر پر مطلع کر دیا۔ اور اے محمد! اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ آپ پر قائم رہا ہے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی پ ۵ ص ۱۴۴

عظیما فاشکرہ علی ما اولاك من احسانه و من علیك بنبوته و علمك ما انزل من کتابه وحکمته [1]

آپ اس کی نعمتوں پر شکر ادا کیجئے جس نے اپنے احسان سے آپ کو نبوت عطا کی اور آپ پر جو کتاب اور حکمت نازل کی اس کا علم عطا فرمایا۔

اور علامہ مظہری لکھتے ہیں:

وعلمك العلوم بالاسرار و المغیبات [2]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسرار اور مغیبات کا علم عطا فرمایا۔

اور علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

من خفیات الامور و ضمائر القلوب او من امور الدین و الشرائع۔ [3]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام چیزیں تبلادیں جن کو پہلے آپ نہیں جانتے تھے۔ یعنی مخفی امور، لوگوں کے دلوں کے حالات امور دین اور احکام شریعت۔

اور علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

(وانزل الله علیك الکتب و الحکمة) یقول و من فضل الله علیك یا محمد مع سائر ما تفضل به علیك من نعمه انه انزل علیك الکتب وهو القرآن الذی علیه بیان کل شیء وهدی و موعظة والحکمة یعنی

(اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی)، اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اے محمد! باوجود ان باقی تمام نعمتوں کے جن سے ہم نے آپ کو فضیلت دی ہے اس کی خاص نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے آپ پر کتاب نازل کی جو کہ قرآن ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔ اور

---

[1] علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ لباب التاویل المعروف بالخازن ج ۱ ص ۴۲۹

[3] علامہ جار اللہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۵۶۳۔

وانزل علیك مع الکتاب الحکمة وھی ما کان فی الکتاب مجملا ذکرہ من حلالہ وحرامہ وامرہ ونھیہ واحکامہ ووعدہ ووعیدہ وعلمك مالم تکن تعلم من خبر الاولین والآخرین، وما کان وما ھو کائنا قبل ذالك من فضل اللہ علیك یا محمد منذ خلقك فاشکرہ علی ما اولاك [1]

حکمت نازل کی یعنی کتاب کے ساتھ آپ پر حکمت نازل کی جس میں قرآن کریم میں جو حلال حرام، امر، نہی، احکام، وعدہ اور وعید کا مجملاً ذکر اس کا بیان ہے اور جن چیزوں کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے وہ سب آپ کو بتلا دیں خواہ وہ اولین اور آخرین کا بیان ہو یا ما کان و ما یکون ہو جب سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔ آپ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔

علمك مالم تکن تعلم (نساء ۱۱۳) کے تحت ہم نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی بیان کیا تھا اس پر عقلی شہادت کو قواعد عربیہ اور کتب تفسیر کی تائید سے دور کر دیا اور بالخصوص اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مستند آئمہ تفاسیر کی عبارت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس علم کلی کو مبرہن کر دیا (تاہم یاد رہے کہ علم کلی کا عقیدہ قطعی نہیں ہے۔ ظنی ہے اور جو شخص محض تحقیق کی وجہ سے ان دلائل سے اختلاف کرے اور اس کی نیت تنقیص رسالت نہ ہو تو اس سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

تاہم اس اختلافی مسئلہ میں ہمارا مختار وہی ہے جو ان علماء اسلام کا ہے اور جس کا دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہو۔ اس کی آنکھیں اس بیان کو پڑھ کر روشن ہوں گی اور دل مسرور ہو گا۔ کیونکہ محبت کا یہی تقاضا ہے اور جن کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہیں اور وہ آپ کی

---

[1] ابو جعفر محمد بن ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان پ۵ ص ۱۷۷

عقیدت سے محروم ہیں ان کے ذہن پریشان ہوں گے۔ چہرہ زرد ہو جائے گا۔ دل کی کلیاں مرجھا جائیں گی۔ اور ان کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ جائے گی اور ایسا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمالات ان لوگوں کو کبھی راس نہیں آئے۔

مخالف مذکور نے لکھا ہے:

خاں صاحب کا یہ دعویٰ کہ روز ازل سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے۔[1]

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ علامہ عینی۔ علامہ آلوسی۔ علامہ خازن، علامہ زمخشری اور علامہ ابن جریر طبری سب نے ہی اپنے اپنے انداز میں علم کلی کی تقریر کی ہے اور آپ کے فتویٰ سے یہ تمام علماء اساطین دین (ان کے علاوہ اور بہت سے علماء کا ہم آئندہ مباحث میں ذکر کریں گے۔) بیک جنبش قلم کافر قرار پائے۔ پہلے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کے اطلاق کو کفر اور شرک قرار دیا تھا اور اپنے اس فتویٰ سے علامہ زمخشری، علامہ میر سید شریف، علامہ فخر رازی، ابن جریر طبری، علامہ بیضاوی۔ امام قرطبی علامہ آلوسی، علامہ شوکانی، علامہ اسماعیل حقی، شیخ ابوسعود علامہ نیشاپوری، علامہ خازن، علامہ عسقلانی، علامہ ابن حجر مکی۔ ملا علی قاری اور ابن عابدین شامی کو کافر اور مشرک قرار دے ڈالا کیونکہ ان علماء اسلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

ذرا سوچیں تو سہی کہ آپ کی ایک عبارت نے کتنے رجال اسلام کو کافر و مشرک بنا ڈالا ہے ؎

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

---

[1] محمد سرفراز خاں صفدر اتمام البرہان ص ۲۶

پھر اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ خود سمیت اپنے گھر کے بزرگوں کو بھی کافر اور مشرک بنا ڈالا کیونکہ مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر علم غیب کا اطلاق کفر ہے اور تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں، حسین احمد مدنی نے شہاب ثاقب میں، مرتضی حسین چاندپوری نے توضیح البیان فی حفظ الایمان میں جگہ جگہ اور محمد منظور نعمانی نے فیصلہ کن مناظرہ میں متعدد جگہ اور خود مخالف مذکور نے عبارت اکابر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

بتلائیے کہ آپ کے فتویٰ سے بشمول آپ کے دیوبند کے یہ تمام صنادید کافر اور مشرک ہوئے یا نہیں ؎

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر ہم نے قرآن کریم سے دو دلیلیں پیش کی ہیں اس کے بعد احادیث شریفہ اور علماء اسلام کی عبارات کی روشنی میں یہ مسئلہ آپ پر واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ معلوم ہو کون کون سی برگزیدہ ہستیاں مخالف مذکور کے فتویٰ کفر کی زد میں ہیں۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدأ الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظہ و نسیہ من نسیہ[1]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء آفرینش سے خبریں بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں اپنے مراتب تک جانے اور جہنمیوں کے جہنم میں اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں، جس شخص نے ان خبروں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا

ھ[1] — اور جس نے ان کو بھلایا اس نے بھلادیا۔

اور علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں؛

وفیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الیٰ انتہائھا و فی ایراد ذالک کلھا فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ و کیف و قد اعطی جوامع الکلم مع ذالک[2]

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس واحد میں تمام مخلوقات کے احوال ان کی ابتداء سے لے کر انتہا تک بیان کر دیے اور ان سب کو ایک مجلس میں بیان کر دینا حضور کے معجزات میں سے ایک امر عظیم اور یہ کیونکر غیر متصور ہوگا جب کہ آپ کو جوامع الکلم بھی دیے گئے ہیں۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں؛

و فی تیسیر ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم و یقرب ذالک مع کون معجزاتہ لامریۃ فیھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطی جوامع الکلم[3]

ان تمام خبروں کو ایک مجلس میں بیان کر دینا حضور کے ان عظیم معجزات میں سے ہے جن میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو جوامع الکلم بھی عطا فرمائے گئے تھے۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ای اخبرنا عن المبدء شیئا بعد شئ الی ان انتھی الاخبار عن حال الاستقرار فی الجنۃ والنار و دل ذالک علی

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء خلق سے لے کر ان کے جنت اور دوزخ میں ٹھہرنے تک کے تمام احوال بیان فرما دیے اور ایک

---

ھ[1] امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۰۶ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۳

ھ[2] حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ — عمدۃ القاری جز ۱۵ ص ۱۱۰

ھ[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ — فتح الباری ج ۶ ص ۱۰

انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من المبدء والمعاد والمعاش وتیسیر ایراد ذلك كله فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم۔ [۱]

مجلس میں تمام مخلوق کے ان تمام احوال کو بیان فرمادینا جوان کی ابتداء، دنیاوی زندگی اور اخروی احوال پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس تفصیلی بیان کو حضور پر آسان کر دینا ایک امر عظیم ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن حذیفة لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبة ما ترك فیها شیئا الی قیام الساعة الا ذکره علمه من علمه و جهله من جهله الحدیث [۲]

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور قیامت تک جتنے امور ہونے والے تھے آپ نے وہ سب بیان کر دیے جس شخص نے انہیں جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔

محقق علی الاطلاق اس حدیث کی شرح کے ساتھ علامہ قاری لکھتے ہیں:

فوضح من هذا الحدیث وغیرهما سیاتی من الاخبار فی خواطر الابرار الاخیار انه صلی اللہ علیہ وسلم اخبرهم بما یقع فی حیاته وبعد موته وما قد انحصر و قرعه فلا سبیل الی فوقه وقال ابو ذر (فی حدیث رواه احمد والطبرانی وغیرهما) لقد ترکنا رسول اللہ صلی

اس حدیث اور آنے والی احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی دنیاوی زندگی میں ان کے دلوں کے احوال پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کی موت کے بعد ان کے عواقب امور پر اور مسند احمد پر اور طبرانی اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس

---

[۱] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۔

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ — صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۷

الله علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علما۔ ولاشک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعہ علی ازید من ذالک و القی علیہ علم الاولین و الاخرین۔ [1]

حال میں چھوڑ کر گئے کہ آپ نے آسمان پر اڑنے والے سب پرندوں کے بارے میں علم سے نوازا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہت زیادہ علم فرمایا ہے اور آپ کے قلب پر اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربی عز وجل فی احسن صورۃ قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السموت و الارض الحدیث۔ [2]

عبد الرحمن بن عائش بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کس بات میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ تو ہی خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال ابن حجر ای جمیع

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور نے تمام

---

[1] شہاب الدین احمد قسطلانی ۹۲۳ھ مواہب المدنیہ مع زرقانی ج ۷، ص ۲۰۰

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۷۰

الکائنات التی فی السموات بل وما فوقها کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض هی بمعنی الجنس ای وجمیع مافی الارضین السبع بل وما تحتها ؎۱

آسمانوں بلکہ اس کے اوپر تمام حوادث اور حقائق دیکھ لیے جیسا کہ واقعہ معراج سے ظاہر ہے اسی طرح ساتوں زمینوں بلکہ ان کے نیچے بھی جتنے حقائق ہیں وہ سب دیکھ لیے

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ عن حصول جمیع العلوم ۔ ؎۲

حضور کا یہ فرمانا کہ میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو تمام علوم حاصل ہو گئے ۔

نیز شیخ محقق اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمام علوم جزوی و کلی احاطہ آں ؎۳

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزوی و کلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔

صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو ترمذی سے بھی تصحیح بخاری کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

فتجلی لی کل شیء و عرفت ؎۳

مجھ پر ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے اس کو جان لیا۔

---

؎۱ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۰

؎۲ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ — اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۹

؎۳ " " " " — اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۳۳

؎۴ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ — مشکوٰۃ ص ۷۰

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را[۱]

پس مجھ پر ہر چیز ظاہر اور روشن ہو گئی اور میں نے علوم میں سے ہر چیز کو جان لیا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الملاحم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اسماءھم و اسماء اباءھم الحدیث[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان لوگوں کے اور ان کے آباء کے نام پہچانتا ہوں۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیہ مع کونہ من المعجزات دلالۃ علی ان علمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) محیط بالکلیات و الجزئیات[۳]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں آپ کے معجزہ کے علاوہ اس بات پر دلالت ہے کہ آپ کا علم (تمام) کلیات اور جزئیات کے علم کو محیط ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوٰی لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا[۴]

حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب دیکھ لیے۔

---

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ — اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۴۲

[۲] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ — مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۷

[۳] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۵۱

[۴] ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰

سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر حضور کی اجازت سے آپ کی نعت میں چند اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

| | |
|---|---|
| فاشهد ان الله لا رب غيره | میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی |
| و انك مامون على كل غائب | رب نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔ |

سواد بن قارب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے اور آپ کے چہرہ سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور آپ نے مجھے دعائیہ کلمات فرمائے افلحت یا سواد۔ اے سواد تم کامیاب ہو گئے۔[1]

---

۱۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۲۴

۲۔ ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ الروض الانف ج ۱ ص ۱۴۰

۳۔ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ البیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۳۴۶

۴۔ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ الوفاء باحوال المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۵۳

۵۔ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۵

۶۔ حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۱۷ ص ۸

۷۔ حافظ ابن عبداللہ قرطبی متوفی ۴۶۳ھ استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۱۲۴

۸۔ عبداللہ بن محمد عبدالوہاب (نجدی) متوفی ۱۲۴۲ھ مختصر سیرت الرسول ص ۶۹

۹۔ حافظ ابو بکر بن احمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱

۱۰۔ ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ جز ۱ ص ۴۳

اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو کل غیب عطا فرمایا اور اس کو دس مستند علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے اگر حضور کے لیے کل غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو مخالف مذکور بتلائیں کیا یہ سب کافر ہیں۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں لکھتے ہیں :

| | |
|---|---|
| ومن علومك علم اللوح والقلم | لوح اور قلم کا علم آپ کے علم کا بعض ہے |

اس کی شرح میں علامہ خرپوتی لکھتے ہیں :

| | |
|---|---|
| ان الله اطلعه علیه السلام علی ما کتب القلم فی اللوح المحفوظ وزاده ایضا لان اللوح والقلم متناهیان فما فیهما متناه ویجوز احاطته المتناهی بالمتناهی ۱؎ | بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام چیزوں پر مطلع کر دیا جن کو قلم نے لوح محفوظ میں لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ علم عطا کیا اس لیے کہ لوح اور قلم دونوں متناہی۔ پس جو کچھ ان میں ہے وہ بھی متناہی اور متناہی کا متناہی احاطہ کر سکتا ہے۔ |

اور شیخ زادہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

| | |
|---|---|
| ولعله الله اطلعه علی جمیع ما فی اللوح وزائدہ ایضا لان اللوح والقلم متناهون فما فیهما متناه ویجوز احاطة المتناهی بالمتناهی هذا اعلی قدر فهمك اما من اکتحلت بصیرته بالنور الالهی فیشاهد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزء من علومه کما هی جزء | تحقیق یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان تمام چیزوں پر مطلع کر دیا جو لوح محفوظ میں ہیں بلکہ اس سے زیادہ پر بھی۔ کیونکہ قلم اور لوح متناہی ہیں اور جو کچھ ان میں ہے وہ بھی متناہی ہے اور متناہی کا متناہی احاطہ کر سکتا ہے۔ یہ ظاہری تقریر ہے لیکن جس شخص نے نور الٰہی کی بصیرت کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہو وہ اپنے وجدان اور ذوق سے اس بات کا مشاہدہ کرے گا کہ لوح و قلم |

علماء اسلام کافر ہیں۔ اور سواد بن قارب جنہوں نے کل غیب کا لفظ ذکر کیا انہیں کیا کہیں گے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس شعر کو سن کر خوش ہوئے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہیں گے۔

۱؎ علامہ عمر بن احمد خرپوتی — عقیدہ الشہدۃ ص ۲۱۵

من علم الله سبحانه لانه علیه السلام عند انسلاخ عن البشریة کما لا یسمع و لا یبصر و لا یبطش و لا ینطق الا به جلت قدرته و عمت نعمته کذالك لا یعلم الا بعلمه الذی لا یحیطون بشئ منه الا بما شاء کما اشار الیه بقوله و علمك مالم تکن تعلم۔ [1]

کے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا جز ہیں اور آپ کے علوم اللہ تعالیٰ کے علم کا جز کیونکہ حضور علیہ السلام جب بشریت سے باہر آئے تو آپ کا سننا دیکھنا، تصرف کرنا بولنا۔ سب اللہ جل مجدہ کی صفات سے ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے بصارت سے دیکھتے علیٰ ہٰذا القیاس) اسی طرح حضور کا جاننا بھی اللہ کی صفت علم سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اپنے قول وعلمك مالم تکن تعلم میں اشارہ فرمایا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

علوم اولین و آخرین اورادادہ وحقائق اشیا کماھی نمودہ اند [2]

تمام اولین اور آخرین کے علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اور تمام اشیاء کی حقیقت پر مطلع کیا۔

ہم نے احادیث صحیحہ اور مستند علماء کی عبارات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش سے لے کر دخول جنت تک کا علم عطا فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام واقعات صحابہ کرام کو بیان فرمائے ہیں اور علماء اسلام نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اولین

---

[1] شیخ زادہ — شرح قصیدہ بردہ علی ہامش العقیدہ ص ۲۱۹، ۲۲۰

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ — اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۸۷

اور آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔ اور کلی غیب پر مطلع کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس علم کے ثابت کرنے کو مخالف مذکور کفر قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"خاں صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ روز ازل (اول۔ وضاحت از مصنف) سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے[۱]"

اب غور فرمائیے کیا یہ تمام علماء اسلام کافر ہیں؟

مخالف مذکور نے حضور کے لیے علم ما کان و ما یکون (جو ہو چکا اور جو ہو گا کا علم) ثابت کرنے کو بھی کفر لکھا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ علم ما کان و ما یکون کا اصل مصدر کیا ہے اور مستند علماء اسلام میں سے کن کن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ما کان و ما یکون کا علم ثابت کیا ہے۔

اس پیشتر کہ ہم علم ما کان و ما یکون کا بیان کریں ایک بار پھر یہ تصریح کر دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم کلی کلی غیب یا ماکان و مایکون ماننا فرض ہے نہ واجب نہ اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض علماء نے نیک نیتی سے اختلاف بھی کیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ علم ثابت ہے اور یہی آپ کی شان کے لائق ہے۔

## علم ما کان و ما یکون:

علم ما کان و ما یکون پر درج ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیں:

| | |
|---|---|
| عن ابی زید قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر و صعد المنبر فخطبنا | ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور |

---

[۱] محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ص ۲۰۶۔

حتى حضرت الظهر نزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان و بما هو كائن فاعلمنا احفظنا ^١

خطبہ دیا حتی کہ ظہر کا وقت آگیا پھر منبر سے اُترے ظہر پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ دیا حتی کہ عصر کا وقت آگیا پھر منبر سے اترے اس کے بعد پھر منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ آپ نے ہمیں ماکان و مایکون کی خبریں دیں پس ہم میں سے جو زیادہ حافظہ والا تھا۔ اس کو زیادہ علم تھا۔

علامہ قسطلانی بیان فرماتے ہیں:

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله قد رفع لی الدنیا (بحیث احطت بجمیع ما فیها۔ شرح زرقانی) فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه ^٢

طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام دنیا کو منکشف کر دیا۔ پس میں (یعنی میں نے تمام دنیا کا احاطہ کر لیا۔ شرح زرقانی) دنیا کو اور جو دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے (یعنی ماکان و مایکون سعیدی) اس طرح دیکھ رہا تھا جیسا کہ اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں

علامہ زرقانی اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں:

ثم یعلم باعتبار صدقه و وجوب اعتقاد ما یقول ان

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق معلوم ہے اور آپ کے قول کے مطابق اعتقاد رکھنا

---

^١ ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹

^٢ شہاب الدین احمد قسطلانی ۹۲۳ھ مواہب مع زرقانی ج ۷ ص ۲۰۴

^٣ اس حدیث کو حافظ ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ نے بھی حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۰۱ میں اپنی مکمل سند کے ساتھ بیان کیا ہے

کل ما علمہ الناس بعدہ من جملۃ ما لا، حین رفعت لہ الدنیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

واجب ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو بھی واقعات لوگوں کے سامنے آئیں وہ یہ یقین رکھیں کہ یہ وہ واقعات ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دیکھ لیے تھے، جب آپ کو دنیا دکھائی گئی تھی۔

۲۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

خلق الانسان علمہ البیان (رحمٰن، ۴،۳)

انسان اور بیان کی تفسیر میں مفسرین کرام کے متعدد اقوال ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد ماکان و مایکون کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا علم عطا فرمادیا یہ ابن کیسان کا قول ہے اور اس کو اکثر مفسرین نے بغیر کسی جرح کے نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول ان مفسرین کا معتمد اور مختار ہے۔ العیاذ باللہ کوئی کفریہ عقیدہ نہیں ہے:

ملاحظہ فرمائیے امام قرطبی فرماتے ہیں:

الانسان ھاھنا یراد بہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم والبیان بیان الحلال من الحرام، والھدی من الضلال وقیل ما کان و یکون لانہ بین بین لمن الاولین و الاخرین و یوم

انسان سے یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے مراد حلال کا حرام سے ہے اور ہدایت کا گمراہی سے بیان ہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ماکان و مایکون کا بیان ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اولین و آخرین اور قیامت تک

---

[1] محمد بن عبدالباقی زرقانی ۱۱۲۲ھ شرح مواہب للزرقانی ج ۶ ص ۲۰۵۔

الدین ۱؎

کی خبریں بیان کی ہیں۔

اور علامہ خازن فرماتے ہیں،

اراد بالانسان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان مایکون وما کان لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین ۲؎

انسان سے مراد یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور علم البیان سے مراد ما کان وما یکون کا بیان ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اولین، آخرین اور قیامت تک کی خبریں دی ہیں۔

اور قاضی مظہری لکھتے ہیں،

وجاز ان یقال خلق الانسان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی القران فیہ بیان ما کان وما یکون من الازل الی الابد ۳؎

اور یہ قول جائز ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد قرآن ہے۔ جس میں ازل سے لے کر ابد تک ما کان وما یکون کا بیان ہے۔

۳۔ امام غزالی انبیاء علیہم السلام کے خصائص بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

والرابع ان لہ صفۃ بہا یدرک ما سیکون فی الغیب اما فی الیقظۃ او فی المنام اذ بہا یطالع اللوح المحفوظ فیری ما فیہ من الغیب فہذہ کمالات وصفات یعلم ثبوتہا للانبیاء ۔

نبی کی چوتھی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نیند یا بیداری میں غیب کے مایکون کا ادراک کر لیتا ہے۔ کیونکہ اسی صفت کے ساتھ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوح میں امور غیبیہ کو دیکھ لیتا ہے۔ پس یہ وہ کمالات اور صفات ہیں جن کا ثبوت انبیاء علیہ السلام کے لیے

---

۴۔ امام غزالی کی اس تقریر کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فتح الباری ج ۱۶ ص ۱۸۱ پر نقل کیا ہے۔

۱؎ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ — الجامع الاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۵۲۔

۲؎ علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ — تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۰۸

۳؎ قاضی محمد ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ — تفسیر مظہری پ ۲۷ ص ۱۲۵

ـ[۱] | معلوم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انبیاء علیہم السلام کی چھیالیس صفات ذکر کی ہیں ان میں سے یہ ہیں:

الثانیۃ والاربعون اطلاع علی ما سیکون الثالثۃ والاربعون الاطلاع علی ما کان عما لم ینقلہ احد قبلہ[۲]

بنی کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ اس کو مایکون کا علم ہو اور تنتالیسویں صفت یہ ہے کہ اس کو اس ماکان کا علم ہو جو اس سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔

علامہ خرپوتی لکھتے ہیں:

یجوز ان یقال انہ علیہ السلام کان اعلم منھم ببعض الامور کامور الآخرۃ واشراط الساعۃ واحوال السعداء والاشقیاء وعلم ماکان وما یکون ثم اعلم ان بیان علمہ ثابت بقولہ تعالیٰ وعلمک ما لم تکن تعلم[۳]

یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بعض امور میں زیادہ علم رکھتے ہیں مثلاً امور آخرۃ، علامات قیامت، نیک اور بد لوگوں کے احوال کا علم اور ماکان و مایکون کا علم۔ پھر یاد رکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ کے قول علمک مالم تکن تعلم سے ثابت ہیں

نیز علامہ خرپوتی تحریر فرماتے ہیں:

لانہ علیہ السلام مفیض وانھم مستفاضون لانہ تعالیٰ خلق ابتداء

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیض دینے والے ہیں اور تمام انبیاء آپ سے فیض لینے والے

---

[۱] امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ — احیاء العلوم ج ۴ ص ۰
[۲] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ۱۶ ص ۲۰
[۳] علامہ عمر بن احمد خرپوتی — عصیدۃ الشہیدۃ ص ۸۱

روحہٗ علیہ السلام موضع علوم الانبیاء وعلم ما کان وما یکون فیہ ثم خلقہم فاخذوا علومہم منہ علیہ السلام ؎۱

یعنی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو پیدا کیا اور آپ کو تمام انبیاء کے علوم اور ماکان و مایکون کا علم عطا کیا۔ پس انبیاء علیہم السلام نے آپ سے علم حاصل کیے۔

**فائدہ:** مذکور بالا شرح قصیدہ بردہ کے اس شعر کی ہے:

وکلہم من رسول اللہ ملتمس غرفا من البحر او رشفا من الدیم۔ ؎۲

تمام انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتے ہیں (علم کے) سمندر سے ایک چلو یا (علم کی) بارش سے ایک قطرہ۔

علامہ خرپوتی اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان ھذا البیت ثالث الابیات التی تمایل فیما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیلزم لقاری ان یکررہ ؎۳

یاد رکھو کہ یہ شعر قصیدہ بردہ کے ان اشعار میں سے تیسرا شعر ہے جس کو پڑھ کر حضور جھوم رہے تھے۔ پس پڑھنے والے پر لازم ہے کہ اس کو بار بار پڑھے۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

(لکن اللہ یشھد بما انزل الیک) لتجلیہ فیہ سبحانہ (انزلہ بعلمہ) ای متلبسا بعلمہ المحیط الذی لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض۔ ومن

(لیکن اللہ تعالیٰ اس قرآن پر شاہد ہے جس کو آپ پر نازل کیا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے علم کی تجلی فرمائی (اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا تو اپنی اس صفت

---

؎۱ علامہ عمر بن احمد خرپوتی عصیدۃ الشہدۃ ص ۸۳

؎۲ " " " " " ۸۲

هذا علم صلى الله تعالى عليه وسلم ما كان وما هو كائن۔ [1]

علم کے ساتھ آپ پر تجلی کی جس علم سے زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماکان و مایکون کو جان لیا۔

اور ابن جریر طبری لکھتے ہیں،

وعلمك مالم تكن تعلم من خبر الاولين والاخرين وما كان وما هو كائن۔ [2]

آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے ہیں ہم نے وہ سب آپ کو بتادیا اولین اور آخرین کی خبریں اور ماکان و مایکون۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں،

وعرض امته عليه باسرهم حتى راهم وعرض عليه ماهو كائن فى امته حتى تقوم الساعة۔ [3]

اللہ تعالیٰ نے حضور پر آپ کی تمام امت پیش کی تھی کہ آپ نے سب کو دیکھا اور آپ کی امت میں قیامت تک جو ہونے والے واقعات تھے سب دکھا دیئے (یعنی ماکان و مایکون)۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فلا يصح منه الجهل بشئ من تفاصيل الشرع الذى امر بالدعوة اليه اذ لا تصح دعوته الى ما لا يعلمه واما ما تعلق بعقده من ملكوت السموات والارض

شریعت کی تفصیل میں سے کسی چیز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناواقفیت ہرگز صحیح نہیں کیونکہ جب تک آپ کو کسی چیز کا علم نہ ہوگا اس کی طرف آپ کی دعوت صحیح نہیں ہوگی۔ یہاں وہ چیزیں جن کی معرفت آپ کے دل کو حاصل

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ ۱۱ ص ۳۳

[2] علامہ سید ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ جامع البیان پ ۵ ص ۱۷۷

[3] جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۱۔

وخلق الله و تعيين اسماء الحسنٰى و اٰياته الكبرٰى و امور الاخرة و اشراط الساعة واحوال السعداء و الاشقياء و علم ما كان و ما يكون مما لم يعلمه الا بوحى فعلى ما تقدم من انه معصوم فيه لا ياخذه فيما اعلم منه شك و لا ريب بل هو فيه على غاية اليقين

ہے مثلاً زمین و آسمان کی نشانیاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعیین، آیات کبریٰ - امور آخرت قیامت کی علامات نیک اور بد لوگوں کے احوال ماکان و مایکون کا علم یہ اس قبیل سے ہے، جس کو آپ نے صرف وحی کے ذریعہ جانا ہے پس جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ان علوم میں آپ معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو تبلایا ہے اس میں آپ کو کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو ان علوم میں انتہائی یقین حاصل ہے۔

ل

اس کے بعد قاضی عیاض نے لکھا ہے:

لكنه لا يشترط له العلم بجميع تفاصيل ذلك

لیکن آپ کے علم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آپ کو ان امور کی جمیع تفاصیل کا علم ہو۔

یہ عبارت منکرین عظمت علم مصطفیٰ کو مفید نہیں ہے اولاً اس لیے کہ قاضی عیاض یہ کہہ رہے ہیں کہ جمیع تفاصیل کا حاصل ہونا آپ کے علم کے لیے شرط نہیں ہے یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جمیع تفاصیل آپ کو حاصل نہیں ہیں اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ نبی کے لیے صاحب کتاب ہونا شرط نہیں ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی صاحب کتاب نہیں ہوتا۔ ثانیاً جمیع تفاصیل کے ہم قائل نہیں ہیں اس کی وضاحت علم الٰہی اور علم رسول میں فرق کے عنوان سے آجائے گی اور ان شاء اللہ حق وہاں بالکل ظاہر

---

ل قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ شفاء ج ۲ ص ۱۰۰

ہو جائے گا اور اس وقت قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ قاضی عیاض کی یہ عبارت ہمارے مسلک کے قطعاً خلاف نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

(فلا یصح منه) ای النبی علیه الصلٰوة والسلام (الجهل بشیء من تفاصیل الشرع الذی امر بالدعوة الیه اذ لا تصح دعوته الی ما لا یعلمه) ای الی ما لا علم به لدیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم (واما تعلق بعقد) ای یجزم قلبه فی معرفة ربه من ملکوت السمٰوٰت والارض) ای ظواهرها وبواطنها (وخلق الله تعالٰی) ای وسائر مخلوقاته العلویة والسفلیة (وتعیین اسمائه الحسنٰی) ای المشتملة علی نعوت الجلال وصفات الکمال کما تقتضیه ذات الحق ومالا (وآیاته الکبرٰی) ای العظمٰی من عجائب مخلوقاته وغرائب مصنوعاته (وامور الآخرة من نشر وحشر وشدائد احوالها ومکاید اهوالها (واشراط الساعة) ای علاماتها من قطیعة الارحام وقلة الکرام وکثرة اللئام و

جن شرعی احکام کی طرف دعوت دینے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔ ان کی تفاصیل سے آپ کا ناواقف ہونا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جس چیز کا آپ کو علم نہ ہو اس چیز کی طرف آپ کی دعوت دینا صحیح نہیں ہے اور جن چیزوں کی معرفت کا آپ کو اپنے رب کی طرف سے یقین ہے یعنی زمین و آسمان کی ظاہری اور باطنی نشانیاں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام اعلیٰ اور ادنیٰ مخلوق، اللہ تعالیٰ کے تمام ان اسماء کی تعیین جو اس کی صفت جمال جلال اور کمال پر دلالت کرتے ہیں۔ عجائب مخلوقات میں اس کی نشانیاں، امور آخرت میں سے حشر نشر اور اس دن کی شدید ہولناکیاں، قیامت کی علامات (قطع رحمی، عزت کا کم اور ملامت کا زیادہ ہونا۔ لوگوں پر زیادتی کا زیادہ ہونا، نیک لوگوں کے جنت میں احوال اور بدکار لوگوں کی جہنم میں تکلیفیں۔ ابتدا آفرینش کے خلق کے احوال کا علم، اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم جو سوائے وحی کے معلوم

كثرة الظلم من الانام (و احوال السعداء) فی جنة النعيم (والاشقياء) فی محنة الجحيم (وعلم ماكان) فی بدء الامر (وما يكون مما لم يعلمه) ويدرى فيما لايعلمه (الا بوحی فعلى ما تقدم) جواب اما ای محمول على ماسبق (من انه معصوم فيه لا ياخذه فيما اعلم به) بصيغة المجهول (منه شك) ای تردد (ولا ريب) ای شبهة لقوله تعالى فلا تكونن من الممترين (بل هو فيه على غاية اليقين فی طريق الدين المبين [1]

(فلا يصح) ولا يجوز عقلاً وشرعاً، (منه) صلى الله تعالى عليه وسلم ومن كل نبی (الجهل بشئ من تفاصيل الشرع) ای شرعه صلى الله عليه وسلم (الذی امر) بالبناء للمفعول ای امره الله تعالى (بالدعوة) ای دعوة امته (اليه) ای الى اتباعه و العمل به لان جهله به ينافی امره بدعوته (ولا تصح دعوته الى ما لا يعلمه) لانه طلب المجهول وهو ممتنع عقلاً وشرعاً وعبث غير مفيد فكان صلى الله عليه وسلم اعلم الناس باحكام ربه وله الولاية العامة

نہیں ہو سکتے ان تمام علوم کے بارے میں جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے۔ آپ معصوم ہیں۔ یعنی جن چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے یا جو چیزیں آپ نے لوگوں کو بتلائی ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کے ذہن میں کسی قسم کا تردد اور شک واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شک کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے ان علوم میں آپ کو شک نہیں۔ بلکہ انتہائی یقین حاصل ہے۔ جو کہ دین مبین کا طریقہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس شریعت کی دعوت دینے کے لیے مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ عقلاً اور شرعاً یہ ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفصیل کا علم نہ ہو۔ کیونکہ شریعت سے لاعلمی اس کی طرف دعوت دینے کے منافی ہے نیز شریعت سے لاعلم ہو کر اس کی طرف دعوت دینا طلب مجہول مطلق کو مستلزم ہے جو کہ عقلاً اور شرعاً محال ہونے کے علاوہ عبث اور غیر مفید ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ اپنے رب کے احکام جاننے والے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر عام حاکمیت حاصل

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۶۰، ۶۱

على جميع خلقه والامامة العظمى فكان
يحكم بالقضاء والسياسة والافتاء ويحكم
بالظاهر والباطن كالخضر عليه الصلوة و
السلام كما قال السيوطي والفرق بين
احكامه بما ذكر فضله السبكي والعراقي
في قواعده وللعلامة ابى شامة
فيه تاليف مستقل لايستطيع
هذا المقام تفصيله وان تكلم بعضهم
فيه هنا كلاما غير مهذب فاذا
اردت تحققه فانظر كلام القوم فيه
(واما ما تعلق بعقده) اى بجزم
قلبه فيما بصره الله تعالى به عليه
الصلوة والسلام (من ملكوت السموت
والارض) الملكوت مبالغة في الملك
كالرهبوت والجبروت قد يخص
بغير المشاهد كعالم الامر كما مر
والمراد علمه صلى الله عليه وسلم
بحقيقة الاجرام العلوية وانها حادثة
مستغن عنها وما فيها من الملئكة
الموكلين بها والكواكب التي خلقت فيها
زينة لها وهداية لخلقه وعلامات
لحكم الهيئة وكذلك الارض التي
جعلها الله مقرا لعباده وعلمه بما فيها

ہے آپ بظاہر قضا، سیاست اور افتاد
کے احکام جاری کرتے اور باطن میں خضر
علیہ السلام کی (تکوین میں تصرف کرتے)۔
جیسا کہ علامہ سیوطی نے تصریح کی ہے
اور ظاہر اور باطن کے احکام میں فرق کو
علامہ سبکی اور عراقی نے بیان کیا ہے۔
اور علامہ ابی شامہ نے اس فن میں ایک
مستقل کتاب لکھی ہے۔

اس فرق کے بیان کے لیے یہ جگہ مناسب
نہیں ہے جو شخص تفصیلی جاننا چاہے وہ
متعلقہ کتب کا مطالعہ کرے۔

اور جن چیزوں کی بصیرت پر آپ کو
اپنے رب کی طرف سے یقین ہے۔ یعنی
آسمانوں اور زمین کی نشانیاں ...... یعنی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان ستارے
اور ان میں دیگر علامات اور ان پر مقرر
فرشتوں سب کی حقیقت اور ان کی تمام
تفاصیل کا علم ہے۔ اسی طرح زمین جس کو
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مستقر
بنایا ہے۔ حضور کو زمین اور زمین میں
جو کچھ ہے اس سب کا علم ہے .....
اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق جو زمین پر پھیلی
ہوئی ہے اور جو کچھ اس مخلوق میں اللہ تعالیٰ

علماً اطلعه به على حقيقتها وما اودعه فيها وليست كما تزعم الفلاسفة واهل الطبيعة من اصول مخترعة القوانين كثيرة المفاسد (وخلق الله) اى مخلوقاته التى بثها فيهما وابدعها واودعها لحكم اتحار فيه العقلاء وفى كل شىء له آية تدل على انه الواحد (وتعيين اسمائه الحسنى) الدالة على ذاته وبديع صفاته وفى قوله تعيين اشارة الى انها توقيفية فلا يطلق عليه الاسم ورد به اذن شرعى من الكلام عليها افرد بالتاليف واجل ما صنف فيها كتاب الامام القرطبى وقيل يصح ان يطلق عليه كل اسم ثبت اتصافه به ما لم يوهم نقصا وقيل يجوز ما كان على سبيل التوصيف والكلام عليه مفصل فى كتب الاصول.

(وآيته الكبرى) اى عجائب مخلوقاته الدالة على عظمته والكبرى بمعنى العظمى مما اخبر عنه صلى الله تعالى عليه وسلم مما شاهده فى ليلة الاسراء كما تقدم (وامور الآخرة) كالحشر والنشر واحوال الموقف والصراط والميزان والنفخ فى الصور (واشراط الساعة) اى علاماتها الدالة عليها جمع شرط بفتحتين وفى

کے کمالات دیکھے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے اور ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین حاصل ہوتا ہے ان سب کا علم اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی تعیین کر جانتے ہیں اور لفظ تعیین میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسماء صفات کا اطلاق سماع شرع پر موقوف ہے۔ اس بحث میں بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ اس موضوع پر عظیم کتاب امام قرطبی نے لکھی ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جس لفظ میں کوئی نقص نہ ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ جس لفظ میں تعریف کا پہلو ہو اس کا اطلاق جائز ہے۔ اور بحث کا مفصل بیان کتب کلام میں ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ان آیات کبریٰ کا علم ہے۔ جن کا آپ نے شب معراج مشاہدہ کیا اور ان کی خبر دی اور امور آخرت کا جیسے حشر و نشر اور میدان قیامت پل صراط اور میزان اور صور پھونکنے کا اور قیامت کی علامات کا ........ خواہ وہ چھوٹی علامات ہوں یا بڑی علامات۔ مثلاً مہدی کا ظہور۔ دجال کا خروج وغیرہ۔ اور

الاساس يقال لاوائل كل شيء اشرافه ومنه
اشرط اليه رسولا اذا قدمه واشراط الساعة
مشهورة والساعة مقدار من الزمان ثم خص
بالقيامة وقيل الاشراط تختص بعلاماتها
الصغار كما نقله الخطابي عن ابي عبيدة و
المشهور شمولها للصغار والكبار كخروج المهدي
والدجال (و احوال السعداء والاشقياء) في
البرزخ والدنيا والآخرة وما لهم من نعيم و
عقاب (وعلم ما كان) من احوال الامم السالفة
وما كان في ابتداء خلق العالم (وما يكون) بعده
من الفتن وغيرها كما في حديث حذيفة المشهور
(مما لا يعلمه الا بوحي) اعلمه الله به في المغيبات
(على ما تقدم) اي واقع على اسلوب ما تقدم
في جواب اما (من انه) بيان لما تقدم (معصوم
فيه) عن الخطاء والشك في شيء منه (لا ياخذه)
اي لا يعرض له ولا يطرأ عليه (فما علم) بالبناء
للمجهول اي اعلمه الله بوحيه وجوز فيه البناء
للفاعل اي اعلم به امته (منه) اي مما ذكر (شك
لا ريب) تردد في علمه بدليل هو فيه) اي فيما اعلم به

(على غاية اليقين) والجزم به بلا تردد فقلبه صلى الله تعالى عليه وسلم مطمئن بعلمه لا يعلق به ريب مضطرب لان اصل معنى الريب الاضطراب كما حققه اهل اللغة

نیک اور بد لوگوں کے احوال خواہ دنیا میں
ہوں، برزخ میں ہوں یا آخرت میں اور
جہاں کو نعمت یا عذاب وغیرہ ملتا ہے
ان کا علم۔ اسی طرح ابتداء خلق کے احوال
اور گزشتہ امتوں کے احوال کا علم اور
اسی طرح آپ کے بعد (قیامت تک)
ہونے والے فتنوں کا علم جیسا کہ حضرت
حذیفہ کی حدیث مشہور سے معلوم ہے
یہ وہ چیزیں جو غیب ہے اور اللہ تعالیٰ
نے آپ کو ان چیزوں کا علم دیا ہے پس
ان تمام علوم میں آپ وقوع شک سے
معصوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں
کا جو علم دیا ہے یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے
سے آپ نے ان چیزوں کی جو خبر دی ہے
اس میں آپ کو کوئی شک واقع نہیں ہوتا
اور نہ ہی اس علم میں آپ کو کوئی تردد
ہے۔ بلکہ ان تمام علوم میں آپ کو یقین
حاصل ہے اور آپ کا دل ان علوم کے
ساتھ مطمئن ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علم ماکان ومایکون کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہرچہ در دنیا ست از زمان آدم تا | آدم علیہ اسلام کے زمانہ سے لے کر قیامت

---

سلہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری متوفی نسیم الریاض ج ۴ ص ۶۰، ۶۱

اوان نفخہ اولی بروے منکشف ساختند تاہمہ احوال را از اول تا آخر معلوم کرد ویاران خودرا نیز از بعضے احوال خبرداد[1]

تک کے احوال آپ پر منکشف کردیے ہیں یہاں تک کہ اول سے لے کر اخیر تک آپ کو معلوم ہو گئے اور بعض احوال کی آپ نے اپنے صحابہ کو بھی خبر دی۔

قارئین کرام! ہم نے کثیر تعداد میں دلائل اور حوالے اس لیے پیش کیے ہیں تاکہ آپ پر یہ امر واضح ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان ومایکون ماننے والے صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے پیروکار نہیں بلکہ اسلام کے مستند اور اساطین علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماکان ومایکون مانا ہے اور ہم نے وہ احادیث بھی پیش کردی ہیں۔ جن کے تحت علماءِ اسلام نے حضور کے لیے یہ علم مانا ہے۔ اب حضور کو عالم ماکان ومایکون ماننے اور آپ کے لیے علم ماکان وما یکون ثابت کرنے پر مخالف مذکور کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم غیب عالم ماکان ومایکون اور علیم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انبیاء غیب مطلع ہونا جدا مفہوم ہے دوسری بات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منکر ملحد اور زندیق اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے[2]

اس عبارت میں مخالف مذکور نے صاف تصریح کردی ہے۔ حضور کے لیے ماکان ومایکون ماننا اور ثابت کرنا کفر ہے۔

ہم نے سطور بالا میں جن اساطین اسلام کو پیش کیا ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ماکان ومایکون مانا ہے وہ یہ حضرات ہیں:

امام مسلم[1]، ۲۔ امام طبرانی۔ علامہ قسطلانی[3]، علامہ زرقانی[4]۔ امام قرطبی[5]۔ علامہ خازن[6]

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ — مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۴۴

[2] محمد سرفراز خاں صفدر — ازالۃ الریب ص ۳۸

قاضی مظہری[7] - امام غزالی[8] - حافظ ابن حجر[9] عسقلانی - علامہ خرپوتی[10]، علامہ آلوسی[11] - ابو جعفر محمد[12] بن طبری - علامہ سیوطی[13] - علامہ قاضی عیاض[14] مالکی - علامہ علی[15] قاری - علامہ شہاب الدین[16] خفاجی - شیخ عبدالحق محدث[17] دہلوی -

کیا یہ سب علماء اسلام کافر ہیں -

آج تمام امت مسلمہ کا دامن انہیں علماء کے ساتھ وابستہ ہے اگر بقول مخالف مذکور یہ سب کافر ہیں تو اس امت میں مسلمان کون رہ گیا!

## علم روح اور علوم خمسہ :

روح اور امور خمسہ (قیامت، بارش، پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا - کون کس جگہ مرے گا) کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے یا نہیں - اس بارے میں علماء اسلام کا اختلاف ہے بعض علماء اسلام نے نیک نیتی سے اس علم کو حضور کے لیے ثابت نہیں مانا اور اکثر علماء اسلام نے اس علم کو حضور کے لیئے ثابت مانا ہے - علم کلی - کلی غیب اور علم ماکان و مایکون کی طرح اس علم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماننا نہ عقیدہ قطعیہ ہے نہ فرض نہ واجب - جمہور علماء اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس علم کو دلائل سے ثابت ہونے کی بنا پر مانتے ہیں اور بعض علماء نیک نیتی سے اس علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں مانتے ان سے ہمارا اختلاف نہیں ہے - ہمارا اختلاف تو ان لوگوں سے ہے جو تنقیص کمالات رسالت کے نشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس علم ماننے کو غیر اسلامی عقیدہ اور کفر قرار دیتے ہیں - اختصار کے پیش نظر ہم آپ کے سامنے مستند علماء اسلام کی چند عبارات پیش کرتے ہیں جنہوں نے روح اور علوم خمسہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت مانا ہے ملاحظہ فرمائیے امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| (وثالثهما) ان مسئلة الروح يعرفها اصاغر الفلاسفة وارا ذل المتكلمين فلو قال الرسول | تیسری بات یہ ہے کہ عام فلاسفر اور متکلین بھی مسئلہ روح کو جانتے ہیں - پس اگر |

صلی اللہ علیہ و سلم انی لا اعرفها
لا فرق ذالك ما يوجب التحقير
و التنفير فان الجهل بمثل هذه
المسئلة يفيد تحقير اى انسان
كان فكيف الرسول الذى هو اعلم
العلماء و افضل الفضلاء ورابعها
انه تعالى قال فى حقه الرحمن علم
القرآن و علمك ما لم تكن تعلم
و كان فضل الله عليك عظيما
و قال قل رب زدنى علما و
قال فى صفة القرآن
و لا رطب و لا يابس الا
فى كتب مبين و كان
عليه السلام يقول ارنا
الاشياء كما هى فمن كان
حاله و وصفته كيف يليق
به ان يقول انا لا اعرف
هذه المسئلة مع انها
من المسائل المشهورة المذكورة
بين جمهور الخلق بل
المختار عندنا انهم
سئلوه عن الروح
و انه صلى الله عليه و

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں روح
کو نہیں جانتا تو یہ آپ کی شان کے خلاف
ہے اور لوگوں کو آپ سے دور کرنے
کا باعث ہے بلکہ روح کے مسئلہ سے
لاعلمی تو ایک عام انسان کے لیے بھی حقارت
کا سبب ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام علماء سے بڑھ
کر عالم اور تمام فضلاء سے بڑھ کر فاضل
ہیں انہیں مسئلہ روح کا علم نہ ہو۔ اور چوتھی
وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور رحمن نے
قرآن کا علم دیا۔ اور آپ جو کچھ نہیں جانتے
وہ آپ کو بتلا دیا اور یا اللہ تعالیٰ کا آپ پر
فضل عظیم ہے اور فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ
سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کے علم میں زیادتی
کرے اور قرآن کی صفت میں فرمایا ہر
خشک و تر چیز کا ذکر قرآن کریم میں ہے
اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا
مانگی کہ اللہ ہمیں تمام اشیاء کی حقیقت
بتلا۔ پس جس شخص کریم کا یہ حال اور یہ شان
ہو ان کے بارے میں یہ کیونکر متصور ہو
سکتا ہے کہ انہیں روح کا علم نہ ہو جبکہ یہ
مسائل مشہورہ میں سے ہے۔ بلکہ ہمارے

سلم اجاب عنه على احسن الوجوه.[1]

نزدیک مختار یہ ہے کہ یہود نے حضور سے روح کے بارے میں سوال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بہترین طریقہ سے جواب دیا۔

اور امام غزالی فرماتے ہیں،

واما الروح التی هی الاصل وهی التی اذا فسدت فسد لها سائر البدن فذالك سر من اسرار الله و الامور الربانية لا تحتمل العقول وصفها بل تحير فيها عقول اكثر الخلق واما الاوهام والخيالات فقاصرة عنها بالضرورة قصور البصر عن ادراك الاصوات وتتزلزل فی ذکر مبادی وصفها معاقد العقول المقيدة بالجوهر والعرض المحبوسة فی مضيقها فلا يدرك بالعقل شئ من وصفه بل بنور آخر اعلى و اشرف من العقل يشرق ذالك النور فی عالم النبوة والولاية نسبته الى العقل نسبة العقل الى الوهم والخيال۔

رہی وہ روح جو اصل ہے جس کے فساد سے بدن فاسد ہو جاتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے اور امور ربانیہ میں سے ہے عقل اس کے بیان کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ اکثر مخلوق کی عقلیں اس میں حیران ہو جاتی ہیں رہ گئے اوہام اور خیالات تو ان کی رسائی اس سے بہت دور ہے جیسے آنکھ سے آواز کے ادراک کی رسائی بہت دور ہے اور جو عقول جوہر اور عرض کی قید سے مقید ہیں۔ وہ تو روح کے مبادی کی بھی گرہ نہیں کھول سکتیں اس لیے عقل سے روح کا علم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا علم ایک اور نور سے حاصل ہوگا۔ جو نور عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور یہ نور صرف عالم نبوت اور رسالت میں ہوتا ہے اور اس نور کی

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۳۴، ۴۳۵۔

۔ لے

نسبت عقل کے ساتھ ایسی ہے جیسی عقل کی نسبت وہم اور خیال کے ساتھ۔

اس عبارت میں امام غزالی نے صاف تصریح کی ہے کہ روح کا علم صرف نبی یا ولی ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

النبی عبدۃ عن شخص کوشف بحقائق الماموریۃ [2]

نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس پر تمام حقائق منکشف ہوں۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

فلیس لاحد من علماء الدین ان یکشف عن سر الروح و ان اطلع علیہ [3]

علماء دین میں سے اگر کسی پر روح کی حقیقت منکشف ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسروں کو تبلائے

نیز امام غزالی فرماتے ہیں،

ولا تظن ان ذالک لم یکن مکشوفا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان من لم یعرف الروح فکانہ لم یعرف نفسہ ومن لم یعرف نفسہ فکیف یعرف اللہ سبحانہ ولا یبعد ان یکون مکشوفا لبعض الاولیاء والعلماء [4]

یہ گمان نہ کرو کہ روح کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھی۔ کیونکہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ اور جو اپنے آپ کو نہ پہچانتا ہو۔ وہ اللہ سبحانہ کو کیسے جان سکتا ہے اور یہ بات بعید نہیں کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی روح کا علم ہو۔

---

لے امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۳

ے۲ " " " " ج ۳ ص ۲۴

ے۳ " " " " ج ۴ ص ۹۷

ے۴ " " " " احیاء العلوم بحوالہ الکلمۃ العلیاص ۱۱۵

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

عن عبد اللہ بن بریدۃ قال لقد قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما یعلم الروح ولعل عبد اللہ ھذا ابن عمر انھا یمتنع العلم بھا والا و فلم یقبض رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حتی علم کل شیء یمکن العلم بہ کما یدل ما اخرجہ الاحمد و الترمذی وقال حدیث صحیح و سئل البخاری عنہ فقال حدیث حسن صحیح عن معاذ رضی اللہ عنہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال انی قمت من اللیل فصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوتی الی ان قال وتجلی لی کل شیٔ و عرفت[1]

عبد اللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور آپ روح کو نہیں جانتے تھے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ غالباً ان صاحب کے نزدیک روح کا علم محال تھا ورنہ جس چیز کا بھی علم ممکن تھا۔ وصال سے پہلے حضور کو اس کا علم حاصل ہو گیا۔ جیسا کہ اس بات پر امام احمد اور ترمذی رحمہ اللہ کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام بخاری نے بھی صحیح کہا ہے۔ کہ حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کی نماز میں اونگھ آگئی۔ ...... پھر حضور نے فرمایا مجھ پر ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے اسے جان لیا۔

علامہ آلوسی نے اس عبارت میں نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم کلی مانا ہے۔ بلکہ روح کے علم کو بھی مانا ہے اور روح کے علم پر استدلال حضور کے علم کلی سے ہی کیا ہے۔

اسی طرح علامہ عینی نے بھی حضور کے علم کلی سے علم روح پر استدلال کیا ہے

قلت جل منصب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حبیب اللہ و

میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی پ ۱۵ ص ۱۵۴۔

سید خلقه الا یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من الله علیه بقوله وعلمك ما لم تکن تعلم وکان فضل الله علیك عظیما۔ [1]

علم نہ ہو اور یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ آپ اللہ کے محبوب اور تمام کائنات کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا ہے کہ آپ کو وہ سب کچھ بتلایا جو آپ نہ جانتے تھے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اور علامہ آلوسی علم قیامت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ویجوز ان یکون الله تعالیٰ قد اطلع حبیبه علیه الصلوٰة والسلام علی وقت قیامها علی وجه کامل لکن لا علی وجه یحاکی علمه تعالیٰ به الا انه سبحانه اوجب علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کتمه لحکمة ویکون ذالك من خواصه علیه الصلوٰة والسلام ولیس عندی مایفید الجزم بذالك [2]

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو۔ اور یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہو۔ لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم: لیس فی الآیة دلالة علی ان الله لم یطلع نبیه علی حقیقة الروح بل یحتمل

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن کی کسی آیت میں اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو حقیقت روح

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ — روح المعانی پ ۲۱ ص ۱۱۳

ان یکون ولم یامرہ انہ یطلعھم وقد قالوا فی علم الساعۃ نحو ھذا۔[1]

پر مطلع نہیں کیا۔ بلکہ جائز ہے کہ آپ کو مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہو اور قیامت کے علم میں بھی انہوں نے اسی طرح کہا ہے۔

معتزلہ نے اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کیا اور عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا سے استدلال کیا کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ صرف رسولوں کو دیتا ہے۔ یعنی اولیاء اللہ کو نہیں دیتا۔ علامہ تفتازانی نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں غیب سے مراد عام نہیں ہے بلکہ خاص غیب ہے۔ یعنی وقت وقوع قیامت اور جائز ہے کہ اللہ بعض رسولوں کو یہ غیب بتلا دے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ھھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیمۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسل من الملئکۃ او البشر[2]

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ رابطہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

عالم الغیب فلا یظھرہ (جن : ۲۶) کی تفسیر میں زیادہ تفصیل کے ساتھ یہی تقریر

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ   فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۸

[2] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ   شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۵۔

امام رازی[۱] اور علامہ خازن[۲] نے بھی کی ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

وقال القرطبی من ادعی علم شیئ منها غیر مستند الیه علیه الصلوٰة والسلام کان کاذباً فی دعواه[۳]

امام قرطبی نے کہا کہ جو شخص حضور کے توسل کے بغیر امور خمسہ کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

یہی عبارت علامہ بدرالدین[۵] اور علامہ ابن حجر عسقلانی[۴] نے بھی اپنی اپنی شرحوں میں نقل کی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الی انه صلی الله علیه وسلم اوتی علم الخمس ایضاً وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بکتم ذالک[۶]

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا بھی علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

اور یہی بات علامہ سیوطی نے شرح الصدور ص ۱۳۳ میں بھی بیان فرمائی ہے:

اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم لیس فی الآیة دلالة علی ان الله لم یطلع

بعض علماء نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے

---

۱ امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ — تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۴

۲ علامہ علاؤالدین خازن متوفی ۷۴۱ھ — تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۱۹

۳ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۱ ص ۶۵

۴ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۲

۵ حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری جز ۱ ص ۲۹۰

۶ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ — خصائص کبریٰ ج ۳ ص ۱۶۰

| | |
|---|---|
| نبیه علی حقیقة الروح بل یحتمل ان یکون اطلعه و لم یامره ان یطلعهم و قد قالوا فی علم الساعة نحو هذا ۱ | کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حقیقت روح پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ جائز ہے کہ آپ کو مطلع فرمایا اور دوسروں کو تبلانے کا حکم نہ دیا ہو اور علماء نے قیامت کے علم کے بارہ میں بھی یہی فرمایا ہے۔ |

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وحق آنست کہ در آیت دلیلے نیست برآنکہ حق تعالیٰ مطلع نگردانیدہ است حبیب خود را صلی اللہ علیہ وسلم بر ماہیت روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردانیدہ باشد وامر نکرد او را کہ مطلع گرداند ایں قوم را و بعضی از علماء در علم ساعت نیز ایں معنی گفتہ اند الی ان قال و مے گوید بندہ مسکین خصہ اللہ بنور العلم والیقین وچگونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است او را حق سبحانہ علم ذات وصفات خود و فتح کردہ بروئے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ وی قطرہ ایست از دریائے از بیضائے فافہم و باللہ التوفیق | حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو تبلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے۔ اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے۔ وہ جو سید المرسلین اور امام العارفین ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے |

---

۱ شہاب الدین احمد قسطلانی ۹۲۳ھ مواہب اللدنیہ مع زرقانی ج ۱ ص ۲۶۵۔

سامنے روح کے علم کی کیا حقیقت ہے
آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح
کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت
ہے۔

اللہ اکبر! حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روح اور امور خمسہ کا علم ماننے والوں میں سے جن چند اساطین اسلام کا آپ کے سامنے ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں:
۱۔ امام رازی۔ ۲۔ امام غزالی۔ ۳۔ سید محمود آلوسی ۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی،
۵۔ علامہ سعد الدین تفتازانی۔ ۶۔ علامہ علاء الدین خازن۔ ۷۔ حافظ بدر الدین عینی۔ ۸۔ امام قرطبی ۹۔ ملا علی قاری۔ ۱۰۔ علامہ جلال الدین سیوطی۔ ۱۱۔ علامہ قسطلانی اور ۱۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔

اب مخالف مذکور بتلائیں یہ محققین اجلہ علمار اسلام ہیں یا خانقاہی مزاج صوفی ہم نے عارف صاوی کے حوالے پیش نہیں کیے۔ کہ آپ کو ساوی تیلی پیلی کہہ کر ان کا مذاق اڑانے کی عادت ہے نہ علامہ اسمٰعیل حقی صاحب روح البیان اور صاحب عرائس البیان کے حوالے پیش کیے کہ آپ کہتے ہیں کہ وہ صوفی المشرب آدمی ہیں اور آپ کو مشرب صفا سے چڑ ہے اور نہ ابریز سے سیدی غوث عبد العزیز دباغ کے حوالے پیش کیے ہیں کہ آپ کہہ دیں گے کہ وہ تو ایک امی بزرگ تھے اور آپ اولیاء اللہ کی عبارات کو سند نہ مان کر اور ان سے اظہار عداوت کر کے (من عادلی ولیا فقد آذنتہ بالحرب کے بموجب اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ کر چکے ہیں۔

بہر حال علم روح اور امور خمسہ کے اثبات کے سلسلہ میں ہم نے جن اساتید اسلام کے حوالے پیش کیے ہیں آپ انہیں کیا کہتے ہیں! کافر و مشرک کہتے ہیں، گمراہ اور بے دین

---

[۱] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰، ۴۱

کہتے ہیں زندیق کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں ازالۃ الریب میں آپ اس علم کے اثبات کو کفر کہہ چکے ہیں۔ بتلائیے اگر یہ سب علماء اسلام کافر ہیں اور ان کے دامن سے وابستہ سارے مسلمان کافر ہیں تو پھر دنیا میں کون مسلمان رہ جائے گا۔

## علمِ الٰہی اور علمِ رسول میں فرق:

اعلیٰ حضرت نے متعدد جگہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی درجہ سے ہے اور ہر وجہ کے ساتھ پھر غیر متناہی وجوہ کے ساتھ پھر ان میں سے ہر وجہ کے ساتھ پھر غیر متناہی وجوہ کے ساتھ تعلق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مخلوق کے ساتھ متناہی وجوہ کے ساتھ ہے پھر مساوات کا وہم کیسا:

وقد اقمنا الدلائل القاھرۃ علی ان احاطۃ علم المخلوق بجمیع المعلومات الالٰھیۃ محال قطعا عقلا و سمعا فالوھابیۃ الذین اذا سمعوا اتباع الائمۃ یشنعون باتباعھم و اتباع القرآن والحدیث لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم جمیع ما کان وما یکون من اول یوم الی اخر الایام حکموا علیھم بالشرک والکفر وانھم یدعون مساواۃ علمہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلم ربہ عز وجل خابطون غالطون۔ وھم بانفسھم فی مھوی الشرک و الکفر ساقطون لانھم اذا

ہم دلائل قطعیہ قائم کر آئے ہیں کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہونا یقیناً عقل سے بھی باطل اور شرع سے بھی باطل اور وہابیہ وہ کہ جب ائمہ کے پیروؤں کو سنتے ہیں کہ وہ آئمہ کی پیروی اور قرآن وحدیث کے اتباع سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روز اول سے روز آخر تک کی تمام گذشتہ و آیندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان پر شرک و کفر کا حکم لگاتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے علمِ الٰہی سے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کر دیا یہ حکم لگانے والے خود ہی خبط و غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اور آپ ہی شرک و کفر کے گڑھے میں گرے ہیں۔ اس لیے کہ جب انہوں نے

زعموا فی اثبات ھذا العلم المحدود والمحصور المعدود المساواۃ مع علم اللہ فقد شھدوا ان علم اللہ تعالیٰ لیس الا بھذا القدر القلیل الصغیر النزر الیسیر اذ لو زاد علیہ عندھم فالزائد لا یساوی الناقص فلو حکموا بالمساواۃ لکنھم یحکمون فبعلم اللہ یتھکمون و بالنقص علیہ یتحکمون ؛ قاتلھم اللہ انی یؤفکون ؛ نسال اللہ النجاۃ من الفتون ؎۱

اس گھڑے ہوئے حد باندھے ہوئے گنتی کے علم کے ثابت کرنے میں علم الٰہی سے مساوات ٹھہرا دی تو وہ گواہی دے چکے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بس اسی قدر ہے کم چھوٹا قلیل تھوڑا کیونکہ علم الٰہی ان کے نزدیک اس مقدار سے زیادہ ہوتا تو زیادہ کم کے کیسے برابر ہو جاتا تو وہ مساوات کا حکم نہ کرتے لیکن وہ اس کا حکم لگا رہے ہیں تو اللہ ہی کے علم سے ٹھٹھا کر رہے ہیں۔ اور زبردستی اسے ناقص بتا رہے ہیں۔ خدا انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ فتنہ سے بچائے۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ خالق اور مخلوق کے علوم میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

مفصلاً حق کو واضح تر کروں اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عز و جل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے

اوّل :۔ علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو (دوم) علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر و فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوئم :۔ علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم : علم کا وجوب، کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم ۔ علم کا ثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر تبدل فرق تفاوت کا امکان

---

؎۱ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ الدولۃ المکیۃ ص ۴۹-۵۰۔

نہ ہو۔

**تشریح:** علم کا اقصٰی غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔ جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے[1]

علم ما کان و ما یکون، علم کل، غیب کلی تو بہت دور، بارت، اعلٰحضرت تو فرماتے ہے کہ ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کیساتھ حضور کے علم کی کوئی مماثلت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں۔ ایک ذرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے واجب و قدیم ہے ممتنع الزوال ہے۔ غیر سے مستغنی ہے۔ ثابت اور مستمر ہے اور اقصٰی غایت کمال پر ہے۔

حضور کا علم ایک ذرہ کے ساتھ بھی متناہی وجوہ سے ہے ممکن اور حادث ہے اس علم کا زوال حضور سے جائز ہے۔ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دینے کی طرف محتاج ہے۔ اس ذرہ کے علم میں تغیر و تبدل جائز ہے اقصٰی غایت کمال پر نہیں بلکہ ایک ذرہ کے بھی تمام ذاتیات اعراض، احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ۔ اضافیہ۔ ماضیہ مستقبلہ موجودہ ممکنہ تمام وجوہ سے آپ کو معلوم نہیں۔

غور فرمائیے اعلیٰ حضرت تو فرماتے ہیں کہ جیسا علم اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا ہے حضور کو ایک ذرہ کا بھی ویسا چھ وجوہ سے علم نہیں۔ بتلائیے حضور کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی کس قدر عظمت و جلالت مان رہے ہیں اس پر بھی مخالفین کی

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ الصمصام ص ۶

زبانیں یہ کہتے نہیں تھکتیں کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے علم کو ملا دیتے ہیں
غالی اللہ المشتکیٰ!۔

## الشئ المطلق اور مطلق الشئ:

مخالف مذکور نے اتمام البرہان میں مطلق الشی اور شی المطلق کی بحث بھی چھیڑی ہے کیونکہ ہم نے لکھا تھا کہ سرفراز صاحب نے حضور سے مطلق الغیب کی نفی کی ہے اور مطلق الشی کی نفی ایک فرد کی نفی سے بھی ہو جاتی ہے تو کیا آپ کے نزدیک حضور کے لیے غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں ہے۔ آئیے دیکھیئے وہ اس اعتراض سے کس طرح جان چھڑاتے ہیں:

مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے کہا ہے کہ حضور کے لیے مطلق غیب نہ ثابت ہے۔ نہ منصب نبوت کے لائق ہے کاش! آپ نے شرح تہذیب ہی کسی بریلی کے طالب علم سے پڑھی ہوتی تو آپ کو سمجھا دیتا کہ مطلق الشئ یتحقق یتحقق فردٍ ما" سرفراز صاحب مطلق غیب تو غیب کے ایک فرد کے ثبوت سے بھی ہو جائے گا یا دیوبند کے عشاق رسول کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں (ص ۳۹)

**الجواب:۔** بحمد للہ تعالیٰ سرفراز تو چالیس سال سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھا پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کو بفضلہ تعالیٰ اب کوئی کتاب کسی محقق دیوبندی عالم سے بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں چہ جائیکہ وہ کسی بریلوی سے اور پھر مبتدی طالب علم سے پڑھے مگر معاف رکھنا۔ آپ خود علم سے بے بہرہ ہیں اور ہمہ دانی کے جہل مرکب کا شکار ہیں زیادہ مناسب ہے کہ آپ کسی دیوبندی عالم سے بھی کچھ عرصہ استفادہ کریں تاکہ آپ کو علم سے بھی کوئی حصہ حاصل ہو جائے۔ آپ کے معلومات کے لیے عرض ہے کہ ایک ہے الغیب المطلق اور ایک ہے۔ مطلق الغیب بالفاظ دیگر ایک ہے الشئ المطلق اور ایک ہے مطلق الشئ ان دونوں میں بڑا فرق

ہے۔ مطلق الشئی کا تحقق تو ایک فرد کے تحقق سے بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن الشئی المطلق عام ہے۔ وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کے لیے عام ہے اس کا تحقق کسی ایک فرد کے تحقق سے پورا نہیں ہوتا اس کا تحقق جبھی ہوگا۔ جب اس کے تمام افراد متحقق ہو جائیں آپ اپنے مطالعہ کو ذرا وسعت دیں اور شرح تہذیب سے آگے نکل کر اور علمی کتابیں بھی دیکھیں لے

سرفراز صاحب! آپ نے واقعی چالیس سال مختلف علوم و فنون پڑھائے ہوں گے لیکن سخت حیرت ہے کہ مسلسل چالیس سال پڑھانے کے باوجود آپ علم کی ابتدائی اصطلاحات سے ہنوز ناواقف ہیں اور ہمہ دانی کا دعویٰ رکھتے ہیں اور خود کو استفادہ سے مستغنی سمجھتے ہیں (نجانے جہل مرکب اور کس چیز کا نام ہے) خدا جانے آپ چالیس سال تک کیا پڑھاتے رہے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ نے علوم و فنون کو سمجھ کر نہیں پڑھا ورنہ درس نظامی ایک عامی فارغ التحصیل بھی الشئی المطلق کی تعریف میں ایسی فاش غلطی نہیں کر سکتا جیسی آپ نے اس عبارت میں کی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ :

ایک ہے الشئی المطلق اور ایک ہے مطلق الشئی ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مطلق الشئی کا تحقق تو ایک فرد کے تحقق سے بھی ہو جاتا ہے۔

لیکن الشئی المطلق عام ہے وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کے لیے عام ہے اس کا تحقق جبھی ہوگا۔ جب اسی کے تمام افراد متحقق ہو جائیں۔ (اتمام البرہان ص ۲۸)

سو یہ آپ نے بالکل غلط لکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے سید میر زاہد ہروی مطلق الشئی المطلق کی تعریف میں لکھتے ہیں :

| | |
|---|---|
| الشئ المطلق وھو بھذا الاعتبار تحقق بتحقق فرد ما لا ینتفی | الشی المطلق اس اعتبار سے ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور اس کی |

---

لے محمد سرفراز خاں صفدر اتمام البرہان ۲۸۔

الا بانتفاء جميع الافراد تحقيقا للعموم — نفی تمام افراد کی نفی سے ہوتی ہے۔[1]

نیز میر زاہد ہروی مطلق الشئی اور الشئی المطلق کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

تحقيقه ان المطلق يوخذ على وجهين ان يوخذ من حيث هو و لا يلاحظ مع الاطلاق وح يصح اسناد احكام الافراد اليه لانحاده معها ذاتا و وجودا و هو بهذا الاعتبار يتحقق بتحقق فرد ما و ينتفى بانتفائه و هو القضية المهملة اذ موجبتها تصدق بصدق الجزئية وسالبتها تصدق بصدق الجزئية والثانى ان يوخذ من حيث انه مطلق و يلاحظ معه الاطلاق وح لا يصح اسناد احكام الافراد اليه لان الحيثية الاطلاقية تابى عنه و هو بهذا الاعتبار يتحقق بتحقق فرد ما و لا ينتفى بانتفائه بل بانتفاء جميع الافراد و هو موضوع القضية

تحقیق یہ ہے کہ مطلق کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ شئی کو من حیث ہو لحاظ کیا جائے اور اطلاق کو اس کی جزء نہ بنایا جائے (یعنی مطلق الشئی) اور اس وقت اس کی طرف افراد کے احکام کی نسبت صحیح ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ افراد کے ساتھ ذاتاً اور وجوداً متحد ہوتا ہے اور (مطلق الشئی) ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے اور (مطلق الشئی) قضیہ مہملہ کا موضوع ہے کیونکہ جزئیہ کے ثبوت سے موجبہ جزئیہ صادق ہو جاتا ہے اور جزئیہ کے سلب سے سالبہ جزئیہ صادق ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ شئی کو من حیث اطلاق لحاظ کیا جائے اور اطلاق کو اس میں ملحوظ رکھا جائے (یعنی الشئی المطلق) اور اس وقت افراد کے احکام کی نسبت اس کی طرف صحیح نہیں ہوگی کیونکہ اطلاق کی قید اس کے منافی ہے (اور الشئی المطلق) ایک فرد کے تحقق

---

[1] سید میر زاہد ہروی میر زاہد عامہ ص ۸۲ ۱۰۰، ۱۰۱

| | |
|---|---|
| الطبیعة - | سے تحقق ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی |
| ؎۱ | سے منتفی نہیں ہوتا بلکہ جمیع افراد کے انتفاء |
| | سے منتفی ہوتا ہے اور یہ قضیہ طبعیہ کا موضوع |
| | ہے |

اور وحیدالزماں الشی المطلق کی تعریف میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وھو بھذا الاعتبار یتحقق | اور (الشی المطلق) اس اعتبار سے ایک |
| بتحقق فردما ولا ینتفی بانتفائہ | فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا اور ایک |
| بل بانتفاء جمیع الافراد کما | فرد کی نفی سے منتفی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خود |
| صرح بہ المحشی فی حاشیتہ | محشی (میرزاہد ھروی) نے اس کی تشریح |
| علی شرح التہذیب الجلالی | شرح تہذیب الجلالی کے حاشیہ پر کی ہے |
| وحینئذ ما توھم ان تحقق | اور اس وقت ظاہر ہو گیا کہ یہ وہم کرنا کہ "الشی |
| الشیء المطلق یکون بتحقق | المطلق جمیع افراد کے تحقق سے متحقق ہوتا |
| جمیع الافراد باطل لا ینبغی | ہے" باطل ہے اس کی طرف بالکل التفات |
| ان یلتفت الیہ ؎۲ | نہیں کرنا چاہیئے۔ |

اور علامہ فضل حق خیرآبادی مطلق الشی اور شی المطلق کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ان الاول یتحقق بتحقق فردما | مطلق الشی ایک فرد کے وجود سے موجود ہو |
| وینتفی بانتفاء فردما الثانی | جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو |
| یتحقق بتحقق فردما و | جاتا ہے اور الشی المطلق ایک فرد کے |
| ینتفی بانتفاء جمیع | موجود ہونے سے موجود اور ایک فرد کی |

---

؎۱ سید میرزاہد ہروی — میرزاہد علی ملا جلال ص ۱۰۰، ۱۰۱۔

؎۲ وحیدالزماں — شرح امور عامہ ص ۴۵

الافراد لا بانتفاء فرد۔ نفی سے منتفی ہوجانے منتفی نہ ہوتا بلکہ جمیع افراد کے انتفاء سے منتفی ہوتا ہے۔ [۱]

امید ہے کہ مخالف مذکور کو ان حوالوں سے پتہ چل گیا ہوگا کہ مطلق الشی اور الشی المطلق میں کیا فرق ہوتا ہے۔ ہم سے للہی بغض ہے تو ان کے مسلک کے علماء مرہیم، ایسے لوگ ابھی موجود ہیں جو منطقی اصطلاحات اور علوم وفنون پر اچھی خاصی نظر رکھتے ہیں ان سے ہی یہ مسئلہ معلوم کرلیں۔ غرور کوئی اچھی چیز نہیں ہے اور علم کی طلب کوئی بری بات نہیں آپ اگر بوڑھے ہو گئے ہیں تو کیا ہوا علم تو مہد سے لے کر لحد تک حاصل کیا جاتا ہے۔

مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ اپنے لائق اور کسی کہنہ مشق استاذ سے دریافت فرمالیں کہ کل غیب جملہ کے ساتھ جو لفظ مطلق بولا جاتا ہے اس سے الغیب المطلق مراد ہوتی ہے یا مطلق الغیب [۲]

مخالف مذکور یہ بتلانے کے درپے ہیں کہ تنقید متین میں جو انہوں نے لکھا تھا کہ حضور کے لیے مطلق غیب ثابت نہیں ہے اس سے ان کی مراد الغیب المطلق ہے۔ اور ان کے باطل زعم کے مطابق الغیب المطلق وہ ہے جس کا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے ہو اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب کے جمیع افراد ثابت نہیں لہذا الغیب المطلق ثابت نہیں۔

لیکن قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہے کہ مخالف مذکور کی یہ تقریر بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ کیونکہ انہوں نے الغیب المطلق کا معنی یہ سمجھا تھا کہ اس کا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے ہوتا ہے۔ حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ بلکہ الغیب المطلق کا تحقق ایک فرد کے تحقق سے ہوگا اور اس کی نفی جمیع افراد سے ہوگی۔ جیسا کہ متعدد حوالوں سے گزر چکا ہے اور سرفراز صاحب جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الغیب المطلق

---

[۱] علامہ فضل حق خیر آبادی — حاشیہ فضل حق خیر آبادی علی القاضی ص ۱۴۸

[۲] محمد سرفراز خاں صفدر — اتمام البرہان ص ۲۹

منتفی ہے اور الغیب المطلق کی نفی جب ہو گی جب اس کے تمام افراد منتفی ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ العیاذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کے جمیع افراد میں منتفی اور آپ کے لیے غیب کا کوئی فرد ثابت نہیں اور یہ صریح کفر ہے کذالک العذاب والعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون علوم وفنون کو اچھی طرح پڑھے بغیر ان کی اصطلاحات میں گفتگو کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی علم کی عظمتوں کے جتنے پہلے گوشہ خفا میں تھے۔ بحمدہ تعالیٰ ہم نے اجاگر کر دیے ہیں۔ انصاف پسند اور اہلِ دل کے لیے اس میں بہت وافر مواد موجود ہے۔ اور کج فہم کے لیے دفتر بھی ناکافی ہے۔

# قُدرت

## خلق اور کسب :

بندہ جس فعل کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے عام ازیں کہ وہ فعل امر عادیہ سے ہو (جن کو ماتحت الاسباب ای العادیہ سے تعبیر کرتے ہیں) یا وہ فعل امر غیر عادیہ سے ہو (جس کو مافوق الاسباب العادیہ سے تعبیر کرتے ہیں) بندہ کے اس ارادہ کو کسب اور اس ارادہ کے بعد جو اللہ تعالیٰ اس ارادہ کے مطابق فعل پیدا کرتا ہے اس کو خلق کہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں :

لما ثبت بالبرهان ان الخالق هو الله تعالیٰ و بالضرورة ان لقدرة العبد و ارادته مدخلا فی بعض الافعال کحرکة البطش دون البعض کحرکة الارتعاش احتجنا فی التنصی عن هذا المضیق الی القول بان الله خالق والعبد کاسب و تحقیقه ان صرف العبد قدرته واردته الی الفعل کسب و ایجاد الله تعالیٰ الفعل عقیب ذالك خلق و المقدود واحد داخل تحت قدرتین لکن بجهتین مختلفین فالفعل مقدود الله بجهة۔

جب دلیل سے ثابت ہو چکا کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ بعض افعال میں بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کا دخل ہوتا ہے۔ اور بعض میں ایسی جیسے کسی چیز کو پکڑنے والے کی حرکت اور رعشہ والے کی حرکت اس اشکال سے چھٹکارے کے لیے ہمیں یہ کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ کسی فعل کی طرف بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کا صرف کرنا کسب ہے اور اس کے ارادہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا اس فعل کو پیدا کرنا خلق ہے اور فعل واحد دو قدرتوں کے ساتھ متعلق ہو کر مقدور ہے۔ لیکن ان کی

الایجاد و مقدور العبد بجهۃ الکسب۔[1]

جہتیں مختلف ہیں۔ پس وہ فعل، واحد اللہ تعالیٰ کا بلحاظ ایجاد مقدر ہے اور بلحاظ کسب بندہ کا مقدور ہے۔

اور علامہ محب اللہ بہاری فرماتے ہیں؛

وعند الحنفیۃ الکسب صرف القدرۃ المخلوقۃ الی القصد المصمم الی الفعل فلما تاثیر فی القصد المذکور و تخلیق اللہ سبحانہ الفعل المقصود عند ذالک[2]

احناف کے نزدیک قدرت مخلوقہ کو فعل کے قصد مصمم کی طرح خرچ کرنا کسب ہے پس اس قدرت مذکورہ کی تاثیر اس قصد میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ اس قصد کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے۔

علامہ تفتازانی اور علامہ محب اللہ بہاری کی ان عبارات سے ظاہر ہو گیا۔ کہ کسب صرف بندہ کے قصد کرنے کو کہتے ہیں۔ جب قارئین کرام پر کسب کی حقیقت واضح ہو گئی تو اب مخالف مذکور کا یہ قول قطعاً باطل قرار پایا۔ جس کو انہوں نے شرح عقائد کی اس عبارت سے نقل کیا ہے جس کے ضعف کی طرف خود شارح احمد اللہ نے اشارہ فرما دیا ہے۔

مخالف مذکور لکھتے ہیں :

ان الکسب واقع بآلۃ والخلق بالالۃ (شرح عقاید ص ۶۱)

کسب آلہ سے واقع ہوتا ہے اور خلق کا وقوع آلہ کے بغیر ہوتا ہے۔

آلہ ظاہری ہو۔ جیسے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء یا باطنی ہو۔ جیسے قلب اور عقل وغیرہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کسب سبب اور آلہ کا محتاج ہوتا ہے اور خلق کے

---

[1] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ — شرح عقائد نسفی ۶۵، ۶۶

[2] علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ — مسلم الثبوت ص ۳۰

لیے سبب اور آلہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ الغرض جس چیز کو وہ ماتحت الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں وہی کسب کہلاتی ہے جس کا اقرار خود مولف مذکور کو ہے۔ ان کی علمی استعداد اور قابلیت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ کسب و خلق کی تعبیر کا اقرار تو کرتے ہیں مگر ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کے الفاظ سے گھبراتے ہیں۔ کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔

ایک اور فرق یہ بیان کیا ہے:

والکسب لایصح انفراد القادر بہ والخلق یصح۔ (شرح عقائد ص ۶۶)

کسب میں اس پہ قدرت رکھنے والے کا انفراد و استقلال صحیح نہیں ہے اور خلق میں صحیح ہے[1]

مخالف مذکور نے کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے جو یہ صاف ستھری عبارت لکھی ہے یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے اولاً اس لیے کہ کسب کی ان تعریفوں کی شرح میں علامہ فرہاروی لکھتے ہیں:

فیہ ایماء الی ان ھذہ الفروق غیر وافیۃ۔ بالافصاح عن التحقیق[2]

مصنف کے قول (ولھم فی الفرق بینھما عبارات) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ فرق تحقیق سے خالی ہیں۔

کسب کی پہلی تعریف جو اعضا اور آلہ کی حرکت سے کی گئی ہے وہ اس لیے غلط ہے کہ ہاتھ پاؤں کا ہونا یا آلہ خارجیہ کو حرکت میں دینا یہ بھی تو ایک فعل ہے اور تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے ہاتھ پاؤں ہلانے یا آلہ کو حرکت میں لانے کو کسب مان کر بندہ کا مقدور ماننا بعینہٖ معتزلہ کا مذہب ہے (نعوذ باللہ من ذالک)، اس لیے کسب کی صحیح تعریف وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے یعنی بندہ

---

[1] محمد سرفراز خاں صفدر اتمام البرہان ص ۴۷، ۴۸

[2] علامہ عبدالعزیز فرہاروی متوفی ۱۲۳۹ نبراس ص ۲۴۷

کا قصد کرنا جب بندہ ہاتھ پاؤں یا آلہ کو حرکت دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پاؤں اور آلہ میں وہ حرکت پیدا کر دیتا ہے۔ اور دوسری تعریف جس میں یہ کہا گیا کہ کسب میں فاعل منفرد نہیں ہے اور خلق میں منفرد ہے اس لیے غلط ہے کہ کاسب کے فعل سے کوئی اثر مرتب ہوگا یا نہیں اگر اثر مرتب ہو گیا تو یہ خلق ہے لہٰذا خلاف مفروض لازم آیا اور اگر کاسب کے فعل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تو جبر لازم آگیا۔ فلہٰذا اما یہ تعریف جبر و قدر کے درمیان دائر ہونے کی وجہ سے غلط اور مردود ہے۔ ثانیاً ان تعریفوں میں کہیں بھی ماتحت الاسباب یا مافوق الاسباب کا ذکر نہیں لہٰذا مخالف مذکور کا کہنا کہ "الغرض جس چیز کو وہ ماتحت الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں وہی کسب کہلاتی ہے۔ اتمام البرہان ۳۷، ۳۸) دروغ اور افتراء کے سوا کچھ نہیں۔ ثالثاً ہمارے بارے میں یہ لکھنا کہ وہ کسب اور خلق کی تعبیر کا اقرار تو کرتے ہیں مگر ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کے الفاظ سے گھبراتے ہیں۔ (اتمام البرہان ص ۳۸)۔

یہ بھی حسب عادت افتراء ہے۔ توضیح البیان میں مذکور ہے۔ کسب کا تعلق امور عادیہ اور غیر عادیہ دونوں کے ساتھ ہے عوام کے افعال میں کسب کا تعلق امور عادیہ سے اور انبیاء و اولیاء کے افعال میں کسب کا تعلق امور غیر عادیہ سے بھی ہوتا ہے۔ ثمالثاً یہ کہ اگر اس عبارت میں اسباب ظاہرہ کا وہ مطلب لیا جائے جو مولوی سرفراز صاحب نے سمجھا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ مخلوق کی قدرت صرف ماتحت الاسباب العادیہ پر ہوتی ہے تو معجزات اور کرامات کا انکار لازم آئے گا۔ حالانکہ معجزات کو معتزلہ بھی مانتے ہیں توضیح البیان ص ۲۴۔

اس عبارت سے سرفراز صاحب کے کذب کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ توضیح البیان میں ہم نے کسب کو عام رکھا۔ ہے خواہ اس کا تعلق افعال عادیہ سے ہو یا غیر عادیہ سے اور یہ عموم ہم نے متکلمین کی عبارات میں فعل کو عام رکھنے سے مراد لیا ہے اور اس پر صریح عبارت بھی ان شاء اللہ ہم پیش کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ماتحت الاسباب سے مراد ماتحت الاسباب العادیہ ہے اور مافوق الاسباب سے مراد

مافوق الاسباب العادیہ

ہے کیونکہ عرف اور لغت میں جب سبب کو مطلقاً بولا جائے گا تو اس سے سبب عادی ہی مراد ہوگا۔ اگر مخالف مذکور نے اس کے علاوہ کچھ اور سمجھا ہے تو انہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے۔ اس لیے ماتحت الاسباب سے مراد ماتحت الاسباب العادیہ اور مافوق الاسباب سے مراد مافوق الاسباب العادیہ مراد ہیں وایضاً لامشاحتہ فی الاصطلاح فعل مافوق الاسباب سے مراد یہ بالکل نہیں ہے کہ اس کے اوپر مطلقاً کوئی سبب نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل کا تعلق عام اسباب سے نہیں ہے۔

## امور عادیہ اور غیر عادیہ :

علاج اور معالجہ عادۃً سبب ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص کسی حکیم یا ڈاکٹر سے اپنے زخم کا علاج کراتا ہے تو یہ امور عادیہ اور ماتحت الاسباب العادیہ) اگر کوئی شخص لعاب دہن لگا کر کسی کی نکلی ہوئی آنکھ کو لگا دے یا لعاب دہن سے کسی کی دکھتی ہوئی آنکھ ٹھیک کر دے یا محض پھونک سے کسی کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی یا ٹانگ جوڑ دے یا لعاب دہن سے کسی کی زہر خوردہ ایڑی ٹھیک کر دے تو یہ اسباب امور غیر عادیہ میں سے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لعاب دہن وغیرہ ان چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لیے سبب ہیں لیکن عادی نہیں ہیں اس لیے یہ تمام امور مافوق الاسباب العادیہ کے تحت درج ہوں گے۔ اس لیے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکلی ہوئی آنکھ لے کر آنا اور حضور کا لعاب دہن لگا کر اسے ٹھیک کر دینا۔ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا اپنی پنڈلی اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر آنا اور حضور کا اسے پھونک لعاب دہن لگا کر ٹھیک کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی زہر خوردہ ایڑی کو ٹھیک کر دینا مافوق الاسباب (العادیہ) امور میں صحابہ کرام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت اور آپ کی اعانت ہے۔

توضیح البیان میں ان تمام امور کے حوالے پیش کر دیے گئے ہیں۔
باقی یہ کہنا کہ "کہ حضرات صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے تو ہرگز حاضر نہیں ہوتے تھے کہ معاذ اللہ تعالیٰ آپ ان کو شفا دے سکتے تھے اور دے دیتے تھے"[1]

مخالف مذکور اپنے سوقیانہ الفاظ سے جس قدر چاہیں سرکار کی شان کم کریں سرکار کا مقام آپ کے ان الفاظ سے کم نہیں ہوگا ؂

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

مخالف مذکور کا یہ قولِ گستاخانہ محض ایک جہالت آمیز مغالطہ ہے۔ ظاہر ہے کہ خلق شفا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیا امور عادیہ میں لوگ اطباء کے پاس یہ عقیدہ لے کر جاتے ہیں کہ وہ ان میں شفا پیدا کر دیں گے۔ یا شفا پیدا کر سکتے ہیں۔ ہر عقل مند مسلمان (بشرطیکہ عقل مند ہو) یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دواؤں میں عادۃً اثر رکھا ہے۔ اس لیے وہ اطباء سے حصول شفا کے لیے دوا لے کر کھاتے ہیں حصول مرض کے لیے کوئی دوا نہیں لیتا۔ حالانکہ سب سمجھتے ہیں کہ اطباء محض شفا کا واسطہ ہیں۔ دراصل خالق شفا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

صحابہ کرام بھی خالق شفاء اللہ تعالیٰ کو سمجھتے تھے لیکن طلب شفاء کے لیے حضور کے پاس جاتے تھے آپ ہی بتائیے کہ قتادہ بن نعمان اپنی نکلی ہوئی آنکھ لے کر، سلمہ بن اکوع اپنی ٹوٹی ہوئی پنڈلی لے کر اور رافع بن خدیج اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر حضور کے پاس کیا لینے گئے تھے۔
ایک دفعہ پھر اپنی اس توہین آمیز عبارت پر غور کیجئے ؎ تمہیں سوچو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے۔

---

[1] محمد سرفراز خان صفدر اتمام البرہان ص ۵۴۔

حضرات صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے تو ہرگز حاضر نہیں ہوتے تھے کہ معاذ اللہ تعالیٰ آپ ان کو شفا دے سکتے تھے اور دے دیتے تھے۔

اور اگر ہو سکے تو بارگاہ رسالت میں اس زبان درازی پہ توبہ کیجئے اگرچہ توہین رسالت جو آپ کو معنوی ورثہ میں ملی ہے اس سے یہ امید تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ سوچیں کہ خلق اور ایجاد کی قید لگائے بغیر حضور سے مطلقاً حصول شفا کی نفی کرنا اور اس انداز تخاطب سے کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو پھر کیا ہو گا۔ جن کی آواز پر آواز اونچی کرنے سے عمر بھر کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہے۔ جن کے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی ناگواری ہو تو ایمان جاتا رہتا ہے۔ ان کی شان میں ایسی زبان درازی۔

کاش کہ آپ غرور و تکبر کو چھوڑ کر توبہ کر لیں۔

مری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا تو مرتبہ ہی الگ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے لگے ہوئے لباس سے بھی صحابہ شفا طلب کرنے آتے تھے (دیکھئے توضیح البیان ص ۲ طبع سوم)

پھر عام طور پر لباس کا دھوون، بال کی ڈبیا کا دھوون شفا کا سبب نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور بال کی ڈبیا کے دھوون کو سبب شفا ہونا کوئی عادی سبب نہیں ہے۔ یہ سبب امور غیر عادیہ تھے اور ان سے شفا کا حصول استمداد اور امداد یہ سبب امور ما فوق الاسباب العادیہ کے قبیل سے ہے۔

باقی یہ کہنا بے کار ہے کہ ان چیزوں میں حضور کی مبارک نسبت کو بھی ملحوظ رکھیے جناب اس مبارک نسبت ہی کی وجہ سے تو یہ چیزیں خلاف عادت شفا دے رہی ہیں

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں
صاحب معنی کو بس اک لفظ کافی ہو گیا

گھبرائیے نہیں امور مافوق الاسباب العادیہ میں امداد اور استمداد پھر جب ہم آپ کے گھر کے حوالہ پیش کریں گے تو طبیعت بالکل ملین ہو کر صاف ہو جائے گی۔ اور ان شاء اللہ کسی اور مسہل کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

## امور غیر عادیہ میں کسب کا دخل :

ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا تھا کہ امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ میں انبیاء علیہم السلام کے کسب کا دخل ہوتا ہے۔ اس موضوع پر اب ہم آپ کے سامنے اساطین علماء اسلام کی عبارات پیش کرتے ہیں :

امام غزالی فرماتے ہیں :

ان النبوة عبارة عما يختص به النبي و يفارقه به غيره و هو يختص بانواع من الخواص احدها انه يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله و صفاته و الملائكة و الدار الاخرة لا كما يعلمه غيره بل مخالفا له بكثرة المعلومات و بزيادة اليقين و التحقيق و الكشف و الثاني ان له في نفسه صفة بها تتم له الافعال الخارقة للعادات كما ان لنا صفة بها تتم

نبی جن امور میں غیر نبی سے ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کی کئی قسمیں ہیں اول یہ کہ نبی کو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے متعلق تمام حقائق کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں اور قیامت کا یہ علم عام لوگوں کے علم کی طرح نہیں ہوتا۔ بلکہ کثرت معلومات زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف کی وجہ سے عام لوگوں کے مغائر ہوتا ہے۔ ثانی یہ کہ نبی کو فی نفسہ ایک ایسی صفت حاصل ہوتی جس سے وہ خلاف عادت (امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ) کام کر لیتا ہے۔ جیسا کہ ہمیں ایک صفت حاصل ہے۔

الحرکات المقرونة بارادتنا وباختیارنا وهی القدرة وان کانت القدرة والمقدور جمیعا من فعل الله تعالیٰ و الثالث ان له صفة بها یبصر الملائکة ویشاهدهم کما ان للبصیر صفة بها یفارق الاعمی حتی یدرک بها المبصرات و الرابع ان له صفة بها یدرک ما سیکون فی الغیب اما فی الیقظة او فی المنام اذ بها یطالع اللوح المحفوظ فیری ما فیه من الغیب فهذه کمالات و صفات یعلم ثبوتها للانبیاء۔ ؎

ہے جس سے ہم اپنے ارادہ اور اختیار سے حرکات کرتے ہیں اور اسی کو قدرت کہتے ہیں۔ اگرچہ قدرۃ اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہیں (یعنی کسب بھی اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور کسب کے بعد جو فعل واقع ہوتا ہے وہ بھی اس کا پیدا کردہ ہے) ثالث یہ کہ نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے وہ ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے جیسے بصیر کو ایک صفت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ نابینا سے ممتاز ہے اور مبصرات کو دیکھ لیتا ہے۔ رابع یہ کہ نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے وہ مستقبل میں واقع ہونے والے امور غیب نیند یا بیداری میں جان لیتا ہے۔ کیونکہ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور اس میں غیب کو دیکھ لیتا ہے۔ یہ وہ صفات اور کمالات ہیں جن کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے لیے متعلق ہے۔

امام غزالی نے انبیاء علیہم السلام کی جو چار صفات بیان کی ہیں ان میں سے دوسری قسم میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ یا افعال خارقہ للعادات انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں ہوتے ہیں اور وہ ان کا کسب

---

؎ امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۸۹، ۱۹۰۔

کرتے ہیں۔ جس طرح عام افعال عادیہ کا ہم کسب کرتے ہیں۔ اسی طرح افعال غیرِ عادیہ کا کسب انبیاء علیہم اسلام کرتے ہیں۔

اسی موضوع پر حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:[1]

| | |
|---|---|
| ولہ صفۃ تتم لہ بھا الافعال الخارقۃ للعادات کالصفۃ التی بھا تتم لغیرہ الحرکات الاختیاریۃ [1] | نبی کے لیے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ افعال غیر عادیہ کر لیتا ہے جیسے غیر نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ حرکات اختیاریہ کرتا ہے۔ |

اور امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:[2]

| | |
|---|---|
| واعلم یا اخی ان خرق العوائد یکون علی وجوہ کثیرۃ ولیس مرادنا ھنا الاخرق العادۃ من ثبتت استقامتہ علی الشرع المحمدی والا فھو مکر واستدراج من حیث لا یشعر صاحبہ وقد ذکر الشیخ فی الباب السادس وثمانین ماۃ ان من الخوارق ما یکون عن قوی نفسیہ وذلک ان اجرام العالم تنفعل للھم النفسیہ الی ان | اے بھائی اس بات کو جان لو کہ افعال غیر عادیہ کئی قسم کے ہیں اور یہاں پر ہماری مراد اس شخص کے افعال غیر عادیہ ہیں جو شرع محمدی پر مستقیم ہو ورنہ وہ مکر اور استدراج ہے جس کا اس کو خود علم نہیں ہوتا۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات کے باب ۱۸۶ میں ذکر کیا ہے کہ افعال غیر عادیہ کا ظہور قوی نفسیہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ عالم کے تمام اجسام ان کی ہمت نفسیہ کے تابع ہو جاتے ہیں اور یہ تمام افعال غیر عادیہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے مخلوق کی قدرت میں ہوتے |

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۱۔

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انہوں نے جاگتے میں حضور سے بخاری پڑھی ہے۔

[3] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ — الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۵۹۔

قال وھذہ کلھا تحت قدرۃ المخلوق یجعل اللہ تعالیٰ قال ولا یکون خرق العادۃ علی وجہ الکرامۃ الالمن خرق العادۃ من نفسہا باخراجھا عن مالوفھا الی الانقیاد للشرع فی کل حرکۃ وسکون۔

ہیں لیکن افعال غیر عادیہ بطریق کرامت صرف ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں۔ جو بطور خلاف، عادت اپنی طبیعت کو شریعت کے موافق ڈھال لیتے ہیں اور اپنی ہر حرکت اور سکون میں شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی کی اس عبارت میں واضح تصریح موجود ہے کہ جو لوگ بطور خلاف عادت اپنی طبیعت شرع کے موافق کر لیتے ہیں اور ان کا ہر فعل شرع کے مطابق ہوتا ہے ان کو افعال غیر عادیہ پر قدرت اور اختیار ہوتا ہے اور یہ مقدس گروہ یا انبیاء علیہم اسلام کا ہوتا ہے یا اولیاء کرام کا ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام افعال غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ کا کسب کرتے ہیں۔ وہذا ہوالمطلوب۔

اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ امام عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں:

وقد فرق الائمۃ بین المعجزۃ والکرامۃ بفروق کثیرۃ غیر ماذکرناہ فقال بعضھم من الفرق بینھما المعجزۃ تقع عند قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتحدیہ واما الکرامۃ فقد تقع من

آئمہ مسلمین نے معجزہ اور کرامت میں کئی اور وجوہ سے بھی فرق بیان کیا ہے جنہیں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ بعض آئمہ نے کہا کہ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی کے قصد (کسب) اور اس کے چیلنج سے واقع ہوتا ہے اور کرامت کبھی ولی کے قصد

---

لہ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ      الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۵۹

لہ یہاں مخلوق سے مراد تمام مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو مختلف حیلوں اور ریاض سے افعال خارقہ پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں۔ شیخ نے ان کی تفصیل ذکر کی ہے ہم نے اختصاراً اس کو ترک کر دیا۔ سعیدی

غیر قصد الولی وقال بعضھم یجوز ان تقع الکرامۃ ایضا بقصد الولی و انما الفرق الصحیح بینھما ان المعجزۃ مع التحدی والکرامۃ لا یتحدی بھا الولی [1]

(کسب) کے بغیر بھی واقع ہوتی ہے اور بعض آئمہ نے یہ کہا کہ جائز ہے کہ کرامت بھی ولی کے قصد (کسب) سے واقع ہو۔ اور ان دونوں کے درمیان فرق صحیح یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبی چیلنج بھی کرتا ہے اور ولی نہیں کرتا (یعنی قصد یا کسب کے دونوں واقع ہوتے ہیں۔

امام غزالی، علامہ ابن حجر عسقلانی، محی الدین ابن عربی اور علامہ شعرانی کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ افعال غیر عادیہ کو نبی اور ولی اپنے کسب اور قصد سے کرتے ہیں اور کرامت اور معجزہ میں بھی ولی اور نبی کے کسب کا دخل ہوتا ہے اور ولی اور نبی کے کسب کے بعد اللہ تعالیٰ اس غیر عادی فعل کو پیدا فرماتا ہے۔

اساطین آئمہ اسلام کی ان تصریحات کے بعد اب مخالف مذکور کی سنیئے۔ لکھتے ہیں:

اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے معجزہ ہو یا کرامت امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس میں نہ تو اختلاف ہے نہ اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن معجزہ اور کرامت میں باوجود اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے صادر ہوتے ہیں نبی اور ولی کا اختیار نہیں ہوتا بخلاف امور عادیہ کے کہ ان میں بندہ کا اختیار ہوتا ہے بالفاظ دیگر معجزہ اور کرامت میں کسب بھی نہیں ہوتا۔ مولف مذکور کا یہ کہنا کہ اہل حق معجزہ کو خدا تعالیٰ کا فعل کہہ کر دھوکہ دہی کے مرتکب ہیں یا افعال عادیہ اور غیر عادیہ خلق اور کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بداہتہً باطل ہے۔ خالص جہالت اور علم و بصیرت محرومی

---

[1] امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ الیواقیت والجواہر ج ا ص ۱۶۱۔

کی واضح ترین نشانی ہے۔[1]

اب سوال یہ ہے کہ دھوکہ دہی، خالص جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کے یہ کلمات صرف ہمارے ساتھ مختص ہیں یا ان تبرکات میں سے کچھ حصہ امام غزالی حافظ ابن حجر عسقلانی محی الدین ابن عربی اور علامہ شعرانی کو بھی ملے گا۔

اس بحث میں مخالف مذکور نے علامہ دوانی کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں صرف یہ ذکر ہے کہ معجزہ اللہ کا فعل ہے بنی کے کسب کی نفی نہیں ہے جو ہمیں مضر ہو۔ یہی حال شرح مواقف کے حوالہ کا ہے۔ بلکہ وہ انہیں مہنگا پڑے گا۔ (جیسا کہ عنقریب قارئین پر واضح ہو جائے گا) اسی طرح انہوں نے شفا کا حوالہ پیش کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی کسب کی نفی نہیں ہے صرف یہ مذکور ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور یہ نزاعی بات نہیں ہے۔ نزاع اور اختلاف اس میں ہے کہ نبی کے کسب اور قصد کا معجزہ میں دخل ہے یا نہیں البتہ شیخ عبدالحق کا مدارج النبوۃ سے اور انہیں کا حوالہ شرح فتوح الغیب سے پیش کیا ہے۔ جس میں معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی سے کسب کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن یہ معجزہ کی ایک خاص قسم ہے۔ حکم عام نہیں جیسا کہ معجزہ کے باب میں ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

مخالف مذکور نے اس بحث میں ایک اور مغالطہ دیا ہے لکھتے ہیں:

ہم علمی میدان میں بڑے وسیع القدر ہیں۔ حق بات کو دلیل اور برہان سے تسلیم کرتے اور کراتے ہیں۔ سینہ زوری سے کام نہیں لیتے۔ ہم ان کی تسلی کے لیے ان کے اعلیٰ حضرت کا سردست ایک حوالہ عرض کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

عرض کسی کی کرامت کسبی بھی ہوتی ہے:

ارشاد: کرامت سب کی وہبی ہوتی ہے اور جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشہ ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۳ طبع انڈیا)[2]

---

[1] محمد سرفراز خان صفدر   اتمام البرہان ص ۴۹، ۵۰

[2] " " " " ص ۵۲

کسب کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے ایک وہبی کا مقابلہ ہیں اور ایک کسب بمقابلہ خلق ہے اعلیٰ حضرت اس کسب کے بارے میں گفتگو فرما رہے ہیں جو ریاضت کے معنی میں ہے اور وہب کے مقابلہ میں ہے اور ہم اس کسب کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو اختیار اور قصد کے معنی میں ہے اور خلق کے مقابلہ میں ہے اس لیے اعلیٰ حضرت نے جو بیان فرمایا ہے وہ بالکل حق ہے اور ہمارے مطلوب کے کسی طرح مخالف نہیں ہے۔

## معجزہ :

بعثت کے بعد نبی کے ہاتھ پر جو خلاف عادت فعل ظاہر ہو (عام ازیں کہ تحدی ہو یا نہ ہو) اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ خلاف عادت فعل کے ظہور کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ خلاف عادت فعل صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہو اور نبی کے کسب اور اختیار کا اس میں بالکل دخل نہ ہو۔ جیسے نزول قرآن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ لیکن اس میں آپ کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں تھا کہ آپ جب چاہتے قرآن کو اپنے اوپر نازل کر لیتے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

قال رب اجعل لی ایۃ ۔ قال ایتک الا تکلم الناس ثلاثۃ ایام الا رمزا

(آل عمران : ۴۱)

حضرت ذکریا نے (حضرت یحییٰ کی ولادت پر کوئی نشانی مانگی اور فرمایا اے اللہ میرے لیے اس اوپر کوئی آیت (نشانی یا معجزہ) مقرر کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے سوا اشاروں کے بات نہ کر سکو گے۔

اب حضرت ذکریا علیہ السلام کا بات نہ کر سکنے میں ان کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل تھا۔ اس قسم کے معجزات اور آیات میں نبی

کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور شیخ عبدالحق دہلوی یا صاحب فتح الصفا نے جو معجزہ اور کرامت میں کسب کی نفی کی ہے وہ اسی قسم کی صورت پر محمول ہے۔

خلاف عادت افعال کے ظہور کی دوسری قسم یہ ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ سے کسی خلاف عادت فعل یا امر غیر عادی کے ظہور کے لیے دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرما کر وہ امر غیر عادی ظاہر فرما دے۔ پھر اس امر غیر عادی کا ظہور صرف وقتی طور پر ہو تو اس میں نبی کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جیسے حضور کی دعا سے چاند کا شق ہونا یا حضور کی دعا سے مسلسل ایک ہفتہ تک بارش ہونا پھر دوبارہ دعا سے بارش کا مدینہ کے گردو نواح پر برستے رہنا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مستقل طور پر وہ امر غیر عادی نبی کو عطا کر دے تو عطا کے بعد نبی کے کسب کا اس میں دخل ہے جب چاہے اس کو ظاہر فرمائے اور جب چاہے نہ کرے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھو قولی (طٰہٰ ۲۵) اے اللہ میرا سینہ فراخ کردے میرا کام آسان کردے اور میری زبان سے بندش ہٹا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں" حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لکنت کو بغیر کسی خارجی عمل کے ہٹا دینا ان کا معجزہ تھا۔ جو ان کی دعا سے ملا اور یہ ہر وقت ان کے قبضہ میں دیا جب بھی گفتگو فرماتے روانی سے فرماتے ہر مرتبہ بات کرنے کے لیے الگ دعا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ نبی کے قصد اختیار اور کسب سے کوئی امر خارق (فعل خلاف عادت) واقع ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

عن البراء قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم رھطا الی ابی رافع فدخل علیہ عبد اللہ بن عتیک لیلاً

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ ابو رافع کی طرف بھیجا رات کے وقت عبداللہ بن عتیک اس کے گھر داخل ہوئے ابو رافع

وھو نائم فقتله فقال عبد الله بن عتیک فوضعت السیف فی بطنه حتی اخذ فی ظهره فعرفت انی قتلته فجعلت افتح الابواب حتی انتهیت الی درجة فوضعت رجلی فوقعت فی لیلة مقمرة فانکسرت ساقی فعصبتها بعمامة فانطلقت الی اصحابی فانتهیت الی النبی صلی الله علیه وسلم فحدثته فقال ابسط رجلک فبسطت رجلی فمسحها فکانما لم اشتکها قط ۔

رواہ البخاری

سویا ہوا تھا۔ عبد اللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر کمر کے آر پار کردی اور جب مجھے اس کے قتل ہو جانے کا یقین ہو گیا تو میں دروازے کھولتا ہوا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں سیڑھی کے پاس پہنچا (میں یہ سمجھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں) اور میں نے پیر زمین پر رکھا پس میں چاندنی رات میں گر پڑا۔ اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نبی علیہ السلام تک پہنچا اور آپ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلائی آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر یوں لگتا تھا جیسے اس میں کبھی تکلیف ہی نہ ہوئی ہو۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔[1]

اس حدیث میں کہیں دعا کے لفظ کا ذکر نہیں ہے۔ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر شفا دینے کے قصد سے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے شفا پیدا کردی۔

اس حدیث میں معجزہ بہ نبی علیہ السلام کے کسب کی واضح دلیل ہے اور یہ بھی

---

[1] ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۵۳۱۔

کہ صحابہ کرام آفات اور مصیبتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ سے استمداد کرتے تھے اور غیر عادیہ ہیں۔ نبی علیہ السلام کا کسب ظاہر ہے کیونکہ عادۃً کسی کے ہاتھ پھیرنے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ جڑا نہیں کرتی۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے،

عن جابر قال عطش الناس یوم الحدیبیۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ رکوۃ فتوضأ منھا ثم اقبل الناس نحوہ قالوا لیس عندنا ماء فتوضأ بہ ونشرب الا ما فی رکوتک فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ فجعل الماء یفور من بین اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا توضأنا قیل لجابر کم کنتم قال لو کنا مائۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مائۃ۔

(متفق علیہ)[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم حدیبیہ کو لوگوں کو پیاس لگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا، پھر لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ نہ ہمارے پاس وضو کے لیے پانی ہے اور نہ پینے کے لیے سوا اس پانی کے جو آپ کے اس برتن میں ہے۔ نبی علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اس برتن میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح بہنے لگا۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے پانی پیا اور وضو کیا۔ جابر سے پوچھا گیا کہ تمہاری کتنی تعداد تھی۔ جابر نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں پورا ہو جاتا۔ ویسے ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

---

[1] ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۳۲

اس حدیث میں بھی کہیں دعا کا ذکر نہیں ہے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب کا ذکر ہے آپ نے برتن میں ہاتھ ڈالا اور انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا قصد کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا فعل پیدا کر دیا یہ کام خلاف عادت اور معجزہ ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب کا دخل بالکل ظاہر ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب صحابہ کرام کو پیاس لگی اور وضو کے لیے پانی کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے حضور کی طرف رجوع کیا صرف اپنی پیاس اور وضو کے لیے پانی کی ضرورت کا اظہار کیا دعا کی درخواست نہیں کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور دعا فرمائیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر افعال غیر عادیہ جاری فرما دیتا ہے اور اگر دعا نہ فرمائیں تب بھی اللہ تعالیٰ آپ کے قصد پر افعال غیر عادیہ پیدا کر دیتا ہے۔ نیز اس حدیث سے امور غیر عادیہ یا امور ما فوق الاسباب العادیہ میں صحابہ کرام کا حضور کی طرف رجوع کرنا ان کی استمداد اور آپ کی امداد ثابت ہے۔

معجزہ کی ان تین قسموں کے سامنے آجانے کے بعد اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جن علماء نے معجزہ سے کسب کی نفی کی ہے اور اس کو محض اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد معجزہ کی قسم اول ہے اور جن علماء نے معجزہ میں نبی کے کسب کا دخل قرار دیا ہے وہ معجزہ کی تیسری قسم جیسا کہ ہم نے ابھی احادیث سے واضح کیا ہے۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی فرماتے ہیں:

شرط بعضهم ان لا يكون المعجزة مقدورا للنبى فاذا مشى على الماء وطار فى الهواء فليس المعجزة مشيه و طيرانه بل نفس

بعض علماء نے معجزہ کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ معجزہ نبی کا مقدور نہ ہو۔ پس جب نبی پانی پر چلے یا ہوا میں اڑے تو اس کا چلنا اور اڑنا معجزہ نہیں ہے۔ بلکہ چلنے اور اڑنے کی طاقت معجزہ ہے۔ اور

| | |
|---|---|
| القدرة عليهما و القدرة ليست مقدورة له و الصحيح ان نفس المشی و الطیران معجزة[1] | وہ طاقت نبی کی قدرت میں نہیں ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ نبی کا صرف چلنا اور اڑنا بھی معجزہ ہے۔ |

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے بعض علماء کی اس شرط کو رد کر دیا اور فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے کہ نبی کا پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا معجزہ ہے (نہ کہ اس کی طاقت جو من جانب اللہ ہے) اور نبراس کے حاشیہ پر اس کی وضاحت ہے،

| | |
|---|---|
| قوله مقدر للنبی اذ لو کان مقدوراً له لم یکن نازلاً منزلة التصدیق من الله ولکن لیس بشیء لان قدرته مع عدم قدرة غیره عادة معجزة[2] | کیونکہ اگر معجزہ نبی کی طاقت میں ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق کے قائم مقام نہ ہو سکے گا۔ لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ جب نبی کو ایک کام پر قدرت ہو اور نبی کے غیر کو اس پر عادۃً قدرت نہ ہو تو یہ بہر حال نبی کا معجزہ ہوگا۔ |

علامہ عبد العزیز نے جو نبی کے محض پانی پر چلنے اور ہوا میں اڑنے کو (نہ کہ اس پر قدرت کو جو من جانب اللہ ہے) معجزہ قرار دیا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے محشی لکھتے ہیں؛

| | |
|---|---|
| قوله معجزة یعنی من جهة کونها خارقة للعادة مخلوقة لله تعالیٰ وان کانت مقدورة نبی الله تعالیٰ و هو الاصح کذا فی شرح المواقف[3] | کیونکہ معجزہ خلاف عادۃ فعل ہوتا ہے اس لیے وہ خلاف عادۃ فعل اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ کے نبی کا مقدور ہونے کے باوجود معجزہ ہے شرح مواقف میں اسی طرح ہے |

---

[1] عبد العزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ — نبراس ص ۱۳۴

[2] علامہ برخوردار ملتانی — حاشیہ علی نبراس ص ۱۳۴

[3] 〃 〃 〃 — ص ۱۳۴

سرفراز صاحب نے آمدی کی اور سید شریف کی شرح مواقف سے جو نامکمل عبارت پیش کی تھی وہ ہم قارئین کرام کے سامنے مکمل پیش کر دیتے ہیں۔

وشرط قوم فی المعجز ان لا یکون مقدورًا للنبی اذ لو کان مقدورًا له کصعوده الی الهواء ومشیه علی الماء لم یکن نازلا منزلة التصدیق من الله ولیس بشیء لان قدرته مع عدم قدرة غیره عادة معجز قال الآمدی بل یتصدد کون المعجز مقدورًا للرسول ام لا اختلفت الائمة فذهب بعضهم الی ان المعجز فیما ذکر من المثال لیس هو الحرکة بالصعود او المشی لکونها مقدورة بخلق الله فیه القدرة علیهما انما المعجزة هنا کهو نفس القدرة علیها وهذه القدرة لیس مقدورة له وذهب آخرون الی ان نفس هذه الحرکة معجزة من حیث کونها خارقة للعادة ومخلوقة لله تعالی وان کانت

ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نبی کی طاقت میں نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ نبی کی طاقت میں ہو جیسے نبی کا ہوا میں اوپر چڑھنا یا پانی پر چلنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ اور یہ بات بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ جب نبی کو ان امور پر قدرت اور طاقت ہو اور اس کے غیر کو اس پر عادت قدرت اور طاقت نہ ہو تو یہ بہر حال نبی کا معجزہ ہو گا۔ آمدی نے کہا کیا یہ متصور ہے کہ رسول کو معجزہ پر قدرت ہو یا نہ ہو اس بات میں آئمہ کا اختلاف ہے بعض آئمہ کا نظریہ یہ ہے کہ ان مثالوں میں صرف ہوا میں اوپر چڑھنا یا پانی پر چلنا معجزہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نبی کی قدرت میں ہیں۔ پس معجزہ دراصل ان افعال پر قدرت ہے اور یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے نبی کی قدرت نہیں ہے۔ اور اکثرین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ افعال (یعنی پانی پر چلنا وغیرہ) خود معجزہ ہیں کیونکہ خلاف عادت افعال ہیں اور یہ افعال اللہ تعالیٰ

مقدورة بخلق الله تعالیٰ و هو الاصح۔

کے پیدا کردہ ہیں۔ اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی قدرت میں ہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔[1]

اس عبارت کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ ایک قوم نے یہ کہا کہ معجزہ نبی کی قدرت میں نہیں ہوتا لیکن اس بات کو میر سید شریف نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جب نبی ایسا فعل پیش کرے جو عادۃً دوسروں کی طاقت اور قدرت میں نہ ہو تو وہ بہرحال معجزہ ہے اس سے معجزہ نبی کی قدرت اور طاقت میں ہوتا ہے اگرچہ وہ قدرت اور طاقت اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ یعنی نبی اظہار معجزہ میں جماد کی طرح مجبور محض نہیں ہے جیسا کہ جبریہ کا مسلک ہے۔

۲۔ آمدی نے لکھا کہ بعض ائمہ کا نظریہ یہ ہے کہ دراصل معجزہ خلاف عادت افعال پر قدرت ہے اور یہ قدرت نبی کے اختیار میں نہیں ہے اس لیے معجزہ بھی نبی کے اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن آمدی نے ان بعض ائمہ کے نظریہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اکثریت کا نظریہ یہی ہے کہ معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگرچہ معجزہ کی صورت میں جو افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے امام غزالی نے فرمایا کہ عام افعال عادیہ ہمارے کسب و اختیار میں ہوتے ہیں، اگرچہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے خاص افعال یعنی افعال غیر عادیہ ان کے اختیار اور کسب میں ہوتے اگرچہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

معجزہ کی پہلی قسم جس میں نبی کے کسب کا دخل نہیں ہوتا وہ چونکہ غیر نزاعی ہے

---

[1] میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ　　شرح مواقف ص ۶۰۶

اس لیے اس کو چھوڑ کر ہم دوسری قسم کی تفصیل کر رہے ہے معجزہ کی دوسری قسم جو ہم نے بیان کی تھی کہ نبی اللہ تعالیٰ سے کسی خلاف عادت امر کے حصول کے لیے دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ نبی کو اس معجزہ پر قبضۂ قدرت عطا فرما دے کہ وہ جب چاہے اپنے کسب اور اختیار سے اس معجزہ کو ظاہر کر دے۔ اس پر قرآن کریم کی آیت دلیل ہے۔

ترجمہ تھانوی صاحب کا ہے:

قال رب اغفرلی و هب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی انک انت الوهاب فسخرنا له الریح تجری بامره رخآءً حیث اصاب و الشیاطین کل بنآءٍ و غواص و آخرین مقرنین فی الاصفاد. و هٰذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب۔

( ص : ۳۹ )

(حضرت سلیمان علیہ السلام نے) کہا اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور موتی وغیرہ کے لیے غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ سو خواہ دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں ہے۔

اس کی تفسیر میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ کسی کو دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا۔ جیسا دوسرے ملوک خزائن ملکیہ کے مالک نہیں ہوتے۔ ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو تو اس سے حقوق واجبہ کے ترک میں تخییر لازم نہیں آتی۔"[1]

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ بیان القرآن ج ۲ ص ۸۸۹

مخالف مذکور کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی نے واشگاف الفاظ میں تصریح کر دی ہے کہ ہواؤں اور جنات پر تصرف کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مالکانہ اختیار عطا فرما دیے تھے۔ تھانوی صاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس غیر عادی امر پر کسب و اختیار کے بارے میں معجزہ کی تصریح نہیں کی جو ان کو دعا کی وجہ سے علی العموم حاصل ہو گیا اس لیے اس امر غیر عادی کے معجزہ ہونے پر ہم متقدمین مفسرین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

فاراد ان یطلب من ربه معجزة فطلب علی حسب الفه ملکا ناشدا علی الممالیک زیادة خارقة للعادة بالغة حد الاعجاز لیکون ذالک دلیلاً علی نبوته قاهرا للمبعوث الیهم وان یکون معجزة حتی یخرق العادات۔ [1]

سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اپنے رب سے معجزہ طلب کریں۔ پس انہوں نے اپنی منشا کے مطابق ایسا معجزہ طلب کیا۔ جس کی وجہ سے ان کا ملک دوسرے ممالک پر زائد رہے۔ ایسی زیادتی کے ساتھ جو خلاف عادت ہو اور حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہو تاکہ یہ ان کی قوم کے لیے ان کی نبوت پر قاہر دلیل ہو اور ایسا معجزہ جو تمام امور عادیہ کے خلاف ہو۔

ان الملک هو القدرة فکان المراد اقدرنی علی اشیاء لا یقدر علیها غیری البتة یصیر اقتداری علیها معجزة تدل علی صحة نبوتی

ملک کا معنی ہے قدرت، پس سلیمان علیہ السلام کی دعا سے مراد یہ تھی کہ اے اللہ مجھے ان چیزوں پر قادر کر دے جن پر میرا غیر کسی وجہ سے قادر نہ ہو سکے تاکہ ان چیزوں پر قدرت میری نبوت اور رسالت کی صحت پر

---

[1] جار اللہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ کشاف ج ۳ ص ۵۰۷۔

و رسالتی و الدلیل علی صحة ھذا الکلام انه تعالیٰ قال عقیبه فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب فیکون الریح جاریا بامرہ قدرة عجیبة و ملک عجیب و لا شک انه معجزة دالة علی نبوته فکان قوله ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ھٰذا المعنیٰ لان شرط المعجزة ان لا یقدر غیرہ علی معارضتھا فقوله لا ینبغی لاحد من بعدی یعنی لا یقدر احد علی معارضته[1]

معجزہ ہو جائے اور اس کلام کی صحت پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے بعد فرمایا ہم نے ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا۔ جو ان کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی ہے جہاں کا وہ قصد کریں اور ہوا ان کے حکم سے چلنے میں حضرت سلیمان کی عجیب قدرت ہے۔ اور بلا شبہ یہ معجزہ ان کی نبوت پر دلالت کرتا ہے اور ان کی دعا "مجھے ایسا ملک دے جو بعد میں کسی کے لائق نہ ہو" کا یہی مطلب ہے کیونکہ معجزہ کی یہی شرط ہے کہ اس کے مقابلہ پر دوسرا شخص قادر نہ ہو سکے پس ان کی اس دعا کا مطلب یہ کہ کوئی اور شخص اس معجزہ میں ان کا مقابل نہ ہو سکے۔

امام رازی کی اس تفسیر میں اس بات پر وافر دلائل موجود ہیں کہ ہواؤں اور جنات کا تابع ہونا نہ صرف سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کو ان کی قدرت اور اختیار میں دے دیا تھا۔

اور قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یکون معجزة و مناسبة لحالی[2]

تاکہ ہواؤں کا مسخر ہونا میرے لیے معجزہ ہو جائے۔

---

[1] فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ — تفسیر کبیر ج ۷، ص ۱۹۶

[2] قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ — تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۲۲۵، ۲۳۶

اور علامہ نظام الدین نیشاپوری رب ھب لی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور ھذا عطاؤنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لتفویض التصرف فیه الیک۔ | کیونکہ ہم نے ان معجزات میں تصرف تم آپ کو مفوض کر دیا ہے۔

اور علامہ نظام الدین نیشاپوری رب ھب لی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:[1]

و انما قصد به ان یکون معجزة له و من شرط المعجزة ان لا یقدر غیره علی معارضته۔ | حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس دعا سے معجزہ کا قصد کیا اور معجزہ کی شرط یہ ہے کہ دوسرا شخص اس کے معارضہ پر قادر نہ ہو۔

اور ھذا عطاؤنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی انه جم کثیر لا یدخل تحت الضبط و الحصر فاعط منه ما شئت او امسک مفوضا الیک تمام التصرف فیه[2] | یعنی ہم نے آپ کو جو چیزیں عطا کی ہیں وہ ضبط اور شمار سے باہر ہیں آپ ان میں سے جو چاہیں دے دیں جو چاہیں نہ دیں اس معاملہ میں تصرف کی باگیں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

طعن بعض الملاحدة علی سلیمان و نسبه فی ھذا الی الحرص علی الاستبداد بنعمة الدنیا و خفی علیه ان ذلک کان باذن له من الله و ان تلک کانت معجزته | بعض ملحدوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ طعن کیا ہے کہ انہوں نے نعمت دنیا کی حرص کی وجہ سے دعا مانگی اور ان لوگوں پر یہ بات مخفی رہی کہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھی۔ اور یہ معجزہ ان کے ساتھ اسی طرح مختص تھا۔

---

[1] نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ — تفسیر نیشاپوری علی ہامش الطبری ج۲۳ ص ۱۰۲

كما اختص كل نبي بمعجزته دون غيره [1] — جیسے دوسرے انبیاء کے معجزات ان کے ساتھ مختص تھے۔

اور علامہ ابو سعود دعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

استدعا من ربه معجزة — حضرت سلیمان نے اپنے رب سے معجزہ طلب کیا۔

اور ہذا عطاؤنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لتفويض التصرف فيه اليك على الاطلاق [2] — کیونکہ ان معجزات میں ہم نے آپ کو علی الطلاق تصرف دے دیا ہے۔

اور ثناء اللہ مظہری دعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سئال سليمان ذالك ليكون اية نبوته ومعجزة له — حضرت سلیمان نے یہ سوال اپنی نبوت پر معجزہ کے حصول کے لیے کیا۔

اور ہذا عطاؤنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غير محاسب على منه وامساكه لتفويض التصرف فيه الا اليك [3] — آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا آپ ان امور میں سے کسی کو دیں یا نہ دیں کیونکہ اس میں تفوض آپ ہی کو دیا گیا ہے۔

اور علامہ آلوسی دعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاراد ان يطلب من ربه عزوجل معجزة — سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے معجزہ کی طلب کی۔

اور ہذا عطاؤنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۶۷

[2] علامہ ابو سعود متوفی ۹۸۲ھ — تفسیر ابن سعود علی ہامش الکبیر ج ۷، ص ۵۱۵، ۵۱۲

[3] علامہ ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ — تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۸۲

فاعط من شئت و امنع من شئت غیر محاسب علی شیء من الامرین ولا مسئول عنه فی الاٰخرة لتفویض التصرف فیه الیك علی الاطلاق[1]

آپ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ آپ سے دنیا اور آخرت میں ان میں سے کسی چیز پر حساب نہ ہوگا۔ کیونکہ ان امور غیر عادیہ میں آپ کو علی الطلاق تصرف دے دیا ہے۔

احمد مصطفیٰ مراغی لکھتے ہیں:

فاراد ان یطلب من ربه معجزة۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے معجزہ طلب کیا۔

اور ہٰذا عطاؤنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاعط من شئت و امنع من شئت غیر محاسب علی شیء من ذالك قد فوضنا لك التصرف فیه کما تشاء[2]

آپ (ان امور میں سے) جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم نے ان امور میں آپ کو تصرف عطا کر دیا۔ جیسے چاہیں تصرف کریں۔

اب ہم معجزہ کی تیسری قسم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ جس میں دعا کا ذکر نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب پر اللہ تعالیٰ امر غیر عادی کو پیدا فرمائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

معرکہ بدر میں جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکریوں کی مٹھی بھر کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکی اور تین مرتبہ شاھت الوجوہ فرمایا خدا کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ — تفسیر روح المعانی پ ۲۳ ص ۲۰۰ / ۲۰۱

[2] احمد مصطفیٰ المراغی — تفسیر مراغی پ ۲۳ ص ۲۲۱ / ۲۲۲

ادھر سے مسلمانوں نے فوراً حملہ کر دیا۔ آخر بہت سارے کافر ہلاک ہو گئے۔ کسی بشر سے عادۃً ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک کنکریوں کی مٹھی مخالف لشکر کی طرف پھینکے اور اس کے ہر سپاہی کی آنکھ میں وہ کنکریاں پڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ (انفال: ۱۷)

آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ مٹھی پھینکی ہے۔

اس آیت کریمہ میں پہلے خاک کی مٹھی پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی کی ہے۔ ایک چیز کا ہونا اور نہ ہونا بظاہر تعارض اور تناقض یا تنافی ہے۔ مفسرین کرام نے اس تعارض کو دور کیا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

وما رمیت اذ رمیت اثبت کونہ علیہ السلام رامیا و نفی عنہ کونہ رامیا فوجب حملہ علی انہ رماہ کسبا وما رماہ خلقا [۱]

آپ نے مٹھی نہ پھینکی جب کہ پھینکی تھی اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے پھینکنا ثابت کیا اور بعد میں آپ سے پھینکنے کی نفی کی۔ پس آیت کا اس بات پر حمل کرنا ضروری ہے۔ آپ کا پھینکنا بطور کسب تھا اور نہ پھینکنا بطور خلق تھا۔

اور علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں:

وفی الآیۃ بیان ان فعل العبد مضاف الیہ کسبا والی اللہ تعالیٰ خلقا [۲]

اس آیت میں اس بات کا بیان بندہ کی طرف فعل بطور کسب منسوب ہوتا ہے اور اللہ کی طرف بطور خلق۔

---

[۱] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ — تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۵۹

[۲] علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ — تفسیر مدارک علی ہامش الخازن ج ۲ ص ۱۸۵

اور علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

والحاصل ما رمیت خلقا اذ رمیت کسبا [1]

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے بطور خلق کنکریاں نہیں پھینکیں۔ جب آپ نے بطور کسب پھینکی تھیں۔

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل بالآیۃ ان افعال العباد بخلقہ تعالی وانما لھم کسبھا و مباشرتھا قال الامام اثبت سبحانہ کونہ صلی اللہ علیہ وسلم رامیا و نفی کونہ رامیا فوجب حملہ علی انہ علیہ الصلوٰۃ و السلام رمی کسبا و اللہ تعالی رمی خلقا [2]

اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے خلق سے ہوتے ہیں اور بندوں کے لیے ان افعال کا کسب ہوتا ہے۔ امام (رازی) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے پھینکنے کی نفی کی اور پھر آپ کے لیے پھینکنا ثابت کیا، اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ نے بطور کسب پھینکا تھا۔ اور بطور خلق نہیں پھینکا تھا۔

ہم نے اساطین علماء اسلام کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بعض افعال غیر عادیہ میں انبیاء علیہم السلام کے کسب کو بھی دخل ہوتا ہے اس سے پہلے ہم احادیث سے بھی یہ بات ثابت کر چکے ہیں اور اب امام رازی، علامہ نسفی، علامہ خفاجی اور علامہ آلوسی جیسے مستند مفسرین کرام کے حوالوں سے بھی قرآن کریم کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرات متکلمین میں سے علامہ آمدی، امیر سید شریف علامہ عبد العزیز پرہاروی صاحب نبراس، علامہ ملتانی کے حوالوں سے بھی ثابت

---

[1] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ — عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۲۶۱

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ — روح المعانی پ ۹ ص ۱۸۵

کر دیا ہے کہ متکلمین کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ معجزہ نبی کا مقدور ہوتا ہے۔ (اور جن بعض متکلمین نے اختلاف کیا ہے اس کا محل بھی متعین کر دیا کہ وہ معجزہ کی پہلی قسم ہے) اس کے علاوہ امور غیر عادیہ کی بحث میں امام غزالی، ابن حجر عسقلانی، محی الدین عربی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کے حوالوں سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ امور عادیہ انبیاء کے کسب اور اختیار میں ہوتے ہیں۔ کاش مخالف مذکور ان تمام امور کو بغور پڑھیں اور حقیقت کا اعتراف کر لیں انبیاء کرام سے عناد رکھنا کوئی اچھی بات تو نہیں ہمیں تو آپ شرک کا شیدائی کہتے ہیں۔ لیکن آپ ہی دیکھیں کہ آپ کے معتمد علیہ مفسر علامہ سید محمود آلوسی اسی آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں:

فانا لا اری باسا فی ان یکون الرمی المثبت له صلی الله علیه وسلم هو الرمی المخصوص الذی ترتب علیه ما ترتب مما ابهر العقول و حیر الالباب و اثبات ذالک له علیه الصلوٰة و السلام حقیقة علی معنی انه فعله بقدرة اعطیت له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مؤثرة باذن الله تعالیٰ الا انه لما کان ما ذکر خارجا عن العادة اذ المعروف فی القدر الموصوفة للبشر ان لا تؤثر مثل هذا الاثر نفی ذالک عنه و اثبت لله سبحانه

میں اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ جو مٹھی کا پھینکنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ وہ وہی پھینکنا ہے۔ جس نے عقلوں کو حیران اور مبہوت کر دیا اور یہ پھینکنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حقیقۃً ثابت ہے بنا بریں کہ آپ نے یہ فعل اس قدرت سے انجام دیا ہے جو آپ کو عطا کی گئی تھی۔ اور آپ کی وہ قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے تاثیر کر رہی تھی۔ لیکن چونکہ عام طور پر انسانوں کو ایسی قدرت عادۃً نہیں دی جاتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس اثر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی اور مبالغۃً اس فعل کو اپنے لیے ثابت فرمایا گویا کہ یوں کہا گیا کہ یہ رمی

مبالغة- كانه قيل ان ذلك الرمى وان صدر منك حقيقة بالمقدرة الموثرة باذن الله تعالى سبحانه لكنه لعظم امره و عدم مشابهته لافعال البشر كانه لم يصدر منك بل صدر من الله جل شانه بلا ١؎

اگرچہ حقیقۃً آپ سے اس قدرت کے ساتھ صادر ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے موثر تھی لیکن چونکہ یہ بہت عظیم امر تھا۔ اور افعال بشر کے مشابہ نہ تھا تو گویا یہ فعل آپ سے صادر نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا ہے۔

ہم نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ امور غیر عادیہ میں نبی کسی فعل کا قصد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے تو آپ برہم ہو گئے تھے اور علامہ آلوسی فرما رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود خداداد قوت سے حقیقۃً وہ کنکریاں پھینکیں جنہوں نے تمام لشکر کفار کو حواس باختہ کر دیا۔ علامہ آلوسی نے بہت عمدہ بات کی ہے کہ اور تیسری قسم کے تمام معجزات کو اسی صورت پر محمول کر دیا جائے تو عین ایمان کے مطابق ہے آخر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خداداد طاقت سے قلعہ خیبر اکھاڑ کر پھینک سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خداداد قوت سے امور غیر عادیہ کو کیوں انجام نہیں دے سکتے۔

جب نبی کی خداداد قوت کا ذکر آ گیا ہے تو ایک اور ایمان افروز حدیث سُن لیں۔

عن ابی هريرة قال ارسل ملك الموت الى موسى فلما جاءه صكه ففقاء عينه فرجع الى ربه فقال ارسلتنى الى عبد لا يريد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے زور سے اس کو ایک تھپڑ مارا اور اس کی آنکھ باہر نکال دی

---

١؎ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ تفسیر روح المعانی پ ۹ ص ۱۸۶

الموت فرد الله عليه عينه وقال ارجع فقل له يقع يده على متن ثور فله بكل ما غطت به يده بكل شعرة سنة قال اى رب ثم ماذا قال ثم الموت قال فالأن فسئل الله تعالى ان يدنيه من الارض المقدسة رمية بحجر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فلو كنت ثم لاريتكم قبره الى جانب الطريق عند الكثيب الاحمر ؎

اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ واپس کردی۔ اور فرمایا دوبارہ جاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہو کہ آپ ایک سفید بیل کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھادی جائے گی آپ نے فرمایا اے رب پھر کیا ہوگا۔ کہا پھر موت آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ سے سوال کردو کہ مجھے بیت المقدس میں کثیب احمر کے پاس قریب کردے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا۔

انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

و انما فقأت عينه فقط لانه كان ملك الموت و الا لانزفت السموت السبع من لطمة غضبه و انما غضبه عليه لان من سنة ملك الموت بالانبياء ان يكلمهم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے عزرائیل کی فقط آنکھ نکلی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ملک الموت تھے (یعنی قضاً انہوں نے سب کی روح قبض کرنی تھی) ورنہ حضرت موسیٰ کے غضب ناک تھپڑ کا تقاضہ یہ تھا کہ ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہوجاتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کی وجہ یہ تھی

---

؎ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸

بالتخییر فلما ترکها و اخبرہ بالوفاۃ اخذتہ الغضبۃ فلطمہ۔ ؎۱

انبیاء علیہم السلام کے پاس جاکر ملک الموت کو موت کا اختیار دینا چاہیئے تھا۔ اور جب کہ ملک الموت نے اختیار کو ترک کیا اور وفات کی خبر دی تو موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا۔

غور فرمائیے کہ امور غیر عادیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خداداد طاقت کا یہ عالم تھا کہ ملک الموت کے تھپڑ مارا تو اس کی آنکھ نکال دی اور انور شاہ کشمیری کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو قبض ارواح کے لیے زندہ نہ رکھنا ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کی ضرب سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ غور فرمائیے کہ جب بازوئے کلیم کی قوت کا یہ اثر ہے تو بازوئے حبیب کی طاقت کا کیا عالم ہوگا۔

علامہ آلوسی اور کشمیری صاحب کی عبارات کو بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو ایسی قدرت اور طاقت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان سے خلاف عادت اور معجزات رونما ہوتے ہیں۔ پھر کسی قدر حیرت اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صدور میں پتھر کی طرح بے بس ہیں جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم بے بس ہوتا ہے اسی طرح انہیں کسی معجزہ پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ فاللہ المشتکی واللہ العزۃ و رسولہ۔

# کرامت :

معجزہ کی طرح کرامت بھی تین قسموں پر ہے ایک قسم وہ ہے جس میں ولی کے کسب اور اختیار کے بغیر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خلاف عادت افعال ظاہر کرتا ہے

---

؎۱ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۰ فیض الباری ج ۳ ص ۲۷۶

دوسری قسم وہ ہے جس میں ولی کی دعا سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی خلاف عادت فعل ظاہر کرتا ہے۔ یہ دونوں قسمیں غیر اختلافی ہیں تیسری قسم وہ ہے جس میں ولی کے کسب، قصد اور اس کے اختیار پر اللہ تعالیٰ کوئی خرق عادت فعل ظاہر کرتا ہے۔

چونکہ اس قسم کو ماننے سے بعض مخالفین نے انکار کر دیا ہے۔ بلکہ اس کو دھوکہ دہی، جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی قرار دیا ہے۔

(اتمام البرہان ص ۴۹، ۵۰)

اس لیے ہم آپ کے سامنے اب کرامت کے اختیاری ہونے پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

حضرت علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

والکرامۃ ظہور امر خارق العادۃ بلا دعوی النبوۃ وھی جائزۃ ولو بقصد الولی من جنس المعجزات لشمول قدرۃ اللہ تعالیٰ و واقعۃ کقصۃ مریم وآصف واصحاب الکہف وما تواتر جنسہ من الصحابۃ والتابعین وکثیر من الصالحین [1]

کرامت (دعوی نبوت کے بغیر) خلاف عادت امر کے ظہور کو کہتے ہیں اور یہ جائز ہے اگرچہ یہ ولی کے قصد سے ہو اور یہ معجزات کی جنس سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان سب کو شامل ہے۔ اور یہ واقع ہے جیسے حضرت مریم، آصف بن برخیا اور اصحاب کہف کے واقعات اور اس جنس کے واقعات جو صحابہ تابعین سے اور صالحین امت سے بکثرت صادر ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ تفتازانی نے اس عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ کرامت ولی کے قصد اور اختیار سے واقع ہوتی ہے۔

---

[1] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ مقاصد علی ہامش شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۳

علامہ نووی مسلم شریف کی ایک حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و منها اثبات كرامات الاولياء وهو مذهب اهل السنة خلافا للمعتزلة و فيه ان كرامات الاولياء قد تقع باختيارهم و طلبهم هذا هو الصحيح عند اصحابنا المتكلمين ومنهم من قال لا يقع باختيارهم و طلبهم وفيه ان الكرامات قد تكون بخوارق العادات على جميع انواعها و منها بعضهم و ادعى انها تختص بمثل اجابة دعاء و نحوه وهذا غلط من قائله و انكار للحس بل الصواب جريانها بقلب الاعيان و احضار الشیء من العدم و نحوه

له

اور اس حدیث کے فوائد میں سے اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب بخلاف معتزلہ کے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ بعض اولیاء اللہ کی کرامات ان کے اختیار اور ان کی طلب سے واقع ہوتی ہیں اور یہی بات ہمارے متکلمین کے نزدیک صحیح ہے بعض علماء نے یہ کہا ہے کرامات اولیاء کے اختیار اور طلب سے واقع نہیں ہوتیں اس میں یہ اعتراض ہے کہ کرامات خلاف عادت افعال کی تمام اقسام پر واقع ہوتی ہیں (یعنی تینوں قسموں پر جیسا ہم نے بیان کیا ہے سعیدی) بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کرامت قبولیت دعا اس کی مثل کے ساتھ خاص ہے ان لوگوں کا یہ قول قطعاً غلط ہے۔ اور مشاہدہ کا انکار ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ حقائق میں انقلاب اور شی کو عدم سے وجود میں لانے اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ساتھ کرامت کا تعلق ہوتا ہے۔

---

له شیخ محی الدین ابو زکریا نووی متوفی ۶۷۶ھ — شرح نووی مع مسلم ج ۲ ص ۳۱۴

علامہ نووی کی اس عبارت میں تقریباً وہ سب باتیں آگئی ہیں جو کرامت کے سلسلہ میں ہم اب تک لکھتے آئے ہیں۔

اسی بحث میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ان کرامة الولی قد تقع باختیاره و طلبه هو الصحیح عند جماعة المتکلمین [1] | ولی کی کرامت بعض اوقات اس کی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہے اور یہ بات صحیح ہے۔ |

اور علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں،

| | |
|---|---|
| فالکامل من قدر علی الکرامة [2] | اور کامل وہ شخص ہے جو کرامت پر قادر ہو۔ |

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ثم مجوزو الکرامات تحزبوا احزابا فمنهم من شرط الا یختارها الولی و بهذا فرقوا بینها و بین المعجزة و هذا غیر صحیح [3] | جو حضرات کرامت کے جواز کے قائل ہیں ان میں سے بعض نے کہا کہ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ تاکہ معجزہ اور کرامت میں فرق - یہ فرق صحیح نہیں ہے۔ |

اولیاء کرام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کے لیے کوئی خلاف عادت کام ظاہر فرما دے کرامت کی یہ قسم جو غیر نزاعی اور غیر اختلافی ہے۔ اس لیے کرامت کی اس قسم کو بیان کر کے ہم طوالت سے بچنا چاہتے ہیں یہاں پر ہم صرف کرامت کی اس قسم کا ذکر کر رہے ہیں۔ جو اولیاء اللہ تعالیٰ کی خداداد

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری جز ۷، ص ۲۸۳

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ — الیواقیت والجواہر ج ۳ ص ۱۰۵

[3] علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ — فتاوی حدیثیہ ص ۲۵۹

قوت سے ظہور میں آتی ہیں یا جن امور عادیہ کے لیے وہ کسب اور قصد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے کسب اور قصد کے مطابق خلاف عادت امر پیدا فرما کر ان کی کرامت ظاہر کر دیتا ہے۔

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

۱۔ مردوں کا زندہ کرنا:

مفرج دمامینی کا قصہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بھنتے ہوئے پرندوں کے بچے ہوئے ٹکڑوں کو فرمایا تھا کہ اڑ جاؤ تو وہ اڑ گئے تھے اور شیخ اہ۔ اح کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ ان کے پاس آگئی۔

۲۔ مردوں سے بات چیت کرنا:

اور یہ قسم تو پہلی قسم سے بھی زیادہ واقع ہوئی ہے اسی قسم کا ایک واقعہ ابوسعید فراز سے اور پھر شیخ عبدالقادر اور ایک جماعت سے روایت ہے جن میں کے آخری بزرگ۔ علامہ تاج الدین سبکی کے والد ماجد حضرت شیخ امام تقی الدین سبکی ہیں۔

۳۔ دریا کا شق ہو جانا اور اس کا خشک ہو جانا یا پانی کا اوپر اوپر کو چلا جانا:

اور یہ تینوں قسمیں بہت واقع ہوئی ہیں۔ ایک ایسا ہی واقع شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین دقیق العید کے یہاں بھی ہوا ہے۔

۴۔ قلب ماہیت:

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ علی العتار یمنی کے پاس کسی شخص نے مزاح میں دو برتن شراب سے بھرے ہوئے بھیج دیے تھے۔ آپ نے ایک کو دوسرے میں الٹ دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ لوگوں نے کھایا تو وہ ایسا عمدہ گھی تھا کہ اس کی سی رنگت اور خوشبو کہیں دیکھی نہیں گئی۔ اور ایسے واقعات

بہت منقول ہیں۔

۵۔ اولیاء اللہ کے واسطے زمین کا سمٹ جانا:

بیان کیا گیا ہے کہ ایک ولی طرسوس کی جامع مسجد میں تھے آپ کو حرم شریف کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو آپ نے سر جھکا لیا پھر سر اٹھایا تو آپ حرم شریف کے اندر تھے اور اس قسم کے واقعات کا مشترک مضمون تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لیے اب اس کا انکار سوائے ضدی شخص کے اور کون کر سکتا ہے۔

۶۔ جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا:

خود اس کرامت کے ہونے میں اور پھر اس کے بکثرت واقع ہونے میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا واقعہ انار کے درخت کا۔ آپ کو اپنا پھل کھانے کے لیے پکارنا منقول ہی ہے۔ آپ نے ایک انار کھایا۔ تو وہ درخت چھوٹا سا تھا بڑا ہو گیا۔ کھٹا تھا میٹھا ہو گیا۔ اور ایک سال میں دو بار پھل لانے لگا۔

۷۔ بیماریوں سے تندرست کر دینا:

جیسا کہ حضرت سری (حضرت جنید کے پیر) سے ایک بزرگ کے قصہ میں روایت ہے جو ان سے ایک پہاڑ پر ملے تھے کہ وہ اپاہج اور اندھوں اور دوسرے بیماروں کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ اور جیسے کہ شیخ عبد القادر سے روایت ہے کہ ایک مجبور محض فالج زدہ اندھے کوڑھی بچے کو فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے کھڑا ہو جا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔

۸۔ حیوانات کا فرمانبردار ہو جانا جیسے کہ ابو سعید بن ابی الخیر المیہنی کے ساتھ ایک شیر کا قصہ ہے اور ان کے قبل ابراہیم خواص کا واقعہ بھی ہوا ہے بلکہ جمادات بھی فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ سلطان العلماء شیخ الاسلام

عز الدین بن علیہ السلام کے قصہ میں ہے اور انہیں سے واقعہ فرنگ میں یہ قول مروی ہے کہ "اے ہوا ان لوگوں پر گرفت کر"

۹۔ وقت کا سمٹ جانا۔

۱۰۔ وقت کا وسیع ہو جانا؛

ان دونوں کرامتوں کی تقریریں عوام کی عقلوں کے لیے دشوار ہے مگر اہل لوگوں کے لیے اس کا تسلیم کرنا ہی اسلام میں مستحسن ہے اور اس باب میں روایات بکثرت ہیں۔

۱۱۔ دور کے مقام کو باوجود حجابات کے دیکھ لینا جیسا کہ نقل ہے کہ شیخ ابواسحق شیرازی کعبہ مکرمہ کو بغداد میں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

۱۲۔ مختلف صورتوں میں ہو جانا اور یہی وہ ہے جس کا نام صوفیہ حضرات عالم مثال رکھتے ہیں اور یہ حضرات عالم اجسام و عالم ارواح کے درمیان ایک درمیانی عالم اور ثابت کرتے ہیں جس کا نام انہوں نے عالم مثال رکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ عالم بعالم اجسام سے زیادہ لطیف اور عالم ارواح سے زیادہ واضح ہے۔ اور اسی پر روح کے جسمانی شکل اختیار کرنے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بنا قائم کی ہے اور اس کو حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے استنباط کیا ہے فتمثل لہا بشرا سویا تو ان کے واسطے جبرئیل ایک معتدل انسان بن گئے وہ واقعہ بھی اس قبیل سے ہے جو قضیب البان موصلی سے منقول ہے یہ حضرت ابدال میں سے تھے کسی شخص نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا تو نماز نہ پڑھنے کی تہمت لگائی تھی اور سختی سے اعتراض کیا تھا۔ آپ فوراً اس کے سامنے مختلف صورتوں میں منتقل ہوئے اور پوچھا تم نے کونسی صورت میں مجھے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ کرامتوں کی اس قسم میں بزرگوں کے بہت واقعے ہیں۔ متاخرین میں سے بعض کے لیے جو واقع ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک بوڑھے درویش کو قاہرہ کے مدرسہ سلوفیہ

میں ترتیب کے خلاف وضو کرتے دیکھا تو پوچھا کہ حضرت آپ ترتیب کے خلاف وضو کرتے ہیں فرمایا میں نے تو ترتیب کے موافق ہی وضو کیا ہے مگر تم دیکھتے ہی نہیں اگر دیکھ سکتے تو ایسے دیکھتے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کعبہ مکرمہ دکھا دیا، پھر اسے مکہ معظمہ لے گئے اور اس شخص نے خود کو مکہ معظمہ میں پایا۔ اور کئی سال وہیں رہے حکایت لمبی ہے جس کا بیان طویل ہو جائے گا۔

۱۳۔ حق تعالیٰ کا ان حضرات کو زمین کے ذخیروں پر مطلع فرما دینا، جیسے کہ ابو تراب کے واقعہ میں ہے کہ جب انہوں نے زمین پر پیر مارا تو زمین میں سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ برآمد ہو گیا۔ ابن السبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں آئندہ کی طرح دو کرامتیں ہیں اللہ تعالیٰ کا پانی کو غیر جگہ میں پیدا فرما دینا اور زمین کا ان کے پیر مارنے والے بزرگ کی فرمانبرداری کرنا اور ایک بزرگ سے منقول ہے کہ حج کے راستہ میں پیاس لگی تو کسی کے پاس پانی نہ ملا ایک درویش کو دیکھا کہ اس نے بھالے دار لاٹھی زمین میں گاڑ رکھی ہے اور اس کے نیچے سے پانی ابل رہا ہے۔ انہوں نے اس میں سے اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا۔ اور دوسرے حاجیوں کو بھی بتا دیا وہ بھی آئے اور اپنے اپنے برتن بھر کر لے گئے۔

۱۴۔ زہریلی اور طرح طرح کی ہلاک کرنے والی اشیاء کا اثر نہ کرنا جیسے کہ ایک بزرگ کے لیے واقع ہوا ہے کہ ان سے کسی بادشاہ نے کہا تھا کہ تم مجھے کوئی کرامت دکھاؤ ورنہ میں تمام درویشوں کو ہلاک کر دوں گا۔ بادشاہ کے قریب کچھ اونٹ کی مینگنیاں پڑی تھیں آپ نے فرمایا دیکھو! دیکھا تو وہ سونے کی تھیں اور بادشاہ کے پاس ایک خالی پیالہ رکھا تھا۔ آپ نے لیا اور اوپر اچھالا یا پھر لوٹا اور پانی بھرا ہوا الٹ کر دے دیا۔ مگر اس میں سے ایک قطرہ تک نہ گرا بادشاہ نے کہا کہ یہ تو جادو ہے پھر آپ نے بہت سی آگ روشن کرائی اور اشعار پڑھنے کا حکم دیا جب لوگوں پر وجد طاری ہو گیا تو یہ بزرگ

اور سب درویش آگ میں چلے گئے پھر یہ نکلے اور بادشاہ کے ایک چھوٹے سے بچہ کو لے کر گھس گئے اور گھنٹہ بھر تک غائب رہے قریب تھا کہ بادشاہ بھی بچہ کی وجہ سے جل جاتا مگر کچھ دیر بعد بچہ کو نکال لائے تو اس کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے میں انار تھا اس کے باپ نے پوچھا کہ تو کہاں رہا بچہ نے کہا کہ میں باغ میں تھا۔ بادشاہ کے ہم نشینوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شعبدہ ہے حقیقت نہیں ہے۔ اس پر بادشاہ نے ان سے کہا کہ اگر تم زہر کے اس پیالہ کو پی جاؤ تو میں تم کو سچا مان لوں۔ آپ نے اس کو اٹھا کر پی لیا۔ آپ کے تمام کپڑے جسم کے اوپر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کے جسم پر اور کپڑے ڈال دیے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اسی طرح کئی بار کیا گیا حتیٰ کہ کپڑے ٹھہر گئے اور جو پسینہ آیا ہوا تھا خشک ہو گیا۔ مگر اس زہر نے ان کے جسم پر کوئی اثر نہیں کیا[1]

نیز تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

**محمد الحضرمی مجذوب:**

چلانے والے عجیب و غریب حالات و کرامات و مناقب والے تھے۔ کبھی کبھی چلاتے ہوئے عجیب عجیب علوم و معارف پر کلام کر جاتے اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زمین و آسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیئس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ ایک بار ڈاکوؤں نے ان کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے ہاتھوں کو ان کے پہلوؤں میں گاڑ دیا۔ ایک شخص نے آپ کی دعوت کی اور شہد پیش کیا آپ نے تناول فرما کر یہ فرمایا شہد کو

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال الاولیاء ص ۲۶ تا ۲۷

محفوظ رکھو کر میں لوٹ آؤں اور کوئی پندرہ منٹ غائب رہ کر لوٹ آئے اور فرمایا ہم نے اسرو دمیں مبتولی رحمہ اللہ پر نماز پڑھی اور ان کو دفن کر دیا ہے۔ پھر باقی شہد تناول فرمایا آپ کی وفات ۹۰۷ھ میں ہوئی ہے اور بھنسا کے ٹیلے پر دفن کیے گئے ہیں۔ آپ کا مزار وہیں ہے لوگوں کو معلوم ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے [1]

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

محمد الشربینی:

شیخ بزرگ ولی صاحب کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے۔ مشرقی نواح مصر کے درویشوں کی ایک جماعت کے شیخ اور صاحب حالات و مکاشفات تھے۔ تمام اطراف زمین پر ایسے کلام فرماتے تھے کہ گویا آپ کی پرورش وہیں ہوئی ہے امام شعرانی کہتے ہیں کہ جب ان کے بیٹے احمد بہت کمزور ہو گئے اور موت کے قریب پہنچ گئے اور حضرت عزرائیل روح قبض کرنے کے لیے آ گئے تو آپ نے حضرت عزرائیل سے فرمایا اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ اور ان سے رجوع کر دکیونکہ اب یہ معاملہ منسوخ ہو گیا ہے حضرت عزرائیل واپس ہو گئے اور میاں احمد تندرست ہو گئے اور اس کے بعد تیس سال تک زندہ رہے آپ کو جس چیز کی گھر وغیرہ کے لیے حاجت ہوتی ہوا میں ہاتھ کر کے لے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے تھے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سے روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد تکرور میں تھی۔ آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال الاولیاء ص ۱۸۸

تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں اور انہی متفرق صورتوں میں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا۔ تو پھر ان کو مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا آپ کے صاحبزادہ احمد فرماتے ہیں کہ آپ اپنی لاٹھی کو فرماتے کہ ایک بہادر انسان کی صورت میں ہو جاؤ تو وہ فوراً اس صورت میں ہو جاتی اور آپ اس کو اپنے کاموں میں بھیج دیتے تھے۔ اور پھر وہ لاٹھی کی لاٹھی بن جاتی[1]

صفحات مذکورہ میں ہم نے کرامات کی جس قدر صورتیں بیان کی ہیں ان میں مردہ کو زندہ کرنے سے لے کر لاٹھی کو آدمی بنانے تک کا ذکر آگیا ہے۔ اسی طرح ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہونے سے لے کر موت کو ٹالنے تک کا بیان آگیا ہے۔

یہ وہ کرامات ہیں جن کو علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع کرامات اولیاء اللہ میں مختلف مستند کتابوں سے جمع کیا ہے پھر ان کرامات میں سے انتخاب کر کے اشرف علی تھانوی صاحب نے ان کا اپنی نگرانی میں ترجمہ کرایا اور اس کا نام جمال الاولیاء رکھا اس اعتبار سے یہ کرامات تمام سلوف دیوبند پر حجت ہیں۔ کیونکہ ان کو تھانوی صاحب کی مہر تصدیق و تائید حاصل ہے۔

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ کرامت قبولیت دعا سے بھی ہوتی ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کے خلاف عادت فعل ظاہر کرنے سے بھی ہوتی ہے اور یہ دونوں قسمیں غیر متنازع فیہ ہیں سرفراز صاحب نے کرامت کی جس قسم کا انکار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی خداداد طاقت سے اپنے اختیار اور کسب سے کوئی خلاف فعل عادت ظاہر کرے۔ ہم نے جمال اولیاء میں سے یہ جس قدر کرامات ذکر کی ہیں یہ سب اسی قسم کی ہیں جس میں اولیاء اللہ نے خداداد طاقت سے اپنے اختیار اور کسب کے ذریعہ امور غیر عادیہ یا خلاف عادت افعال ظاہر کیے۔ پس ان میں کہیں دعا وغیرہ کا ذکر

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ — جمال الاولیاء ص ۲۰۲، ۲۰۳

نہیں ہے۔ جن کے بارے میں مخالف مذکور لکھتے ہیں! لیکن معجزہ اور کرامت میں باوجود اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے صادر ہوتے ہیں نبی اور ولی کا اختیار نہیں ہوتا بخلاف امور عادیہ کے ان میں بندہ کا اختیار ہوتا ہے بالفاظ دیگر معجزہ اور کرامت میں کسب بھی نہیں ہوتا مولف مذکور کا یہ کہنا کہ اہل حق معجزہ کو خدا تعالیٰ کا فعل کہہ کر دھوکہ دہی کے مرتکب ہیں یا افعال عادیہ اور غیر عادیہ میں خلق اور کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بداہتہً باطل ہے خالص جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی ہے (اتمام البرہان ص ۴۹، ۵۰)

اب سوال یہ ہے کہ دھوکہ دہی، خالص جہالت اور علم و بصیرت سے محرومی کی واضح نشانی ایسے تبرکات ہمارے ساتھ ہی مختص ہیں یا ان تبرکات میں سے، اساطین علماء اسلام اور خالص طور پر آپ کے تھانوی صاحب کو بھی کچھ حصہ ملے گا یا نہیں۔

معجزہ اور کرامت کے بارے میں جو مخالف مذکور نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس میں انبیاء اور اولیاء کے کسب (قصد) اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا۔ بحمد اللہ قرآن کریم، احادیث شریف متعدد اسانید علماء اسلام اور سلوف دیوبند کے حوالوں سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے معجزات اور کرامات نبی اور ولی کے کسب اور اختیار سے بھی ثابت ہوتے ہیں اور مخالف مذکور نے اپنے زعوم پر جو ناتمام اور نامکمل حوالے پیش کیے تھے ان کی تکمیل کے ساتھ ان کا محمل بھی متعین کر دیا ہے۔

معجزہ اور کرامت کے بعد اب ہم تصرف (خداداد طاقتوں کا اظہار) پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے توضیح البیان میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تصرف ثابت کیا تھا۔ لیکن مخالف مذکور نے انبیاء اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے تصرف کا مطلقاً انکار کر دیا ہے لکھتے ہیں یہ یاد رہے کہ ہم حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایسے تصرفات کے منکر ہیں جن میں ان کے فعل اور کسب کا دخل ہو اور جو فعل حقیقۃً ان

طرف منسوب ہو جیسا کہ مولف مذکور کہتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر قدرت اور طاقت دی ہے جس سے مخلوق کے بواطن پر تصرف کر سکتے ہیں بلفظہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی قدرت اور طاقت اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے ہاں معجزہ اور کرامت حق ہے۔ لیکن معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کا فعل اور کسب نہیں ہوتا وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے (اتمام البرہان ص ۱۰۱، ۱۰۲)

چند سطر بعد لکھتے ہیں: الغرض معجزہ اور کرامت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی اہل بدعت مغالطہ کا شکار ہیں اور ایسے تصرفات صرف قلوب ہی میں نہیں بلکہ عالم میں بھی رونما ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا ان میں کسب اور دخل نہیں ہوتا ان میں فعل صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے۔ (اتمام البرہان ص ۱۰۲)

مؤلف مذکور یعنی غلام رسول سعیدی نے یہ کہیں بھی نہیں کہا کہ انبیاء اور اولیاء کی طرف افعال حقیقۃً منسوب ہوتے ہیں یہ مخالف مذکور کا ہم پر خالص افتراء ہے۔ ہم نے توضیح البیان میں بھی یہی لکھا ہے، حقیقت میں ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ البتہ بندہ کسب یعنی قصد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر فعل پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس پر متعدد حوالوں کے ساتھ بحث گزر چکی ہے۔ معجزہ اور کرامت میں بھی ہم تبلا چکے ہیں کہ ان میں نبی اور ولی کے کسب کا دخل ہوتا ہے۔

## تصرّف:

مخالف مذکور لکھتے ہیں کہ تصرف خواہ بواطن قلب میں ہو یا عالم ظاہر میں اس میں انبیاء اور اولیاء اللہ کے کسب کا دخل نہیں ہوتا اور یہ کہ تصرف انبیاء اور اولیاء کا فعل نہیں ہوتا اور نہ کسی نبی یا ولی کو اللہ تعالیٰ نے تصرف پر قدرت دی

ہے (محصلاً تمام البرہان ص ۱۰۲) تصرف کی تشریح اور اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کے اختیار پر ہم بعونہ تعالیٰ با دلائل بحث پیش کر رہے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق۔

تصرف سے مراد ہے خدا داد طاقت کا ظہور یعنی اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کو ایسی طاقت عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ لوگوں کے قلوب اور اس جہان میں ایسے افعال کو صادر کرتے ہیں جو عام اسباب عادیہ سے حاصل نہیں ہو سکتے لیکن باقی افعال کی طرح ان افعال کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی عزت افزائی کے لیے انہیں خلاف عادت قوت اور طاقت عطا فرماتا ہے اور اسی خداداد طاقت سے امور غیر عادیہ کے اظہار کو تصرف کہا جاتا ہے۔

آئیے اب قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ تصرف (خداداد قوت حاصل ہے یا نہیں،

تھانوی صاحب اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں!

قال رب اغفرلی وھب لی ملکا و ینبغی لاحد من بعدی انك انت الوھاب فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب و اخرین مقرنین فی الاصفاد ھذا عطاؤنا فامنن بغیر حساب

(ص ۱ ۳۷)

(حضرت سلیمان) نے کہا اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں،

یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا جاتا جیسا دوسرے ملوک خزائن کے مالک نہیں ہوتے بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو[1]

غور فرمائیے تھانوی صاحب نے اپنی اس تفسیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں اور جنات میں مالکانہ تصرفات کا مختار قرار دیا ہے۔ بنا بریں یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کو مطلقاً تصرف حاصل نہیں ہوتا۔

یہ تو عالم ظاہر میں تصرف پر دلیل ہے اور باطن میں انبیاء کے تصرف پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قرأۃ انکرتھا علیہ ثم دخل اخر فقرء قرأۃ سواء قرأۃ صاحبہ فلما قضینا الصلوٰۃ دخلنا جمیعا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان ھذا قرء قرأۃ سوی قرأۃ صاحبہ فامرھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ فحسن النبی صلی اللہ علیہ

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اس نے نماز میں اس طرح قرآن پڑھا جو میرے لیے نیا تھا پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے پہلے سے بھی مختلف طریقہ پر قرآن پڑھا۔ جب ہم سب نے نماز پڑھ لی تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا اس شخص نے اس دوسرے شخص کے مخالف طریقہ پر قرآن پڑھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا ان دونوں نے

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ بیان القرآن ج ۲ ص ۸۸۹

وسلم شانهما فسقط فی نفسی من التکذیب و لا اذکنت فی الجاهلیة فلما رای رسول الله صلی الله علیه وسلم ما قد نخشیتی ضرب فی صدری ففضت عرقا و کانما انظر الی الله عزوجل فرقا فقال لی یا ابی ارسل الی ان اقرأ علی حرف فرددت الیه ان هون علی امتی فرد الی الثانیة اقراه علی حرفین فرددت الیه ان هون علی امتی فرد الی الثالثة اقرأه علی سبعة احرف الحدیث ۔ ؂

قرآن پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تحسین کی۔ اس وقت میرے دل میں زمانہ جاہلیت سے بھی زیادہ حضور کی تکذیب واقع ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل کی حالت کو دیکھا تو آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور یوں لگتا تھا جیسے میں اللہ عزوجل کے سامنے خوفزدہ کھڑا ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابی پہلے قرآن صرف ایک لغت پر نازل ہوا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر آسانی فرما پھر مجھے دو لغتوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت دی پھر میں نے تیسری بار دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سات لغات پر پڑھنے کی اجازت دی۔

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ابی بن کعب کی دلی حالت پر مطلع ہوئے تو آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا جس کے اثر سے ان کے دل سے تکذیب یا اس کا وسوسہ زائل ہو گیا اور جب انہوں نے حضرت حق کا مشاہدہ کیا تو سابقہ وسوسہ پر پانی پانی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں پر تصرف کرنے

---

؂ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳

کی یہ واضح دلیل ہے۔

تھانوی صاحب نے قاسم نانوتوی صاحب کی کرامت کے ذکر میں لکھا ہے۔
منصور علی، نانوتوی صاحب کے شاگرد تھے۔ منصور علی ایک لڑکے کے عشق میں گرفتار ہو کر بالکل بے کار ہو گئے جب اس کی محبت کے اثر نے انہیں بالکل عاجز کر دیا۔ تو وہ نانوتوی صاحب کی خدمت میں آئے (محصلہ) آگے آپ تھانوی صاحب کی زبان سے سنیے۔ میں ایک دن تنگ آگیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ محبت میری رگ و پے میں سرایت کر گئی مجھے تمام امور سے بے کار کر دیا کیا کروں اور کہاں جاؤں آخر عاجز آکر دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں پہنچا اور مؤدب عرض کیا کہ حضرت للہ میری اعانت فرمائیے۔ عاجز ہو چکا ہوں ایسی دعا فرما دیجئے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے تو ہنس کر فرمایا۔ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے بس جوش ختم ہو گیا میں نے عرض کیا کہ حضرت میں سارے کاموں سے بے کار ہو گیا۔ نکما ہو گیا اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ خدا کے لیے میری امداد فرمائیے فرمایا بہت اچھا۔ بعد نماز مغرب جب میں نماز سے فارغ ہوں تو آپ موجود رہیں، میں نماز پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔ جب حضرت صلوٰۃ الاوابین سے فارغ ہوئے تو آواز دی مولوی صاحب میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہوں میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا فرمایا کہ ہاتھ پھیلاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان باٹے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے۔ گویا میں دربار الٰہی میں حاضر ہوں میں اس وقت لرزاں اور ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر یہ کپکپی اور یہ خوف طاری نہیں ہوا تھا بس پسینہ پسینہ ہو گیا اور بالکل خودی سے گزر گیا۔ اور حضرت برابر میری ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی پھیر رہے ہیں جب ہتھیلی پھیرنا بند فرمایا تو یہ حالت بھی فرو ہو گئی فرمایا جاؤ میں اٹھ کر چلا آیا۔ دو ایک دن کے

بعد حضرت نے پوچھا کر مولوی صاحب کیا حال ہے میں نے عرض کیا حضرت اس لڑکے کا تصور یا عشق تو کجا دل میں اس لڑکے کی گنجائش تک باقی نہیں فرمایا اللہ کا شکر کرو والحمد للہ علی ذالک ؎

اس حکایت میں غور فرمایئے نانوتوی صاحب نے مولوی منصور علی کی درخواست کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگی بلکہ اپنی ہتھیلی اس کی ہتھیلی پر رگڑ کر اس کو عرش کے نیچے پہنچا دیا اور جلوہ حق دکھا کر مولوی صاحب کے دل سے اس لڑکے کی محبت نکال دی اب بتلایئے یہ دلوں پر تصرف نہیں تو اور کیا ہے اور اس عمل کے تصرف ہونے میں اب بھی تردد ہو تو اس کرامت کے تحت تھانوی صاحب کا حاشیہ پڑھ لیجئے۔ لکھتے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۲۵) قولہ عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں الخ یہ ایک اثر تھا کہ مشابہ اس اثر کے جو حدیث مسلم میں وارد ہے ؎

ابی بن کعب کے سینہ پر حضور کے ہاتھ مارنے سے جو ان کے قلب کی کیفیت بدل گئی اگر صرف ہم اس کو تصرف کہتے تو آپ بجانے کیا کیا تاویلات کر کے ہمیں جاہل کوتاہ فہم، علم و حکمت سے عاری اور نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالتے لیکن اب آپکے تھانوی صاحب نے نانوتوی صاحب کے تصرف کو ثابت کرنے کے لیے اسی حدیث مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف مان لیا ہے تو اب آپ کیا کہیں گے۔

آیئے تھانوی صاحب کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں پر تصرف کا ایک اور واقعہ آپ کے پیش خدمت کر دیں۔

تصرف کی سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں:

---

؎۱ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ ارواح ثلثہ ص ۲۹۳-۲۹۴

؎۲ " " " " " "

# نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کا ثبوت :

روی الترمذی فی ماجاء فی السجدة فی النجم عن ابن عباس قال سجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فیها یعنی النجم و المسلمون و المشرکون و الجن و الانس الحدیث و کثیرا ما یقع السوال عن سبب سجدة المشرکین و اقرب الاجوبة عندی کونها بتصرف النبی صلی الله علیه وسلم وفیه اثبات التصرف ولو قلیلا من الکاملین لاسیما النبی صلی اللہ علیہ وسلم[1]

امام ترمذی نے باب ما جاء فی السجدہ فی النجم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھ کر سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔ مشرکین کے سجدہ کے بارے میں اکثر سوال کیا جاتا ہے اور میرے نزدیک اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کے سبب تھا اور اس حدیث میں کاملین کے تصرف کی دلیل ہے۔ خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خواہ یہ تصرف کم مقدار میں ہی ہو۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تصرف کو ثابت کرنے کے بعد ہم آپ کے سامنے اولیاء کرام کا تصرف پیش کرتے ہیں اور اس مرتبہ بھی ثبوت کے لیے پہلے تھانوی صاحب ہی کے حوالہ پیش کر رہے ہیں۔

تھانوی صاحب لکھتے ہیں :

۱۶ تصرف : یہ جماعت اولیاء سے بہت ہی منقول ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بارش ایک بزرگ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھی اور متاخرین میں ایک بزرگ شیخ ابوالعباس شاعر ہوئے ہیں وہ بارش کو کچھ درہموں کے بدلہ فروخت

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ  بوادر نوادر ص ۱۹۱

کیا کرتے تھے اور ان سے اس باب میں اس قدر واقعات روایت ہیں کہ عقل کو انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے[1]

بارش کا ہونا نہ ہونا امور تکونیہ میں سے ہے۔ مخالف مذکور اس کا اختیار نبی کے لیے بھی نہیں مانتے اور تھانوی صاحب لکھتے ہیں ابو العباس بارش کو بیچتے پھرتے تھے۔

نیز تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

فقیہ حسین ابدال نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ جب شیخ علی الابدال کا انتقال ہوا تو شیخ ابو الغیث بن جمیل ان کی تعزیت کے لیے آئے اور یہ سب لوگ اپنے شیخ علی الابدال مذکور کے گاؤں ہی میں مقیم تھے۔ شیخ علی نے کہہ دیا تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور وصیت کی تھی کہ وہ اس مقام پر ٹھہریں نہیں اس لیے جب تیسرا دن ہوا شیخ محمد الحکمی نے شیخ ابو الغیث سے عرض کیا کہ آج رات آپ اور آپ کے درویشوں میں سے کوئی یہاں نہ ٹھہرے کیونکہ آپ لوگوں میں جو رات کو یہاں رہے گا وہ مر جائے گا۔ شیخ ابو الغیث اور ان کے سب ساتھیوں نے تو جانے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن ایک شخص محمد حکمی کی بات کو بعید سمجھ کر رہ گیا اور شام کو وہیں رہا تو صبح کو مرا ہوا پایا گیا۔ شیخ محمد نے کہا کہ اسی طرح شیخ ابو الغیث کیسے جائیں گے۔ کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کے واسطے تہامہ میں سکونت نہیں ہے تو شیخ ابو الغیث تہامہ میں ٹھہر نہیں سکتے تھے یہاں تک کہ شیخ محمد الحکمی کا انتقال ہو گیا۔ پھر سولہ سال پہاڑوں میں رہے اور روایت کیا جاتا ہے کہ شیخ ابو الغیث جب کبھی اترنے کا ارادہ کرتے شیخ محمد حکمی ان کے حالات پر کچھ تصرف کر دیتے۔ جب شیخ حکمی صاحب کا انتقال ہو گیا تو یہ اپنے پیروں میں سے کوئی چیز بیڑیوں کی طرح کھول رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس کے اثر سے ہے۔ جو شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ ہم پر تصرف کیا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ۶۱۷ ھ

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ جمال اولیاء ص ۲۴۔

میں ہوا ہے ۔[1]

تھانوی صاحب نے اس واقعہ میں شیخ محمد عکمی کے جس قسم کے تصرف کو ثابت کیا گیا ہے کہ وہ جس جگہ کے بارے میں چاہتے تو کسی کو رہنے نہ دیتے اور اگر کوئی شخص رہ جاتا تو زندہ نہ رہتا اس کے علاوہ شیخ ابوالغیث پر ایسا تصرف کیا وہ سولہ سال پہاڑوں میں جکڑے رہے تصرف کے یہ واقعات ان لوگوں کے لیے دیدہ عبرت ہیں جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لیے تصرف ماننے کو شرک سے کم نہیں کہتے !

تھانوی صاحب ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی المجد المرشدی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اور یہ حضرت رشدی صاحب ولایت میں تصرف فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابوالعباس سبتی تصرف فرماتے تھے خدا تعالیٰ ہم سب کو ان دونوں سے نفع پہنچائے مناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات رمضان ۷۳۰ھ میں ہوئی اور اپنے حجرہ میں منیۃ المرشد میں مدفون ہیں ۔[2]

تھانوی صاحب لکھتے ہیں :

**محمد شمس الدین حنفی :**

مصری و شاذلی ہیں مصر کے جلیل القدر مشائخ سادات عارفین طریق کے ارکان اور استادوں کے صدر اکابر ائمہ زبردست علماء میں سے ہیں منجملہ ان بزرگوں کے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم وجود میں ظاہر فرما کر عالم تکوین میں تصرف عطا فرمایا مغیبات سے گویا کیہ خرق عادات اور قلب ماہیات دیا اور ان کے پیہ عجائب کو ظاہر کر کے فرمایا لوگوں نے ان کے حالات میں مستقل تالیفیں کی ہیں ۔[3]

---

[1] اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ جمال اولیاء ص ۲۵

[2] " " " " جمال اولیاء ص ۱۳۲

[3] " " " " جمال اولیاء ص ۱۵۸

دیکھ لیجئے تھانوی صاحب نے محمد شمس الدین حنفی شاذلی کے بارے میں وہ سب کچھ لکھ دیا ہے کہ اگر ہم ایک چیز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مان لیں تو سلوف دیوبند ہم کو کافر اور مشرک سے کم نہیں کہتے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں؛

وحقیقت آنست کہ آنچہ مرید از شیخ تعلیم واستفادہ نمودہ است علوم وقواعد وآداب وسلوک است و تصرف نیز کہ شیخ مرید کردہ[1]

اور حقیقت یہ ہے کہ مرید جو شیخ سے تعلیم واستفادہ کرتا ہے وہ علوم اور قواعد اور آداب اور سلوک ہیں اور تصرف بھی شیخ مریدیں کرتا ہے۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں؛

بیرون آمدن از بیضۂ بشریت کنایت ازاں است وموقوف است بجریان عادت بر تربیت و تصرف شیخ کامل[2]

بشریت کے خول سے باہر آنا بطور عادت شیخ کامل کی تربیت اور اس کے تصرف پر موقوف ہے۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وحجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوئے در حیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرف ہائے

اور حجت اسلام امام محمد غزالی نے فرمایا جن سے زندگی میں امداد حاصل کی جاتی ہے ان سے وفات کے بعد بھی استمداد حاصل کی جاتی ہے مشائخ عظام سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف

---

۱؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ شرح فتوح الغیب ص ۱۰۳

۲؎ " " " " " " " ص ۱۰۴

ایشاں در حیات خود یا بیشتر و شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ و سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم فقہاء و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی است یا امداد میت من گفتم قومے مے گویند کہ امداد حی قوی تر است و من مے گویم کہ امداد میت قوی تر است شیخ گفت نعم [1]

کرتے تھے اسی طرح وہ اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک شیخ معروف کرخی اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے علاوہ دو کا اور نام لیا اور ان کا مقصد ان چار میں حصر کرنا نہیں تھا۔ بلکہ محض اپنے مشاہدہ کو بیان کیا اور سیدی احمد بن مرزوق (جو کہ دیار مغرب کے عظیم فقہاء و علماء میں سے ہیں) ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی ۔ میں نے کہا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد زیادہ قوی ہے پس شیخ نے کہا کہ ہاں۔

اس عبارت میں صاف طور پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اولیاء کرام کے لیے تصرف ثابت کیا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا قبر میں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

ومنهم ختم دائرة الولاية قطب الوجود سيدي محمد شاذلي البكري الشهير بالحنفي الفقيه الواعظ احد من صوفة الله تعالى

اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت کے خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں اور یہ ان اولیاء میں سے ایک ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے امور تکوینیہ میں تصرف عطا کیا

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ — اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵

| | |
|---|---|
| فی السکون و مکنه من الاجوالی و نطق بالمغیبات و خرق له العوائد و قلب له الاجیان۔ | تھا۔ اور انہیں احوال بدلنے پر قادر کر دیا تھا انہوں نے غیب کی خبریں دیں اور ان کے ہاتھ پر خلاف عادت افعال اور انقلاب حقائق واقع کیے۔ |

له

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر سلوف دیو بند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً اعتماد کرتے ہیں اور ان کے بکثرت حوالہ پیش کرتے ہیں۔ تفہیمات الیہ کا شاہ صاحب کی تصنیف ہونا تو مشتبہ ہے لیکن انفاس العارفین ان کے آخری دور کی تصنیف ہے اس کے اخیر میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ ولی اللہی مسلک کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر اس کتاب کے مندرجات کے خلاف کوئی شخص شاہ صاحب کا کوئی قول پیش کرے گا۔ تو اگر اس کی اس کتاب کے مطابق تاویل ہو سکے گی تو تاویل کی جائے گی۔ ورنہ اس کے قول کو رد کر دیا جائے گا۔ اور یہی سمجھا جائے گا کہ یہ شاہ صاحب کا قول نہیں ہے الحاقی عبارت ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم قارئین کے سامنے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصرف اولیاء کے بارے میں تصریحات پیش کرتے ہیں۔

شاہ عبدالرحیم کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک منکر ولایت کا حال لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| بعد از مدت ایں جا نیز شکے و اضطرابے پیدا کرد و ہم چنیں بخدمت درویشاں مے رفت و انکار مے کرد و منتفع نمے شد روزے پیش من آمد گفت ہیچ کس صاحب تصرفے نیست | کافی مدت بعد ادھر سے بھی اس کے دل میں شک واضطراب پیدا ہوا اسی طرح وہ درویشوں کے ہاں آتا جاتا رہا اور انکار کرتا رہا اور اس سبب سے کوئی نفع حاصل نہ کر سکا ایک دن میرے پاس آیا |

---

له علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۰۵۲ھ رد المحتار ج اص ۴۲۔

بر دے تاثیرے کردم بے خود گشت
و دراں غیبت واقعہ دید گویا خلعت
سبز بوے عطا نمودہ اند چوں بافاقت
آمد ہمہ واقعہ اور ا بگفتم اعتراف
نمود اما اگر انکار جبلی باشد چہ
گونہ منقطع گردد کاتب حروف گوید
ایں واقعہ دراز است اما مرا بجز
ایں کلمہ کہ خلعت سبز پوشانیدن است
محفوظ نماندہ واللہ اعلم از حضرت
ایشاں اجمالاً و از بعضے یاراں تفصیلاً
شنیدہ ام کہ در بعض از حالات
غلبہ بہ بزے توجہ نمودند او را
حالت عجیبہ افتاد چند روز شعور
علف و آب نداشت و بآخرہ
بمرد لہ

اور کہنے لگا کہ کوئی شخص بھی صاحب تصرف
نہیں ہے یہ سن کر میں نے اس پر توجہ ڈالی
تو وہ بے خود ہو گیا اور اسی بے خبری کے
عالم میں دیکھا کہ گویا اسے سبز خلعت
دی گئی ہے۔ جب اسے افاقہ ہوا تو
اس کا دیکھا ہوا واقعہ بھی میں نے اسے
بیان کر دیا۔ اس نے واقعہ سن کر اعتراف
کیا اگر فطرتاً منکر ولایت ہونے کے
سبب کوئی نفع حاصل نہ کر سکا۔ کاتب
الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتے ہیں کہ یہ واقعہ
طویل ہے مگر مجھے سبز خلعت پہنانے والے
جملہ تک ہی یاد رہ سکا ہے واللہ اعلم حضرت
والا (شاہ عبدالرحیم) سے اجمالاً اور ان کے
بعض دوستوں سے تفصیلاً یہ بھی سنا ہے کہ ایک
مرتبہ آپ نے حالت غلبہ میں بکری پر توجہ ڈالی
تو اس پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی۔ کئی
دن اسے گھاس اور پانی کا شعور تک نہ رہا
اور بالآخر مر گئی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس واقعہ میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے دو تصرف بیان کیے ہیں۔ ان میں دعا یا توجہ الی اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ محض خداداد قوت کا اظہار اور مخلوق پر اثر مرتب کرنے کا بیان ہے اور اسی کو تصرف

---

لہ شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۴۵

ہا کہتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کے ایک مکتوب کا کچھ حصہ نقل کیا اس کا آخری حصہ یہ ہے۔

وقصہ بزرگان ایں طریقہ و متاثر شد حیوانات کہ تواتر رسیدہ ومشاہدات کثیر واقع شدہ لیکن از بعضے اکابر آں وقت تصرف ظاہر شود کہ مامور شوند از بعضے آں وقت کہ مغلوب نسبت شوند از بعضے اکملین ہر وقتے کہ ایشاں بخواہند وعجب تر آنکہ در ایام جوانی بعض یاران وقت توجہ چناں متاثر شدند کہ جثہ ایشاں در ہوا رفت و باز بر زمین آمد توقع کہ چند مدت در دوام ایں نسبت جد واجتہاد نمایند کہ بحر دوام رسد کہ اثر در جمیع یاراں خواہد شُد۔

بزرگان طریقت کے ایسے قصے اور حیوانات کے متاثر ہونے کی باتیں حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں اور ایسے مشاہدات کثرت سے واقع ہوئے ہیں مگر بعض اکابر سے آثار تصرف کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب وہ معمور ہوتے تھے۔ بعض فقراء مغلوب النسبت ہو کر ایسے آثار دکھاتے تھے اور بعض کاملین ایسے بھی ہو گزرے ہیں جو جب چاہتے یہ تصرف دکھا سکتے تھے یہ عجیب بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ جوانی کے دنوں میں بعض احباب توجہ سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کا جسم ہوا میں اڑا اور پھر زمین پر لوٹا متوقع ہوں کہ کچھ عرصہ اس نسبت کو دوام بخشنے کے سلسلہ میں مجاہدات اور کوشش کریں گے تاکہ آپ کو اس میں دوام اور پختگی حاصل ہو اور آپ کے تمام احباب طریقت پر بھی اس کا اثر ظاہر ہو۔

---

۱؎ شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ     انفاس العارفین ۳۰۷، ۱۴۳۔

اس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ اولیاء کرام کا تصرف اور تاثیر تواتر سے ثابت ہے اور دوسری بات یہ پتہ چلی کہ تصرف کرنا اولیاء اللہ کے اختیار میں ہے وہ جب چاہتے ہیں جس پر چاہتے تصرف کر دیتے ہیں اور یہ بات شاہ ولی اللہ لکھ رہے ہیں جو تمام سلوف دیو بند کے ماوٰی و ملجائی ہیں۔

نیز شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبد الرحیم کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ عبد الاحد روزے تصرفات بعض اسلاف خود بیان مے کردند و حاضران گمان نمودند کہ ایں قسم تصرف از خواص ایشاں بودہ است حضرت ایشاں بیاراں نے کہ در صحبت ایشاں بودند اشارت کردند کہ فلاں و فلاں قصہ بیان کنند آنچہ تصرفات ایشاں بچشم خود دیدہ بودند بیان کردند و مضمون با

شنیدہ کے بود مانند دیدہ اظہار نمودند و شبہ مرتفع شد و اشکال نماند

شیخ عبد الاحد ایک دن اپنے کچھ بزرگوں کے تصرفات بیان کر رہے تھے۔ جس سے حاضرین نے سمجھا کہ اس قسم کے تصرفات صرف انہی کے بزرگوں کا خاصہ ہے حضرت والا نے قریب بیٹھے ہوئے دوستوں کو اشارہ کیا کہ فلاں فلاں قصہ بیان کرو اور انہوں نے حضرت والا کے جو تصرفات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ بیان کیے اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ کا سماں باندھ دیا۔ اس سے لوگوں کا شک مٹ گیا۔ اور کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

نیز شاہ ولی اللہ شیخ ابو الرضا کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

استماع افتاد کہ حضرت ایشاں را در صغر سن چوں در مہد خوابانیدند کسے

سننے میں آیا ہے کہ حضرت شیخ کو زمانہ طفولیت میں جب جھولے میں سلاتے تھے

---

۱؎ شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ

انفاس العارفین ص ۶۹

از متصدی تحریک عہد الیشاں مے شد مردم چونکہ مہد را دیدند کہ متحرک است و نزدیک وے کسے نیست تعجبہا مے کردند و نیز استماع افتاد کہ مردے از جن نامش عبداللہ از حضرت ایشاں علوم مے آموخت و معارف استماع مے کرد حضرت ایشاں مے فرمودند کہ پیش من مے آید جمیع احوال وافعال وے بر من منکشف مے گردد یک بار منکرے پیش من آمد و خواست کہ بر من حملہ کند بروے تصرفے قہرے کردم آتشے دید نزدیک بود کہ سوختہ گردد توبہ کرد والحاج تمام نمود ازاں مہلکہ خلاص کردم۔ [1]

تو بغیر کسی ہلانے والے کے آپ کا جھولا چلتا رہتا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ عبداللہ نامی ایک جن آپ سے علوم و معارف کی تعلیم حاصل کرتا تھا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص بھی میرے سامنے آتا اس کے تمام احوال و افعال مجھ پر روشن کر دیے جاتے تھے ایک مرتبہ ایک منکر میرے پاس آیا اور مشائخ کا انکار کرنے لگا میں نے اس سے کہا اے کتے تو انہیں کیا جانے اس نے غصہ میں اپنی تلوار نکالی اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا میں نے اس پر اپنے قہر و غضب کا تصرف ڈالا تو اسے آگ نظر آئی قریب تھا کہ وہ جل کر راکھ ہو جاتا اس نے توبہ و زاری کی اور میں نے اسے ہلاکت سے بچا لیا۔

---

شاہ ولی اللہ قدس سرہ حضرت شیخ ابوالرضا کے سلسلہ حالات میں تصرف کا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں:

حافظ عنایت اللہ حکایت کرد کہ مردے تحصیل کردہ بود و بمجادلہ و مذاکرہ شغفے تمام داشت روزے مرا

حافظ عنایت اللہ نے بیان کیا کہ ایک فارغ التحصیل عالم بحث و تکرار اور مذاکرہ سے انتہائی دلچسپی رکھتا تھا۔ ایک دن مجھ سے

---

[1] شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۹۳

گفت ہیچ کس را از فضلاء ایں بلد نہ دیدم مگر کہ بروئے غالب آمدم گفتم گاہے حاضر شدہ مجلس شیخ ابوالرضا محمد و زیارت کردہ ایشاں را گفت شنیدہ ام کہ ایشاں عوام را از تفسیر حسینی وعظ و تذکیر مے کنند و ایشاں را فضیلت نیست گفتم چنیں مگو ایشاں را زیارت کن تا کمال علم و حال ایشاں معلوم کنی در جمعہ آئندہ در مجلس وعظ در آمد و در دل او خلجان کرد کہ مناظرہ نماید حضرت ایشاں برخطرہ وے مشرف شدند در دے تاثیر کردند و علم وے سلب نمودند چنانکہ ہیچ قاعدہ از صرف و نحو بر حافظہ او نماند تا بدیگر علوم چہ رسید و از فہم کلام عاجز شد و دانست کہ ایں حالت تصرف حضرت ایشاں واقع شدہ است ندامت کرد و توبہ نمود بحسب باطن بجناب ایشاں تضرع کرد حضرت ایشاں او را علم او دادند و

کہنے لگا کہ میں اس شہر کے تمام فاضل علماء کو مغلوب کر چکا ہوں، میں نے کہا کہ کبھی حضرت شیخ ابوالرضا محمد کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ کہنے لگا سنا ہے کہ وہ عوام کو تفسیر حسینی پڑھ کر سناتے اور اسی سے وعظ کہتے ہیں وہ کوئی صاحب فضیلت نہیں ہیں۔ میں نے کہا نہیں ایسا مت کہو بلکہ ان کی زیارت کرو تاکہ ان کا کمال علم اور سیرت تم پر واضح ہو سکے۔ اگلے جمعہ وہ مجلس وعظ میں آیا اور اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ مناظرہ کرے حضرت شیخ نے اس کے خیالات سے مطلع ہو کر تاثیر کے ذریعہ اس کا علم سلب کرا دیا۔ یہاں تک کہ اور علم بجائے خود صرف و نحو کا کوئی قاعدہ بھی اس کے حافظہ میں نہ رہا اور آپ کا کلام سمجھنے سے عاجز ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ یہ حالت حضرت شیخ کے تصرف سے واقع ہوئی ہے نادم ہوا توبہ کی اور خلوص دل کے ساتھ حضرت کی خدمت میں گریہ و زاری کی حضرت نے اسے سارا علم واپس کر دیا۔ اور

بحال اول باز آوردند پس اظہار نیامندی کرد فرمودند کہ من عالم نیستم تذکیر مے کنم عوام را از تفسیر حسینی در نیاز مندی زیادہ کرد وگفت توبہ کردم از قول و اعتقاد خود و مے خواہم کہ بہ جشما بیعت کنم حضرت بیعت او گفتند الواح منقشہ بہ کار نمے آیند[1]

پہلی حالت بحال کردی اس نے اظہار نیاز مندی کیا آپ نے فرمایا میں عالم نہیں۔ صرف تفسیر حسینی سے عوام کو نصیحت کرتا ہوں۔ یہ سن کر وہ اور نیاز مندی کرنے لگا اور کہا کہ اپنی بات اور عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ سے بیعت کر لوں۔ حضرت والا نے اسے بیعت ہیں قبول نہ فرمایا اور فرمایا لکھی ہوئی تختیاں کسی کام نہیں آسکتیں۔

اشرف علی تھانوی صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(ملفوظ نمبر ۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔ (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا اقول اس معترض کی غباوت کے سبب اس تکلف و تصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں[2]

تھانوی صاحب نے حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظ پر حاشیہ لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ موحد صاحب خود تصرف کرنے پر قادر تھے۔

(ملفوظ نمبر ۲۷۹) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیون صاحب باوجود اخفار

---

[1] حضرت شاہ ولی قدس سرہ متوفی ۱۱۷۶ھ — انفاس العارفین ص ۹۴

[2] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ — امداد المشتاق ص ۱۰۱

حال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے تاکہ تصور شیخ کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصور شیخ کون کرتا ہے۔ غلبہ محبت سے تصور شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے۔ حضرت کے اسی فرمانے سے ایسا تصور شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے نماز میں سجدہ کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہو گئی ہے کس کی نماز پڑھیں۔ حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی اور دوسری حالت ہو گئی [1]

الافاضات الیومیہ میں اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات جمع کیے گئے ہیں جو ان کی زندگی میں ان کی نظر ثانی و اصلاح کے بعد شائع ہوتے رہے اور اس کتاب کو انہیں کی تصنیف کی حیثیت سے چھاپا گیا ہے۔ چنانچہ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے!

اس مجموعہ کا نام الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ تجویز کیا گیا ہے جس کے اجزا ان شاء اللہ تعالیٰ مثل دیگر مسودات ضبط شدہ بعد نظر اصلاحی حضرت اقدس وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا مزید احسان یہ ہے کہ ساتھ کے ساتھ ان افاضات اور ان کی اشاعت ماہانہ کا بھی انتظام رسالۃ النور میں شروع ہو گیا ہے جس کے ذریعہ سے تازہ بتازہ ملفوظات ہدیہ مشتاقین ہوتے رہیں گے۔ جن سے ان شاء اللہ غائبین کو حضوری کا حاضرین مجلس کو جو بالمشافہ بھی سن چکے ہیں

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ  امداد المشتاق ص ۱۱۲

قند مکرر کا لطف حاصل ہوگا۔ نصف شوال ۱۳۵۰ھ [1]

اس تمہید اور تعارف کے بعد تصرف کے سلسلہ میں اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات سنیے۔

**ملفوظ نمبر ۴۹۔**

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ کبائر میں مبتلا ہیں۔ گناہوں کو اختیار کرتے ہیں۔ ان کو خوف اور خشیت کا استحضار نہیں بڑی ہی خطرناک بات ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ قیامت میں ہر عمل کی ہیئت مشاہد ہوگی مثلاً کسی شخص نے کسی اجنبیہ سے زنا کیا تھا ویسے ہی زنا کرتا ہوا قیامت میں نظر آئے گا اعمال سے ایک خاص ہیئت پیدا ہو جاتی ہے کبھی کبھی دنیا میں بعض اہل اللہ اور خاصان حق پر وہ ہیئت منکشف ہو جاتی ہے۔ حضرت عثمان غنی کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ نے اس شخص کو سنانے کے لیے فرمایا کہ بعض لوگ ہماری مجلس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ایک بزرگ ہیں حضرت سید احمد کبیر رفاعی یہ بہت بڑے اولیاء کبار میں سے ہیں۔ مگر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برابر مشہور نہیں ہوئے بزرگوں کی باتیں بھی عجیب و غریب ہوتی ہیں یہ بھی مختلف الاحوال ہوتے ہیں اس میں ان حضرات کی شان مشابہ انبیاء علیہم السلام کے ہوتی ہے ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا فرمایا کہ بھائی تیری پیشانی سے شقاوت نمایاں ہے تجھ کو کیا مرید کروں وہ بے چارہ مایوس ہو کر لوٹ گیا۔ حضرت کا صورت دیکھ کر فرما دینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پر ہیئت اعمال منکشف ہوئی ہوگی۔ یہ شخص حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا صورت دیکھ کر فرمایا آؤ بھائی میں خود بھی ایسا ہی ہوں ان کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر دونوں ہیئت منکشف ہوئیں

---

[1] حافظ جلیل احمد تمہید الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۷

شقاوت کی بھی اور اس سے آگے سعادت کی بھی۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی تسلی و تشفی کی اور طریق میں داخل کر لیا۔ چند روز میں اس شخص کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت فرمائی۔ یہ شخص حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھ کر فرمایا آؤ بھائی میرے بھائی احمد کبیر کو اللہ نے ایسا تصرف دیا ہے[1]

اس ملفوظ میں تھانوی صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو تصرف عطا فرماتا ہے اور وہ شقاوت (بدبختی) کو سعادت (نیک بختی) سے بدل دیتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۵۰۔

فرمایا ایک کام کی بات یاد آئی یہ جو مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں بزرگ کی نسبت سلب کر لی حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ نسبت قرب الٰہی کا نام ہے اس کو کوئی سلب نہیں کر سکتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز حق تعالیٰ بندہ کو عطا فرمائیں دوسرا کون ہے کہ جو اس سے سلب کرے حقیقت اس کی صرف یہ ہے کہ کسی تصرف سے کسی کیفیت نفسانیہ کو مضمحل کر دے جس سے نشاط کی جگہ عبادت پیدا ہو جاوے مگر وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مقاومت نہ کی پھر اضلال عمل کے سبب اس کا اثر نسبت تک پہنچ جاتا ہے[2]۔

اسی ملفوظ کی روشنی میں گنگوہی صاحب نے بھی اولیاء اللہ کا تصرف تسلیم کر لیا ہے۔

ملفوظ نمبر ۱۱۱ میں ایک واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

پیشین گوئی۔ تصرف و کرامت دولت ہیں مگر سب کے لیے نہیں بلکہ بعض

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۴۹

[2] 〃 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۵۰، ۵۱

کے لیے یہ چیزیں حجاب ہیں [1]

ملفوظ نمبر ۱۹۰ کے ضمن میں لکھتے ہیں!

یوں تو ہر امر میں دو درجہ ہیں ایک عمل کا درجہ ہے اور ایک سہولت عمل کا۔ ہر شخص کا خود تو جی یہی چاہتا ہے کہ سہولت کی تدبیر بتلائی جائے مگر شیخ کی طرف سے انتظار ہوتا ہے کہ اپنی کوشش ختم کر کے دکھلا دو جب عاجز ہو جاؤ گے تب اہل تصرف تو اپنے تصرف سے اور اہل تدبیر اپنی تدبیر سے اس کا ازالہ ان شاء اللہ کر دیں گے [2]

ملفوظ نمبر ۱۹۴۔ فرمایا آج کل طریق کی حقیقت سے عوام تو کیا خواص تک ناواقف ہیں اور اس بے خبری کے سبب ہزاروں غلطیوں میں ابتلاء ہو رہا ہے اور غلطی کا سبب اصل یہ ہے کہ اس کی طرف کسی کو بھی توجہ نہیں اور اگر کسی کی توجہ بھی ہوتی ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ کو کچھ بھی نہ کرنا پڑے اور کام بن جائے جیسے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک شخص بہت عرصہ تک پڑا رہا اس درمیان میں سینکڑوں لوگ آئے اور صاحب نسبت ہو کر چلے گئے۔ مگر یہ اسی خیال میں رہا کہ شیخ اپنے تصرف سے کچھ دے دیں گے تو لوں گا میں خود کچھ نہ کروں گا شیخ کو اس کی اطلاع ہوئی یا تو کسی کی اطلاع کرنے پر یا بذریعہ کشف انہوں نے صاف کہہ دیا تم خود ہی کرو گے تو کچھ ہوگا۔ اور تصرف کا اثر نہ ضروری ہے نہ دیر پا ہے مرید کو وسوسہ ہونے لگا کہ شیخ صاحب تصرف نہیں ہیں اس لیے تاویلات کرتے ہیں شیخ کو اس کی بھی اطلاع ہو گی انہوں نے عملی جواب دینا چاہا اس شخص سے فرمایا کہ ایک مٹکا پانی کا بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری مول لا کر ہم کو دو چنانچہ ایسا کیا گیا۔ شیخ دروازہ پر پچکاری لے کر بیٹھ گئے جو شخص گزرتا پچکاری بھر کر اس پہ پانی پھینکتے تھے اس شخص نے عرض کیا اور ہولی! فرمایا کہ تم کون دخل در معقولات جو تم سے کہا گیا ہے وہ کرو جس

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۸۳

[2] " " " " الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۶۵

پر شیخ کی پچکاری کی ایک چھینٹ بھی پڑ گئی وہی اشہدان لا الٰہ الا اللہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہ پڑھنے لگا ایک ہی تاریخ میں اپنے تصرف سے شیخ نے ہزاروں کافروں کو مسلمان بنا دیا۔ پھر اس شخص کو بلا کر فرمایا دیکھا شیخ کا تصرف مگر تجھ سے چکی ہی پسواؤں گا یا تو پیسوا اور نہیں تو منہ کالا کرو۔ تب اس شخص کی آنکھیں کھلیں اور اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی توبہ کی اور کام میں لگ گئے[1]

اس واقعہ کو تھانوی صاحب نے ملفوظ نمبر ۵۹۶ میں بھی درج کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے تصرف کی بحث میں ہم اب اسماعیل دہلوی کی عبارت پیش کر رہے ہیں! لکھتے ہیں:

القصہ جب یہ یعنی دنیا وعقبیٰ سے تبری اور بے تعلقی اس کے دل کے اندر جانگذین ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت میں مستحکم ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور مقام فنا ارادہ اسے پورا پورا حاصل ہو جاتا ہے تو عنایات غیبی اس کو برگزیدہ کر کے بمنزلہ چیلہ خاص کے کر دیتی ہے جس طرح کے بادشاہان ذوالاقتدار اپنے بعض مطیعین کو تمام رعایا سے ممتاز کر کے چیلہ خاص کا خطاب اسے دے دیتے ہیں۔ پس جس طرح چیلہ خاص کو اپنے مولا کے سامان و لباس میں تصرف کرنے کی مطلق اجازت ہوتی ہے اور اپنے مولیٰ کی تمام سلطنت کو اپنی طرف نسبت دے سکتا ہے مثلاً بادشاہ ہندوستان کے چیلہ خاص کو حق پہنچتا ہے کہ کہئے کہ ہماری سلطنت شہر کابل سے لے کر سمندر کے کنارہ تک ہے اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ والے عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے پر مطلق ماذون ومجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگواروں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے معنی اس کلام کا یہ ہے کہ عرش سے فرش تک ہمارے مولیٰ کی سلطنت ہے اور سب چیزوں کی طرف ہماری نسبت مساوی ہے۔ یہ اس طرح کہیں کہ کسی چیز کو ہمارے ساتھ خصوصیت نہیں کہ وہ ہماری طرف ہو اور اس کے سوا دوسری چیزیں ہماری طرف منسوب

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۶۷ - ۱۶۸

نہ ہوں یہ[1]

اس عبارت میں اسماعیل دہلوی صاحب نے تصریح کردی ہے کہ اہل مراتب عالیہ اہل مناصب رفیعہ (یعنی انبیاء کرام اور اولیاء عظام) تمام عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلقاً ماذون اور مجاز ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کائنات میں خداداد قوت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور تصرف کے باب میں ہی ہمارا مطلوب ہے۔

تصرف کے مباحث کو ہم نے احادیث شریفہ، علامہ شامی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شاہ ولی اللہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور دیوبند کے مسلم اکابر اشرف علی تھانوی اور اسماعیل دہلوی کی صاف اور صریح عبارات سے ثابت کردیا ہے اب اگر اس کے خلاف کسی کی عبارت میں اس کے خلاف کوئی معنی پایا جائے تو وہ موٴول ہے۔ یعنی اس کی تاویل یہ ہوگی کہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ بالاستقلال تمام کائنات میں مدبر اور متصرف علی الاطلاق ہے اسی طرح کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدبر اور متصرف نہیں اتمام البرہان میں اس بحث میں جس قدر عبارات پیش کی گئی ہیں ان سب کا یہی محمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین سے اور اس کی اجازت سے اس کے مقربین اس جہان میں تصرف کرتے ہیں جس کے ثبوت میں اس قدر وافر تعداد میں حوالے اور دلائل قارئین کرام کی نظر سے گزر چکے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اتمام البرہان میں تصرف کے خلاف عبارتوں کی جو ہم نے تاویل پیش کی ہے اور اس کا مطلب بیان کیا ہے اگر وہ مطلب معتبر نہ مانا جائے تو ان دلائل کے مقابل میں وہ تمام حوالے مردود قرار پائیں گے۔

---

[1] اسماعیل دہلوی متوفی صراط مستقیم، ۱۵۷۔

# تکوین :

تکوین بھی ایسا موضوع ہے جس میں بعض مبتدعین دیوبند اختلاف کرتے ہیں تکوین کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں عادۃً اسباب کے تحت نہیں ہوتیں (اگرچہ فی الواقع ان کا بھی کوئی سبب ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس کائنات میں کوئی پتہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا) اللہ تعالیٰ کے مقربین یعنی انبیاء اور اولیاء خداداد قوت سے ان پر لفظ کن سے یا اس کے بغیر تصرف کر کے ان کو وجود میں لے آتے ہیں امور تکوینیہ میں تصرف کی بہت سی صورتیں ہیں جو دلائل کے ضمن میں قارئین کرام پر ظاہر ہو جائیں گی۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بعض مبتدعین دیوبند انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام کے لیے تکوینی اختیارات نہیں مانتے۔ چنانچہ مخالف مذکور لکھتے ہیں :

اہل بدعت حضرات کا یہ فاسد خیال ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوینی اور تشریعی احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کر دیے گئے ہیں اس لیے آپ تمام جہان میں تصرف کرتے ہیں ارزاق تقسیم کرتے ہیں اور نفع وضرر دینے کے مجاز ہیں معاذ اللہ اور یہ بے بنیاد عقیدہ روح اسلام کے سراسر خلاف اور توحید پر ضرب کاری ہے[1]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

جھگڑا صرف اس بات میں ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار کل تھے یا مافوق الاسباب طریق پر آپ تکوینی امور میں تصرف کیا کرتے تھے[2]

---

[1] محمد سرفراز صفدر تنقید متین ص ۲۱۸

[2] 〃 〃 〃 راہ ہدایت ص ۱۹۹

سردست ہم تکوینی امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و اولیاء کے تصرفات کو احادیث شریفہ مستند علماء اسلام اور خود مخالفین کے مسلم اکابر کی عبارات سے بطور ثبوت پیش کر رہے ہیں ۔ فنقول و باللہ التوفیق ۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان قیل اذا اعطی الحق تعالی بعض خواصه فی هذه الدار صرف کن هل یتصرف بها ام الادب ترکه فالجواب کما قاله الشیخ فی الباب السابع و السبعین و مائة ان من ادب اهل الله تعالی اذا اعطاهم الله تعالی التصرف بلفظة کن فی هذه الدار لا یتصرفون بها لان محلها الدار الأخرة و لکنهم جعلوا مکان لفظة کن بسم الله لیکون التکوین لله تعالی ظاهرا کما هو له باطنا فان قیل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثر الخلق ادبا و قد استعملها فی بعض الغزوات فالجواب انما استعملها صلی الله علیه وسلم فی غزوة تبوك

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اس دنیا میں صرف کن عطا فرماتا ہے تو کیا وہ اس حرف کن سے تصرف کرتے ہیں یا نہیں اس کا جواب شیخ محی الدین ابن عربی نے یہ دیا ہے کہ ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں لفظ کن کے ساتھ تصرف دیا ہے تو وہ اس دنیا میں اس کے ساتھ تصرف نہ کریں ۔ کیونکہ اس کا محل دار آخرت ہے لیکن یہ خاص بندے کن کی جگہ باسم اللہ رکھتے ہیں تاکہ جس طرح تکوین باطناً اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ظاہراً بھی خاص ہو جائے اگر یہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ادب کرنے والے ہیں اس کے باوجود آپ نے بعض غزوات میں لفظ کن استعمال کیا اس کا جواب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں صحابہ کے سامنے لفظ کن کے ساتھ بیان

| | |
|---|---|
| بحضرة اصحابه بيانا للجواز ولانه كان ماذونا له فى اظهار المعجزات و هذه المسئلة من قبيلها فقال صلى الله عليه و سلم كن اباذر فكان اباذر و قال لعسيب النخل كن سيفا فكان سيفا ۔ | جواز کے لیے تصرف کیا ہے ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اظہار معجزات میں ماذون تھے اور معاملہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ذر ہو اور ابو ذر ہو گئے اور کھجور کی شاخ کو فرمایا کہ تلوار ہو اور وہ تلوار ہو گئی ۔ |

تخت بلقیس کو جو آصف بن برخیا نے ایک آن میں حضرت سلیمان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا تھا اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی شیخ اکبر کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

| | |
|---|---|
| ان آصف تصرف فى عين العرش فاعدمه فى موضعه و اوجده عند سليمان من حيث لا يشعر احد بذالك الا من عرف الخلق الجديد الحاصل فى كل ان و كان زمان وجوده عين زمان عدمه وكل منها فى ان وكان عين قول آصف عين الفعل فى الزمان فان القول من الكامل بمنزلة كن من الله تعالى ۔ ؎۲ | حضرت آصف نے بعینہ عرش میں تصرف کیا اور اس کو اس کی اپنی جگہ سے معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود کر دیا بایں طور کہ کسی شخص کو اس کا پتہ نہ چل سکا (سوا اس شخص کے جو ہر آن میں خلق جدید کو پہچانتا ہے) اور اس کے وجود کا زمانہ بعینہ اس کے عدم کا زمانہ تھا اور یہ سب کچھ ایک آن میں ہو گیا۔ اور اس وقت آصف کا کہنا بعینہ ان کا فعل تھا کیونکہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے "کن" کے منزلہ میں ہوتا ہے۔ |

---

؎۱ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۔ الیواقیت الجواہر ج ۱ ص ۱۴۷

؎۲ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ ۔ روح المعانی پ ۱۹ ص ۲۰۵

اشرف علی صاحب تھانوی حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کے ملفوظات مع اپنے حواشی کے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱۰۷) فرمایا کہ قم باذنی قرب نوافل سے مرتبہ الوہیت میں کہ عروج میں ہے پیش آتا ہے۔ جیسا کہ شمس تبریز پر گذرا اور قم باذن اللہ قرب فرائض ہے اور یہ نزول بعد العروج پیش آتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ میں تھے اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اول سے شرک وکفر کہنا اس کو بھی جہل ہے۔ (حاشیہ) قولہ قم باذنی قرب نوافل ہے۔ اقول جس کی تعبیر اصطلاحی اس عنوان سے کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فاعل ہو۔ اور عبد آلہ اور یہ اول سے اعلیٰ ہے سو قم باذنی میں ایجاد کی اسناد عبد کی طرف ہے اور باذن اللہ میں حق کی طرف تفصیل وتحقیق اس مسئلہ کی مسائل مثنوی میں مذکور ہے ۱۲۔ قولہ شرک وکفر کہنا اس کو بھی جہل ہے اقول جس کا منشاء ناواقفی فن ہے۔

تھانوی صاحب اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۱۰۶۔

ایک اہل علم کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تکوینی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اس لیے تشریع کے مکلف نہیں ہوتی اور ان کی بعض خدمتیں شرع پر منطبق نہیں ہوتیں مثلاً اگر مسلمانوں اور کفار میں مقابلہ ہو تو مسلمانوں کا غلبہ مقصود تشریعی ہے اور ایسا ہونا بعض اوقات خلاف مصلحت اور حکمت ہوتا ہے اس لیے ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا جس کو اس سے کچھ بحث نہیں اور ایسا کام سالک کب کر سکتا ہے اور اس کو کیسے جائز ہوتا اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میرا رجحان پہلے اس طرف تھا۔ مجذوبین اجتہاد نہیں کرتے محض امر صریح کے متبع ہیں اور ملائکہ کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ وہ محض نصوص کے متبع ہیں مگر

---

۱؎ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ    امداد المشتاق ص ۷۱

حدیث جبریل ؛ انہ دس الطین فی فم فرعون مخافۃ ان تدرکہ الرحمۃ سے نیز حدیث القاتل التائب من الذنب اختلف فیہ ملائکتہ الرحمۃ و العذاب ۔

سے اس طرف رجحان ہو گیا کہ ملائکہ اجتہاد بھی کرتے ہیں [illegible]

وکذا المجذوبین و زاد الرجحان بقعۃ الاشراق ان المجذوبین [illegible]

آخری عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ مجذوبین کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس حکومت کو چاہیں باقی رکھیں اور جس کو چاہیں بدل دیں ۔ سعیدی

ملفوظ نمبر ۳۶ ۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سنا ہے کہ یہ امور تکوینیہ مجذوبین کے متعلق ہوتے ہیں ۔ بدون عقل کے وہ کیسے کام کرتے ہوں گے فرمایا ان کے متعلق ہونا صحیح ہے اور گو ان میں عقل نہیں ہوتی ۔ لیکن جو کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے اس میں عقل کی ضرورت نہیں اس لیے اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں الخ[2]

ملفوظ نمبر ۲۴۲ ۔ کے ضمن میں لکھتے ہیں :

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کی کیا حقیقت ہے یہ مجذوب کیسے ہو جاتے ہیں فرمایا حقیقت اس کی یہ ہے کہ کوئی وارد ایسا قوی ہوتا ہے جس سے عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور یہ سب مجاہدہ ہی کی برکت ہے کہ یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے پہلے سے کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ کرتے کیا تھے اسی وارد سے پیالہ چھلک گیا تب سب نے دیکھ لیا یہ حقیقت ہے مجذوبیت کی اور یہی مجذوب ہیں جن کے سپرد کارخانہ تکوینیہ ہے اور نظام کے ذمہ دار ہیں[3]

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ — الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۷۹

[2] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ — " " ج ۱ ص ۴۰

[3] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ — " " ج ۱ ص ۱۹۸

ملفوظ نمبر ۵۳۲ :

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اقطاب التکوین مجاذیب زیادہ ہوتے ہیں دیوبند میں ایک ولائتی مجذوب شہاب الدین تھے میری طالب علمی کا زمانہ تھا ہم طالب علم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ دعا کرو کہ فلاں فلاں جاتے رہیں۔ حالانکہ وہ تکوینیاان کے حامی تھے۔

ملفوظ نمبر ۲۶۹ :

فرمایا کہ قطب التکوین کو اپنی قطبیت کا علم ضروری ہے۔ مگر قطب الارشاد کو ضروری نہیں ابدال وغیرہ بھی تکوینیات سے متعلق ہیں قطب الارشاد میں تعدد ضروری نہیں قطب التکوین متعدد ہوتے ہیں مگر قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک ہوتا ہے اس کا نام غوث ہے اہل کشف ان کو پہچانتے ہیں قطب التکوین دائماً اور قطب الارشاد احیاناً متعدد بھی ہوتے ہیں۔[1]

ملفوظ نمبر ۴۳۹ :

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ چشتیوں کے بادشاہ ہیں چشتیت تو ہند میں وہیں سے جاری ہوئی۔ فرمایا کہ ہندوستان میں تو سلطنت چشتیوں کی حضرت کی وجہ سے ہے ایک انگریز نے ہندوستان سے انگلستان میں جا کر کہا تھا کہ ہندوستان کے تمام سفر میں ایک بات عجائبات میں سے دیکھی کہ ایک مردہ اجمیر کی سرزمین میں پڑا ہوا تمام ہندوستان پر حکومت کر رہا ہے فرمایا کہ لوگوں کے قلوب میں حضرت خواجہ صاحب کی بڑی عظمت ہے حتیٰ کہ ہندوؤں تک کے قلوب میں عظمت ہے۔ اجمیر میں تو اکثر ہندو حضرت کے نام کی قسم کھاتے ہیں۔ سلاطین اسلام کے قلوب میں بھی عظمت کا یہی حال تھا۔ اکبر بادشاہ نے کئی بار دارالخلافہ سے اجمیر تک پیدل سفر کیا ہے۔ یہ عظمت نہ تھی اور کیا تھی۔[2]

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج ا ص ۲۱۱

[2] 〃 〃 〃 〃 ج ا ص ۳۰۹

# استعانت اور استمداد :

جب انسان کسی مشکل اور مصیبت میں گرفتار ہو تو اصل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت سے نجات کے لیے دعا مانگے اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اپنے بندوں کی کوتاہیوں کو جانتے ہوئے بھی ان سے صرف نظر فرما کر اس کی مصیبت دور کر دیتا ہے۔ قبولیت دعا کے لیے حضور سید المرسلین، دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور عباد صالحین کا وسیلہ پیش کرے تو اس سے دعا کی استجابت زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ سوائے ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کے مسلمانوں کا کوئی گروہ اس کا منکر نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین کو مصیبت کے وقت مدد کے لیے پکارنا اور انبیاء اور صالحین کا غیر عادی طور پر ان کی مدد کرنا یہ بھی شرعاً جائز اور درست ہے اور صالحین امت کا اس پر عمل رہا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین مافوق الاسباب طور پر امداد کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہاں کوئی سبب نہیں ہوتا اور مطلقاً اسباب کی نفی ہوتی ہے آخر یہ مقربین اللہ تعالیٰ کی جس خداداد قوت اور طاقت سے مدد کرتے ہیں وہ بھی تو ایک سبب ہے اس لیے ان کا مافوق الاسباب امور میں مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عام اسباب عادیہ سے ہٹ کر مدد کرتے ہیں اور اس کی وضاحت پہلے بھی کی جا چکی ہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین کا مدد کرنا صرف ان کی خداداد قوت پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ تقدیر کی موافقت کے ساتھ مشروط ہے جو اذن الٰہی کے مترادف ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے نہ چاہے انبیاء کرام اور صالحین عظام مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ تو العیاذ باللہ شرک سے بھی بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے بغیر اس کائنات میں کوئی ذرہ ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا اس لیے مقربین الٰہی کی امداد وہیں موثر ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت ہوتی ہے۔ اور

انبیاء کرام اور صالحین عظام کو جو اللہ تعالیٰ یہ طاقت عطا فرماتا ہے جس سے وہ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں یہ ان کی عزت و شان دکھلانے کے لیے ہے شفاعت و وجاہت[1] کو بھی اس لیے مقرر فرمایا ہے تاکہ انبیاء کرام کی شان اور وجاہت ظاہر ہو

---

[1] شفاعت و وجاہت کا مطلب وہ نہیں ہے جو اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ اس کو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیئے۔ سو سننا چاہیئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔ جیسے ظاہر کے بادشاہ کے یہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے۔ اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی شفاعت سے بچا لیوے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کو پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام و شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصل مشرک ہے (تقویۃ الایمان کلاں ص ۲۱) واقعی ایسی شفاعت شرک ہے۔ لیکن شفاعت وجاہت کی یہ تعریف نہیں ہے جو اسماعیل دہلوی نے اپنی غباوت سے سمجھی ہے۔ بلکہ شفاعت وجاہت کی تعریف وہ ہے جو رئیس المتکلمین حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۲۷۸ھ نے بیان کی ہے لکھتے ہیں! جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ورنہ اللہ تعالیٰ بغیر شفاعت کے بھی تمام گنہگاروں کو بخشش دینے پر قادر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت کو خود زائل کرنے پر بھی قادر ہے اور اپنے فضل سے لوگوں کی مصیبتیں دور فرماتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین

---

(بقیہ صفحہ سابقہ) اور اپنے متعلقین ہیں اسے عزت و امتیاز بخشتا ہے ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گنہ گاروں کی معافی کے لیے اسے بات کرنے کی اجازت ہے اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے یہ شفاعت وجاہت ہے اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے کسی لفظ سے ڈر اور فکر نہیں سمجھا جاتا (تحقیق الفتوی ص ۴۳) امام فضل حق خیرآبادی نے جو شفاعت وجاہت کا معنی بیان کیا ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ایک شب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی مغفرت کے خیال سے رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا اے جبرئیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں روتے ہیں پس حضور کے پاس جبرئیل علیہ السلام گئے اور دریافت کیا حضور نے انہیں (امت کی مغفرت کی فکر سے) آگاہ کیا۔ جبرئیل اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ بتلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اور مقربین کی عزت و جاہت ظاہر کرنے کے لیے انہیں یہ طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے اس لیے اس کو بتوں سے استمداد پر قیاس کرنا خالص جہالت ہے۔ کیونکہ بت ایسے وسائل ہیں جن کی قوت اور طاقت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور انبیاء کرام اور صلحاء عظام کی خداداد قوت اور طاقت پر بے شمار ادلہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر معجزہ کرامت تصرف اور تکوین کی بحث میں گزر چکا ہے۔ نیز بت مشرکین کے ایسے وسائل ہیں جو خود ساختہ ہیں اور انبیاء اور صالحین ایسے وسائل ہیں جو خدا ساختہ ہیں۔

ہم نے سطور بالا میں یہ ذکر کر دیا ہے کہ مقربین کی امداد اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے موافق اس کے اذن کے تابع اور اس کی شریعت سے ہم آہنگ ہوتی ہے اس لیے یہ لغو اور دقیانوسی سوال نہیں اٹھایا جاسکتا کہ اگر انبیاء کرام ایسی ہی قوت کے حامل ہوتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کو مسلمان کیوں نہیں کر دیا یا باوجود کفر کے اسے جنت میں کیوں نہیں پہنچا دیا۔ کیونکہ پہلی صورت تقدیر کے خلاف ہے۔ اور دوسری صورت شریعت کے خلاف۔

---

(حاشیہ صفحہ سابقہ) کے پاس جاؤ اور کہو انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳) یہ ہے مرتبہ وجاہت یا محبت اب اگر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے کسی گنہ گار مسلمان کو نہ بخشے تو العیاذ باللہ نہ اللہ تعالیٰ کو کوئی غم یا خوف ہوگا نہ کوئی فکر اور پریشانی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نہ بخشنا اس کے اپنے اس فرمان انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک کے خلاف ہوگا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے اس لیے شفاعت وجاہت یا شفاعت محبت کے ذریعہ گناہگاروں کو معاف فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کی شان وجاہت اور شان محبوبیت ظاہر فرمائے گا ورنہ وہ شفاعت کے بغیر بھی گنہ گاروں کو بخش سکتا ہے اور بخشے گا۔ سعیدی غفرلہ

انبیاء کرام اور صالحین عظام سے مدد طلب کرنے کا نظریہ کوئی عقیدہ قطعیہ نہیں ہے کہ اس کا ماننا ضروری ہو اور اس کا انکار کفر ہو۔ اور اسے ثابت کرنے کے لیے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہو متکلمین نے بیان کیا ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں عقیدہ قطعیہ اور عقیدہ ظنیہ۔

علامہ عبدالعزیز فرہاروی فرماتے ہیں:

ان العقائد قسمان فقسم لا بد فیہ من تحصیل الیقین لوجوب الواجب وحدتہ و قسم ظنی لا یمکن فیہ تحصیل الیقین کفضیلۃ الرسل علی الملک فلا باس فیہ باتباع الظن لاجماعھم علی ایراد ھذا القسم فی کتب العقائد فما یقع فی کلام بعض المتکلمین من اسقاط الادلۃ الظنیۃ۔ فلیس بموجہ [1]

عقائد کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس کے لیے یقین کا حاصل کرنا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا واجب الوجود اور واحد ہونا اور عقیدہ کی دوسری قسم ظنی ہے جس کے لیے یقین حاصل کرنا ممکن نہیں ہے جیسے رسولوں کی فضیلت فرشتوں پر اس موضوع پر دلائل ظنیہ کی اتباع میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ متکلمین کا اجماع ہے کہ وہ اس مسئلہ کو کتب عقائد میں ذکر کرتے ہیں اس لیے بعض متکلمین نے دلائل ظنیہ کے ساقط کرنے کا جو ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اس لیے انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے استمداد اور استعانت کا مسئلہ زیادہ سے زیادہ عقیدہ ظنیہ کے تحت آتا ہے۔ اس لیے اس کے اثبات کے لیے عقائد قطعیہ ڈھونڈنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں غیر اللہ سے استعانت کو ناجائز اور شرک قرار دیا ہے۔ اس لیے غیر اللہ سے استمداد کے

---

[1] علامہ عبدالعزیز فرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ   نبراس ص ۲۴

لیے دلیل قطعی سے کم کوئی چیز نہیں ہونی چاہیئے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے مطلقاً غیر اللہ سے استعانت کو منع نہیں فرمایا بلکہ "من دون اللہ" کی استمداد اور استعانت سے منع فرمایا ہے اور انبیاء اور اولیاء کرام العیاذ باللہ من دون اللہ نہیں بلکہ من اللہ ہیں دوسری واضح ترین بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے مشرکین کو بتوں سے استعانت کرنے سے منع کیا ہے اور ظاہر ہے کہ بت مشرکین کے خودساختہ وسائل تھے۔ بخلاف انبیاء کرام اور صلحاء عظام کے کہ وہ خداساختہ وسائل ہیں۔ تکلیف اور مصیبت کے وقت انبیاء کرام اور صلحاء عظام کے استعانت کے جواز کے لیے یہ کافی ہے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کے تمام مسلمان اس قسم کی استعانت کرتے رہیں اور ہر دور کے علماء اس استعانت کو اپنی تصانیف میں نقل کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام امت مسلمہ کا اس استعانت کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے۔ اور اجماع سے قوی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ اب ہم اس موضوع پر سب سے پہلے حدیث نبوی پیش کر رہے ہیں۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں (ہم نے بعض جگہ اس روایت میں ضرورت کے پیش نظر علامہ زرقانی کی شرح بھی شامل کر دی ہے۔

و فی المعجم الصغیر من حدیث میمونة انها سمعته صلی اللہ علیہ و سلم یقول فی متوضعہ لیلاً لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت یارسول اللہ سمعتک تقول فی متوضئک لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا کانک تکلم انسانا فهل کان معک احد فقال صلی اللہ علیہ وسلم هذا راجز بنی

طبرانی نے معجم صغیر میں ام المومنین حضرت میمونہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے تو آپ نے دوران وضو تین بار فرمایا لبیک اور تین بار فرمایا تمہاری مدد کی گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے آئے تو میں نے پوچھا آپ نے تین بار لبیک اور تین بار مدد کی گئی اور تین بار فرمایا جیسے کسی انسان سے

کعب يستصرخنی (يستغيث به) و يزعم ان قريشا اعانت عليهم بنی بكر ثم خرج عليه الصلوة و السلام فامر عائشة ان تجهزه و لا تعلم احدا قالت فدخل عليه ابو بكر فقال يا بنية ما هذا الجهاز فقالت و الله ما ادری فقال و الله ما هذا زمان غزو بنی الاصفر فاين يريد رسول الله صلی الله عليه و سلم قالت و الله لا علم لی قالت (ميمونة) فاقمنا ثلاثا ثم صلی الصبح فی الناس فسمعت الراجز نيشده يا رب انی ناشد محمدا حلف ابينا و ابيه الا تلدا ان قريشا اخلفوك الموعدا و نقضوا ميثاقك المؤكدا و زعموا ان لست ادعوا احدا فانصر هداك الله نصرا ابدا

گفتگو کر رہے ہوں کیا آپ کے ساتھ کوئی شخص تھا آپ نے فرمایا یہ بنو کعب کا ایک شخص تھا جو رزمیہ شعر پڑھ کر مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ کو سفر کی تیاری کا حکم دیا اور فرمایا اس بات کی کسی کو خبر نہ دینا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت ابو بکرؓ آئے اور فرمایا اے بیٹی یہ کیسی تیاری ہے حضرت عائشہؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے کوئی علم نہیں حضرت ابو بکرؓ نے کہا قسم بخدا یہ زمانہ رومیوں سے جنگ کا نہیں ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے کوئی علم نہیں حضرت میمونہ کہتی ہیں ہم تین دن مدینہ ٹھہرے پھر تیسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی جماعت کرائی تو میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو یہ رزمیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ اے رب میں محمد کو اپنے اور ان کے آباء کی مدد کے لیے بلا رہا

و ادع عباد الله یاتوا
المددا فیهم رسول الله
قد تجردا - ان سیم
خسفا وجهه تربدا
قال فی القاموس
و تربد یعنی بامر تغیرا
انتهی و زاد ابن
اسحٰق هم بیتونا
بالوتیر هجرا و قتلنا
رکعا و سجدا و زعموا
ان لست ادعو احدا
و هم اذل و اقل
عددا فقال له رسول
الله صلی الله تعالیٰ
علیه و سلم نصرت
یا عمرو بن سالم
فکان ذالک ما هاج
فتح مکة و قد
ذکر البزار من
حدیث ابی هریرة
( باسناد حسن
موصول )

ہوں وہ حملہ کیوں نہیں کرتے - بے شک
قریش نے (ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ
سے وعدہ خلافی کی ہے اور انہوں نے
مضبوط معاہدہ کو توڑ پھینکا ہے - اور
وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد
کے لیے کسی کو نہیں بلائیں گے - اللہ
تعالیٰ آپ کو ہدایت پہ قائم رکھے -
آپ ہماری ہمیشہ مدد کریں و دیگر اللہ کے
بندوں کو بلائیں اور رسول اللہ بھی ساتھ
ہوں اور جب حضور ان معاہدہ شکن
لوگوں سے جنگ کریں گے تو آپ
غضبناک ہوں گے اور آپ کا مبارک
چہرہ متغیر ہو جائے گا - اور ابن اسحاق
نے ان اشعار کا بھی اضافہ کیا ہے " ان
معاہدہ شکن لوگوں نے ہم پر شب خون مارا
جبکہ بعض ہم میں سے سوئے ہوئے تھے
اور بعض رکوع اور سجود کی حالت میں
تھے اور ان سب کو قتل کر دیا اور انہوں
نے گمان یہ کیا کہ میں مدد کے لیے کسی کو
نہیں بلاؤں گا - حالانکہ وہ ذلیل اور کم
تعداد میں ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اے عمر بن سالم تمہاری مدد
کی جائے گی - یہ واقعہ فتح مکہ کا سبب

بنا۔ محدث۔ بزار نے بھی اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ کی روایت یہ اشعار بیان کیے ہیں اور اس حدیث کی سند حسن اور متصل ہے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کعب کے جس شخص کی فریاد سنی وہ شخص اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خداداد قوت سے دور سے بطور امور غیر عادیہ کے اس کی فریاد سنی اور اس کی مدد فرمائی۔

چنانچہ اس کی شرح میں علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں:

ففی اخباره به قبل قدومه علم من اعلام النبوة باهر فاما انه اعلم بذالک الوحی و علم ما یصوره الراجز فی نفسه او یکلمه به اصحابه فاجابه بذالک او انه کان یرتجز فی سفره واسمعه الله کلامه قبل قدومه بثلاث ولا بعد فی ذالک فقد روی ابو نعیم مرفوعاً انی لا سمع اطیط السماء وما تلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت میمونہؓ کو اس فریادی کے آنے سے پہلے اس کی فریاد کی خبر دی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم نبوت میں سے بالکل ظاہر ہے۔ یا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور کو مطلع کیا اور آپ نے جان لیا کہ وہ فریادی اپنے آپ سے یا اپنے احباب سے کیا کہہ رہا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریادی کی پکار کا جواب دیا یا وہ شخص دوران سفر اشعار میں فریاد کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے آنے سے تین دن پہلے اس کا کلام سنا دیا اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ کیونکہ ابونعیم نے مرفوعاً یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

[1] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ۔ مواہب اللدنیہ مع زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰ تا ۲۹۲۔

ان تنط الحدیث[1] وسلم نے فرمایا میں آسمان کی آواز سنتا ہوں اور اس کی آواز پر ملامت نہیں ہونی چاہیئے۔

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ صحابی رسول نے تین دن کی مسافت سے مصیبت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے لیے فریاد کی آپ نے دور سے اس کی فریاد سنی اور مدد کرنے کی نوید سنائی اور پھر فتح مکہ کے ذریعہ اس شخص اور اس کے قبیلہ کی مدد ہوگی اور یہی کچھ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت انبیاء علیہم السلام سے مدد طلب کرنا اور ان کو پکارنا جائز ہے۔ اور اگر قضاء الہٰی کے موافق ہو تو وہ مدد بھی فرماتے ہیں۔

## فائدہ :

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آجائے اور جو چاہے وہ قریش کی امان میں آجائے بنو بکر قریش کی حفاظت میں آگئے اور بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آگئے (اور ان میں سے بکثرت لوگ مسلمان ہو گئے جیسا کہ عمرو بن سالم کے اشعار سے ظاہر ہے کہ انہیں رکوع اور سجود کی حالت میں قتل کیا گیا) بنو خزاعہ اس سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے لازم تھا کہ اگر یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑیں تو قریش ان کے درمیان مداخلت نہیں کریں گے۔ اس حادثہ کا سبب یہ ہوا کہ بنو بکر کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہے یہ اشعار بنو خزاعہ کے ایک غلام نے سن لیے اور اس نے اس شخص کا سر پھاڑ ڈالا۔ اس وجہ سے دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی۔ بنو بکر

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی متوفی ۱۱۲۲ھ زرقانی شرح مواہب ج ۲ ص ۲۹۰، ۲۹۱

نے قریش سے مدد طلب کی اور قریش نے یہ سوچ کر کہ اتنی دور سے رات کے وقت کے واقعہ کا حضور کو کیا علم ہوگا رات کے وقت شب خون مارا اور بیس یا تیس مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ اس موقعہ پر عمرو بن سالم رات کو گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں رزمیہ اشعار پڑھ رہے تھے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کر رہے تھے۔ حضور نے ان اشعار کو اپنے گھر میں سنا اور وہیں سے جواب دیا نصرت" تمہاری مدد کی گئی" پھر تین دن کے بعد وہ مدینہ پہنچے اور وہاں جا کر تفصیل سے واقعات بتلائے اور یہ واقعہ فتح مکہ کا سبب بنا۔
(ماخوذ از انسان العیون ج ۳ ص ۳/۸)

طرانی کی جس روایت میں عمر بن سالم کے حضور سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اس کو متعدد اجلہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

و اخرجه الطبرانی من حدیث میمونه بنت الحارث مطولا و فیه ایضا انها سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم یقول تیلا و هو فی متوضئه نصرت نصرت فسألته فقال هذا لاجز بنی کعب یستصرخنی وزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بکر[1]

طرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوران وضو فرما رہے تھے کہ تمہاری مدد کی گئی تمہاری مدد کی گئی حضرت میمونہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ بنی کعب کا ایک فریادی تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔

اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ مصیبت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ    فتح الباری ج ۹ ص ۶۱

وسلم کو دور سے پکارنا اور آپ سے مدد طلب کرنا صحابہ کا طریقہ تھا اور اس پکار پر لبیک کرنا اور مدد فرمانا یہ حضور کا طریقہ تھا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی ایک اور مقام پر پوری سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

عن ابن صاعد حدثنا یحیی ابن سلیمان بن نضلة حدثنی عمی محمد عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده میمونة بنت الحارث ان النبی صلی الله علیه وسلم قام عندها فی لیلتها ثم قام فتوضأ للصلوٰة سمعته یقول لبیك لبیك ثلاثا فقلت یا رسول الله سمعتك تکلم انسانا قال هذا راجز بنی کعب یستصرخنی و یزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بکر [1]

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں قیام فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے تین بار لبیک فرمایا پھر تین بار "تمہاری مدد کی گئی" فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے تھے آپ نے فرمایا یہ بنی کعب کا فریادرس تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

عمرو بن سالم بن کلثوم الخزاعی حجازی حیث خرج مستنصرا من مکة الی المدینة [2]

عمرو بن سالم بن کلثوم خزاعی حجازی ہیں انہوں نے مدد طلب کرتے ہوئے مکہ سے مدینہ کا سفر کیا۔

علامہ حلبی نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص ۵۳۶

[2] حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ — الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۵۴۰

وعن ميمونة رضي الله عنها
ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم بات عندها ليلة
قالت فسمعته يقول لبيك
لبيك لبيك ثلاثا نصرت
نصرت نصرت ثلاثا فلما
خرج قلت يا رسول الله
سمعتك تقول لبيك لبيك
لبيك ثلاثا نصرت نصرت
نصرت ثلاثا كانك تكلم
انسانا فهل كان معك احد
قال هكذا اراجز بني كعب يعني خزاعه
يزعم ان قريشا اعانت عليهم بكر بن
وائل اى بطنا منه وهم بنو نفاثة [1]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب
ان کے پاس تھے حضرت میمونہ نے سنا
کہ حضور نے تین بار لبیک اور تین بار تم مدد
کیے گئے ہو۔ فرمایا جب حضور تشریف
لائے تو میں نے عرض کیا حضور میں نے
آپ سے تین بار لبیک اور تین بار تم
مدد کیے گئے ہو سنا کیا آپ کسی انسان
سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ کے
ساتھ کوئی تھا۔ آپ نے فرمایا یہ بنو کعب
(یعنی خزاعہ) کا ایک فریادی تھا۔ جو یہ کہہ
رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر
(یعنی ان کے ایک ٹولہ بنو نفاثہ) کی مدد
کی ہے۔

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

طبرانی در معجم صغیر از حدیث میمونہ
مے آرد کہ گفت شنیدم شبے آں
حضرت را کہ مے فرمود در متوضا
لبیک لبیک سہ بار مے فرمود نصرت
نصرت سہ بار چوں بر آمد گفتم یا
رسول اللہ شنیدم کہ تکلم مے کنی

طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت میمونہ سے
حدیث روایت کی۔ ہے فرماتی ہیں کہ ایک
شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران وضو
تین بار لبیک لبیک فرمایا اور تین بار
فرمایا تیری مدد کی گئی جب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم وضو سے فارغ ہو کر تشریف

---

[1] علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ — انسان العیون ج ۳ ص ۵۔

آیا بود با تو کسیکہ تکلم مے کردی یا وے گفت این راجز بنی کعب بود از خزاعہ کہ از من طلب نصرت مے نماید وے گوید کہ قریش اعانت بنی بکر کردند تا بر سر ما شبخون آوردند[1]

لائے تو میں نے عرض کیا حضور آپ کس سے گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ کے پاس کون تھا۔ آپ نے فرمایا قبیلہ خزاعہ سے بنی کعب کا ایک فریادی مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ قریش نے ہمارے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے اور رات کو شبخون مارا ہے۔

اور شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

وفی معجم الطبرانی الصغیر عن میمونۃ انہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی متوضئہ لیلاً لبیک لبیک (ثلاثا) نصرت نصرت (ثلاثا) کانک تکلم انسانا فھل کان معک احد فقال ھذا راجز بنی کعب یستصرخنی ویزعم ان قریشا اعانت علیھم بنی بکر[2]

طبرانی نے اپنی معجم صغیر میں حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شب سنا آپ نے تین بار لبیک اور تین بار "تیری مدد کی گئی" فرمایا انہوں نے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی انسان تھا۔ آپ نے فرمایا یہ بنی کعب کا فریادی تھا جو مجھ سے مدد طلب کرتا تھا اور کہتا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنی بکر کی مدد کی ہے۔

قاضی عیاض مالکی بیان کرتے ہیں:

وروی ان عبد اللہ بن عمر

مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ — مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۸۲

[2] شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۴۲ھ — مختصر سیرۃ الرسول ص ۳۲۳

خدرت رجله فقيل له اذكر احب الناس اليك يزل عنك فصاح يا محمداه فانشرت۔ ¹

پاؤں سُن ہو گیا۔ ان سے کہا گیا جو شخص آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کیجئے آپ سے یہ تکلیف زائل ہو جائے گی حضرت عبداللہ بن عمر نے زور سے پکارا یا محمداہ تو آپ کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

ملا علی قاری رحمہ الباری فصاح کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای فنادی با علی صوته۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر نے بلند آواز سے پکارا۔

اور یا محمداہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وکانه رضی الله تعالیٰ عنه قصد به اظهار المحبة فی ضمن الاستغاثة۔ ²

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نے اظہار محبت کے ضمن میں فریاد کی اور مدد طلب کی۔

اور علامہ خفاجی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهذا مما تعاهده اهل المدينة ³

اہل مدینہ کے نزدیک یہ عمل معروف ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد ص ۱۴۲ مطبوعہ مصر میں روایت کیا ہے۔ شوکانی نے تحفۃ الذاکرین ص ۲۳۹ میں۔ امام نووی نے کتاب الاذکار ص ۱۳۵ میں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد حوالجات ہیں۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس

---

¹ قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ — الشفاء ج ۲ ص ۱۸

² ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۵

³ شہاب الدین خفاجی متوفی — نسیم الریاض ص ۳۵۵

سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکلیف اور مصیبت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ کو پکارنا اور آپ سے غائبانہ مدد چاہنا حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس کی سنت ہے۔ اور یہ کہ ان کے پکارنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا پیر ٹھیک ہو گیا اور تکلیف زائل ہو گئی۔

## مخلوق سے استعانت کی قسمیں:

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی یا میت ہو۔ اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل۔ پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیۃ یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔

پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لیے محض ان حضرات کے تصور اور تذکر سے قسم رابع ہے [1]

تھانوی صاحب نے جو قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ مستقل یعنی ذاتی علم و قدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے۔ اس صورت کو

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ بوادر نوادر ص ۱۵۹/۱۶۰

انہوں نے شرک قرار دیا ہے اور ہم بھی اسے شرک ہی سمجھتے ہیں؛

دوسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم و قدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے اور وہ علم و قدرت کسی صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو تو یہ صورت بھی کفر و شرک نہیں بلکہ صرف معصیت ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم و قدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے خواہ وہ مخلوق زندہ ہو یا فوت شدہ اور وہ علم و قدرت دلیل صحیح سے ثابت ہو تو یہ صورت قطعاً جائز و درست ہے۔

اسی تیسری قسم میں ہماری گفتگو ہے خیال رہے کہ تھانوی صاحب نے جواز اور عدم جواز کا مدار استقلال اور عدم استقلال پر رکھا ہے جیسا کہ ہم نے توضیح البیان میں بیان کیا ہے) نہ امور ما فوق الاسباب یا ما تحت الاسباب یا امور عادیہ یا امور غیر عادیہ پر جیسا کہ بعض مخالفین نے تنقید متین اور اتمام البرہان میں بیان کیا ہے۔

اسی قسم ثالث کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثالث ہے۔

قسم ثالث ہے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی قوت کشف کے ذریعہ روحوں کو دیکھتے سنتے ہیں وہ اگر اولیاء کرام کی ارواح طیبات سے مدد طلب کریں تو یہ صورت قطعاً جائز اور درست ہے۔

واضح رہے کہ اس صورت کو قسم ثالث میں داخل کر کے تھانوی صاحب نے تین باتوں کا کھلا ہوا اعتراف کر لیا ہے

**اوّل**:- انبیاء عظام اور اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ سے (زندگی میں غائبانہ ہو یا بعد از وفات) مدد طلب کرنا قطعاً جائز اور درست ہے۔

**ثانیہ**:- انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے عطائی علم اور قدرت اور اختیار کو انہوں نے دلیل صحیح سے ثابت مان لیا ہے کیونکہ قسم ثالث کو انہوں نے

اس قسم کے ساتھ مشروط کیا ہے:

**ثالث:** کشف کی قوتوں کے ذریعہ ارواح کو دیکھنا سننا دلیل سے ثابت ہے۔

اس تفصیل کے بعد اس موضوع پر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

و قد یکون خاطر الشیخ فهو امداد همة الشیخ یصل الی قلب المرید الطالب مشتملا علی کشف معضل و حل مشکل حصل للمرید فی الواقعات و الداردات الربانیة و هذا الخاطر انما یرد علی قلب المرید عند استکشافه ذالك باستمداده من ضمیر الشیخ فینکشف و یتبین الحال سواء کان الشیخ حاضرا او غائبا حیا او میتا یدل علیه ما قال شیخ العارف بالله علی بن حسام الدین المتقی اسکنه الله بحبوحة جنة و نعمة بلطفه و رحمته

مرید کے دل میں کبھی ایسی بات آتی ہے جو شیخ کی توجہ کی مدد سے مرید کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ مشکلات جو مرید کے وظائف اور معمولات میں پیدا ہوتی ہیں وہ حل ہو جاتی ہیں۔ اور مرید کے دل میں یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنی مشکلات میں اپنے شیخ سے اس کے حل کے لیے مدد طلب کرتا ہے۔ پھر اس کی مشکل حل ہو جاتی ہے عام ازیں کہ شیخ حاضر ہو یا غائب، زندہ ہو یا فوت شدہ۔ اس پر دلیل یہ کہ شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی (اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ جنت عطا فرمائے اور ان پر اپنے لطف اور رحمت کی بارش کرے) نے فرمایا اے عبد الوہاب جب تم کو اپنے وظائف

يا عبد الوهاب اذا اشكل عليك شيء من الواقعات و الواردات فاعرضها على بقلبك و استكشف ذالك باستمدادك مني ولد بعد موتي فجربت ذالك فوجدته كما قال و هذا الخاطر ايضا في الحقيقة داخل تحت خاطر الحق سبحانه لان قلب الشيخ بمثابة باب مفتوح الى عالم الغيب و هو واسطة بين المريد و بين الحق سبحانه فيصل امداد فيضه على قلب المريد بواسطة انتهى كلامه قدس سره[1]

اور معمولات میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس مشکل کو اپنے قلب کے ساتھ مجھ پر پیش کرنا اور اس کے حل کے لیے مجھ سے مدد طلب کرنا۔ خواہ میری موت کے بعد ہی ہو شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا اور اس کو درست پایا اور دل میں یہ بات بھی دراصل اللہ تعالیٰ کے التفات سے آتی ہے۔ کیونکہ شیخ کا قلب ایک کھلے ہوئے دروازہ کے منزلہ میں ہے کیونکہ وہ مرید اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے۔ پس مرید کے قلب تک شیخ کی وساطت سے فیض پہنچتا ہے۔

## استمداد پر شواہد:

اشرف علی تھانوی۔ ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ فقیہ عالم صالح صاحب کرامات و مکاشفات تھے ان کے کشف و کرامت میں یہ بھی ہے کہ ایک ذی اقتدار شخص ان کا مرید تھا اس کی بیوی مر گئی وہ اس سے بہت محبت کیا کرتا تھا۔ اس لیے بہت سخت رنج ہوا۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لمعات ج ۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱

فقیہ محمد بن موسیٰ کے پاس پہنچا اور اپنی حالت کی شکایت پیش کی اور عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہے کہ اسے دیکھ لوں اور جان لوں کہ اس پہ کیا گزری ہے فقیہ نے عذر کیا مگر اس نے نہ مانا اور عرض کیا کہ جب تک میری حاجت پوری نہ ہو گی۔ میں نہیں جاؤں گا۔ فقیہ کے یہاں اس کی قدر و منزلت بہت تھی۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی پھر اس کو ایک دن بلایا اور فرمایا اس حجرہ میں اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ یہ اندر گیا تو اس کو اچھی حالت اور اچھے لباس میں پا یا۔ حال پوچھا تو اس نے کہا یہی بہتر حالت ہے اس کو بہت مسرت ہوئی اور خوش خوش ہشاش بشاش حضرت فقیہ کے پاس باہر آگیا۔[1]

اس واقعہ سے تھانوی صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو یہ مقام عطا فرمایا۔ ہے کہ وہ چاہیں تو اپنے متوسلین کو قبر اور برزخ کے احوال بھی دکھا سکتے ہیں۔

نیز اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے تصریح کی۔ ہے کہ اولیاء اللہ کو قبر اور برزخ کے احوال کا علم ہوتا ہے اور وہ جب چاہیں برزخ کے لوگوں کو اس دنیا میں وارد کر سکتے ہیں لوگوں کی ملاقات کرا سکتے ہیں ان کی حاجت روائی کرتے ہیں اور مشکلات میں مسلمان اولیاء اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہی کچھ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

محمد بن علوی بن احمد کے بارے میں لکھتے ہیں،

آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق و دق جنگل میں جا پہنچا اور جب اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا گیا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کہہ رہا ہے یہ رہا راستہ تو یہ راستہ پر پہنچ گیا۔[2]

دیکھ لیجئے تھانوی صاحب لکھ رہے ہیں کہ ہلاکت کا یقین ہونے کے باوجود

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال الاولیاء ص ۱۳۴، ۱۳۵

[2] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال الاولیاء ص ۱۴۰

اس شخص نے خدا کی طرف نہیں بلکہ اپنے پیر کی طرف رجوع کیا۔ اگر ہم یہی بات کہہ دیں تو مخالفین شرک سے کم نہیں کہتے۔

اس واقعہ کو بیان کر کے تھانوی صاحب اللہ تعالیٰ کی قدر کم نہیں کر رہے بلکہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کتنے عظیم مقام سے نوازا ہے۔

محمد بن حسن المعلم باعلوی کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

صاحب کرامت اکابر اولیاء میں سے ہیں شہر تریم علاقہ حضر موت میں ۵۸۱ھ میں تولد ہوئے ہیں آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ مستجاب الدعا تھے آپ نے اپنے متوسلین کی ایک جماعت کے واسطے دینی اور دنیوی امور کی دعا فرمائی جن کو ان لوگوں نے حاصل کر لیا۔ سید عبد اللہ بن علوی بن محمد جو قبیلہ دویلہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ عبادات اور ریاضات میں بہت مجاہدے کیا کرتے اور فتوحات غیبیہ کا انتظار رکھتے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ اخیر عمر میں حق تعالیٰ تم کو فتوحات غیبیہ سے نوازیں گے پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا بیان کیا گیا ہے کہ ایک چور نے آپ کے کھجور کے درختوں پر سے کچھ پھل چوری کر لیا تھا۔ تو اس کے بدن میں زخم ہو گئے اور اس قدر تکلیف کی نیند حرام کر دی صبح ہوئی وہ حضرت شیخ کی خدمت میں معذرت کے لیے حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ فلاں صاحب کی قبر پہ جاؤ اور اس قبر کی مٹی اپنے زخم پر لگا لو اس نے ایسا کیا اور اچھا ہو گیا۔[۱]

اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے حضرت محمد بن حسن کا یہ مقام بتایا ہے کہ لوگ حاجت روائی اور دفع ضرر کے لیے حضرت کے پاس جاتے تھے۔ چنانچہ جب چور کے بدن میں زخم ہوا تو وہ شخص نہ کسی طبیب کے پاس گیا نہ خدا سے دعا مانگی سیدھا شیخ کے پاس دفع ضرر کے لیے پہنچا اور حضرت نے غیر عادی طریقہ سے اس کو شفا دے دی جو لوگ غیر عادی امور میں غیر اللہ کی طرف رجوع کرنے کو شرک کہتے ہیں۔ ان کے لیے

---

[۱] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال الاولیاء ص ۱۵۷۔

حضرت شاہ ولی اللہ نباضِ ملت کی حیثیت سے معاشرے کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر اصلاح احوال کی کوششوں میں مصروف ہو گئے آپ نے فروعات میں الجھنے والے علماء عیش کوشیوں میں غرق امراء اور غافل عوام کو نئے سرے سے قرآن و حدیث کی دعوت دی ہے تقلید و عدم تقلید کی بحثوں کی وضاحت فرمائی فقہ و عقائد میں تشدد و تصلب کے برعکس اسلام کی وسعت و ہمہ گیری کو اذہان میں اجاگر کیا اور ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی موثر تصانیف کے ذریعے اسلامی فکر کی وضاحت کی۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ و کلام، عقائد، تصوف، سیر و سوانح ان تمام موضوعات پر ایک منفرد انداز سے لکھا جسے بجا طور پر ایک حکیمانہ طرز استدلال کہا جا سکتا ہے۔[1]

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے انفاس العارفین کے اخیر میں جو اپنے خود نوشت حالات لکھے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ انفاس العارفین شاہ ولی اللہ صاحب کے آخری دس سالہ دور کی تصنیف ہے اس کتاب کے بارے میں مولوی رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

اس کتاب کے چار حصے ہیں، پہلا حصہ میں جناب شاہ صاحب نے اپنے والد شیخ عبدالرحیم صاحب کے علمی حالات، باطنی تصرفات و کرامات ملفوظات و مکتوبات غرضیکہ ابتداء زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق رجال سرسری ذکر کیے ہیں ۔۔۔۔۔ اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ممبر ظاہری علوم اور باطنی کمالات میں لاثانی اور بے نظیر تھا۔[2]

اولیاء اللہ سے حاجت روائی کے بارے میں اب ہم شاہ ولی اللہ کی اس مستند کتاب سے حوالے پیش کر رہے ہیں اور یہ حوالہ جات ان تمام لوگوں پر حجت ہیں جو

---

[1] مناظر احسن گیلانی — تذکرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۸۷

[2] رحیم بخش دہلوی — حیات ولی ص ۴۰۱

شاہ صاحب کو حجت مانتے ہیں ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں تفہیمات الٰہیہ کی نسبت شاہ صاحب کی طرف مشتبہ ہے۔ اگر تفہیمات کے مندرجات سے متعارض ہوں یا تو اُن کی تاویل کی جائے گی یا ان کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ انفاس العارفین شاہ صاحب کی آخری اور مستند کتاب ہے۔

## شاہ عبدالرحیم سے استمداد:

می فرمودند امیرے صاحب شوکت ہمسایہ محمد فاضل بود عمارت حویلی خواست اتفاقاً در حویلی او موضعی کجی می افتاد از محمد فاضل قدرے زمین باضعاف مضاعفہ ثمن مثل طلب کرد۔ قبول نہ نمود سرانجام میان ایشاں خشونت و وحشت واقع شد امیر گفت علی الصباح پیش بادشاہ میروم و التماس می کنم کہ ایں زمین بادشاہی است مملوک محمد فاضل نیست و ایں بقعہ را می گیرم نمی گذارم اگرچہ الوف خرچ شوند محمد فاضل نیست و ایں بقعہ را می گیرم نمی گذارم اگرچہ الوف خرچ شوند محمد فاضل شب ہنگام پیش آمد و الحاح از حد گذرانید گفتم ہرگز با بادشاہ ملاقات نخواہد کرد و ہرگز ایں مناقشہ نتواں بود علی الصباح تقیہ دیوان بادشاہ از خانہ بر آمد در [illegible]ہ سواراں بادشاہ برخوردن رکہ خر[illegible] آنست کہ

فرمایا کہ ایک با اقتدار امیر نے محمد فاضل کی ہمسائیگی میں حویلی کے لیے قطعہ لیا۔ قطعہ کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ حویلی میں ٹیڑھ آتی تھی۔ اس نے محمد فاضل سے دگنی تگنی قیمت پر قدرے زمین مانگی مگر وہ نہ مانا۔ بالآخر ان کے درمیان رنجش اور جھگڑا ہو گیا۔ اس امیر نے کہا میں صبح جا کر بادشاہ سے کہوں گا۔ کہ یہ زمین محمد فاضل کی ملکیت نہیں بلکہ سرکاری ہے۔ زمین کا یہ ٹکڑا چھوڑوں گا کسی بھی صورت نہیں بلکہ لے لوں گا۔ چاہے ہزاروں روپے خرچ ہو جائیں محمد فاضل رات کو میرے پاس آکر حد سے زیادہ گڑگڑایا میں نے اس سے کہا کہ وہ بادشاہ سے ہرگز نہیں مل سکے گا۔ اور کسی بھی صورت یہ جھگڑا پیدا نہیں ہو گا۔ چنانچہ صبح سویرے جب وہ امیر گھر سے نکل کر دربار شاہی میں جانے لگا تو راستے

ہمیں ساعت کوچ کنی گفت مے خواہم کہ بالمشافہ رخصت شوم وبعض مطالب ضروریہ عرض کنم گفتند نہ ہمیں ساعت باید کہ کوچ کنی بجبر وکرہ ہماں وقت اورا از شہر برآوردند ہماں جہت جاں بہ جاں دہ سپرد فرصت مناقشہ نیافت [1]

میں اسے شاہی سواروں نے آلیا اور کہا کہ بادشاہ نے تمہارے لیے حکم دیا ہے کہ ابھی ابھی فلاں مہم کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ امیر نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ بادشاہ سے روبرو مل کر کچھ ضروری باتیں عرض کردوں۔ کارندوں نے اس کی یہ بات نہ مانی اور فوراً ہی کوچ کرنے پر مجبور کر کے اسے زبردستی اسی وقت شہر سے باہر نکال دیا اور وہ امیر اسی مہم میں مر گیا۔ چنانچہ اسے محمد فاضل سے جھگڑا کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جو اس واقعہ میں شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کی عظمت بیان کی ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ شاہ عبدالرحیم کی شخصیت غیر معمولی مصیبتوں میں امداد کرنے کے لیے مشہور تھی۔ اس لیئے آپ کو جاننے والا ہر شخص اپنی بگڑی بنانے کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتا تھا۔

۲۔ محمد فاضل خدا پرست تھا شاہ صاحب کا مرید تھا اس نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ضرور مانگی ہوگی لیکن اس کے باوجود وہ اپنی حاجت روائی کے لیے شاہ عبدالرحیم کے پاس جا کر گڑگڑایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد فاضل کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر معمولی مشکل اور مصیبت میں ولیوں کے دروازے پر دہائی دینا اسلام کے خلاف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت افزائی کے لیے انہیں جلب منفعت اور دفع ضرر کے اختیارات دیے ہیں۔

---

[1] شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۵۶، ۵۷

۳۔ اگر محمد فاضل کا یہ عمل اسلام کے خلاف ہوتا تو شاہ عبدالرحیم اس کو ڈانٹ دیتے اور صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی ہدایت دیتے۔

۴۔ شاہ صاحب کا میر کے بارے میں کہنا کہ وہ بادشاہ سے ہرگز نہیں مل سکے گا شاہ صاحب کی غیب دانی پر ولالیت کرتا ہے یا ان کے تصرف پر ہر صورت میں اولیاء اللہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

۵۔ امیر کا انتہائی کوشش کے باوجود بادشاہ سے نہ مل سکنا اور جنگ میں مارا جانا امور غیر عادیہ میں شاہ صاحب کے تصرف کی واضح دلیل ہے۔

نیز شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں،

مے فرمودند در اوائل ہر کسے را کہ بنظر قبول مے دیدم مشغوف مے شد ازیں جہت بر کسے التفات نمے کردم و تنہا بر بالاخانہ محمد فاضل بودم و وقت آمد و رفت چادر چادر بر روئے خود مے پیچیدم اتفاقاً روزے ہدایت اللہ بیگ بخانہ محمد فاضل بتقریب قرابتے کرد کہ در میاں ایشاں بود بیامد و مرا باد مواجہ واقع شد مشغوف گردید و خواہان بیعت گشت شنیدہ بودم کہ وے را باعزیزے متوکل نقشبندی رابطے ہواساتے ہست گفتم سخن یکے است و فقرا دبشا بہ یک تن مے باشند حق آں عزیز مقدم الست باوے بیعت کن مکرر

فرمایا کہ شروع شروع میں جس پر بھی میں محبت کی نگاہ ڈالتا وہ میرا دیوانہ ہو جاتا اس وجہ سے میں کسی پر بھی نگاہِ التفات نہیں ڈالتا تھا اور اکیلا محمد فاضل کے بالاخانے پر رہتا تھا۔ ادھر اُدھر جاتے وقت اپنے چہرے پر چادر ڈال لیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن ہدایت اللہ بیگ رشتہ داری کی تقریب میں محمد فاضل کے گھر آیا۔ جب اس سے میرا سامنا ہوا تو وہ میرا دیوانہ ہو گیا اور وہ مجھ سے بیعت کی خواہش کی۔ میں نے سن رکھا تھا کہ اسے بزرگ متوکل نقشبندی سے ربط و تعلق ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ بات ایک ہی ہے۔ فقراء ایک تن کی مثال ہیں۔ اس بزرگ کا حق مقدم ہے اس لیے انہی سے

مبالغہ می کرد و شغف او از حد گذشت آخر بیعت
او قبول کردم و گفتم مواساۃ آں عزیز فرو نگذارم
بعد ازاں بہ آں عزیز خبر رسید بر آشفت و
بدست ہدایت اللہ بیگ بمن گفتہ
فرستاد کہ ہنوز جوانید شمارا طلب
طریق باید کرد نہ ارشاد گفتم ایں فضل
و موہبت حق است موقوف
بر کبر سن نیست باز گفتہ فرستاد
کہ من انتقام ایں تعدی از شما میگیرم
باخبر باشید گفتم لا یحیق المکر السیئی الا
باہلہ خواہید ہر چہ خواہید اندیشہ بر
شما خواہد افتاد بہ ایذار من ہمت
بست من نیز مدافعہ کردم کار بر آنجا
رسید کہ بہ آں عزیز ظاہر شد
کہ بہ سینہ وے خنجر زدہ است
و مدت حاضر شد در نیم شب
ہدایت اللہ بیگ را طلبید و
استغفار کرد و نیاز مندی نمود
و گفت بہ یقین دانستم کہ
جان من نمے آید اما باید کے
قصد ایمان نکند گفتہ اگر شما ابتداء
بایذار نمے کردند کار بایں جانمے
رسید الحمد للہ کہ بایمان شما

بیعت کیجیے۔ اس نے دوبارہ اصرار کیا، اور
اس کی محبت حد سے بڑھ گئی بالآخر میں نے
اسے بیعت میں قبول کیا اور کہا کہ ان بزرگ
سے بھی تعلق نہ توڑ دیے گا۔ کچھ دنوں اس
بزرگ کو خبر پہنچی تو غصہ ہوئے اور ہدایت اللہ
بیگ کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ابھی جوان ہو
تمہیں حصول طریقت کی کوشش کرنی چاہیئے
نہ کہ بیعت وارشاد۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ
کا فضل و کرم ہے اس کا انحصار بڑی عمر پر
نہیں ہوتا۔ پھر کہلا بھیجا کہ میں تم سے اس
زیادتی کا بدلہ لوں گا میں نے کہا لا یحیق
المکر السیئی الا باہلہ (یعنی چاہ کن را چاہ در پیش)
جو کچھ چاہو کر کے دیکھ لو اس کی افتاد تم
پر ہی پڑے گی۔ اس نے مجھے تکلیف
پہنچانے کے لیے اپنا عمل شروع کر دیا۔
میں نے اپنی مدافعت کی نوبت یہاں تک
پہنچی کہ اس بزرگ نے اپنی آنکھوں سے
دیکھا کہ اس کے سینے میں خنجر چبھو دیا گیا
ہے اور موت سر پہ آپہنچی ہے۔ آدھی
رات کے وقت ہدایت اللہ بیگ کو
بلوایا۔ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی
مانگی اور میرے حق میں نیاز مندی کا اظہار
کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ میری

| | |
| --- | --- |
| ضررے راجع نیست ہماں شب بعالم قرار رسید رحمۃ اللہ علیہ[۱] | جان نہیں بچے گی مگر انہیں چاہیئے کہ میرا ایمان چھیننے کا قصد نہ کریں۔ میں نے کہلا بھیجا کہ اگر ایذا رسانی کا آغاز نہ کرتے۔ تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ بحمد اللہ تمہارے ایمان کو ضرر نہیں پہنچے گا۔ وہ بے چارے اس رات عالم قرار کو سدھار گئے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ |

اس طویل واقعہ سے جو باتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ قوت عطا کی تھی کہ غیر عادی طریقہ پر اپنے مخالف کو موت کے گھاٹ اتار سکیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ قوت عطا کی تھی وہ غیر عادی طور اپنے مخالف کی ایذا رسانی کو دیکھ سکیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ تصرف عطا کیا تھا کہ وہ اپنے مخالف کا ایمان سلب کر دیں۔

۴۔ اس بزرگ نقش بندی کو جب موت سر پر نظر آئی اور اس کے ساتھ ایمان بھی جاتا دکھائی دیا تو اس نے غیر عادی طریقہ پر شاہ عبدالرحیم سے ایمان قائم رہنے دینے کے لیے استمداد کی۔

۵۔ شاہ عبدالرحیم نے اس کی غیر عادی طریقہ پر امداد کی اور اس کا ایمان قائم رہنے دیا۔

نیز شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

| | |
| --- | --- |
| مے فرمودند اعداد اہل پھلت جمع | فرمایا قصبہ پھلت کے معتقدین کے دشمنوں |

---

[۱] شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۵۷-۵۸

شدند و بر روساء آں نواحی ظاہر
نمودند کہ اراضی ایں جماعت زیادہ
از آنست کہ در فرمان حکم شدہ رؤسا
مردم را بجہت پیمائش تعین کردند
اہل پھلت را اضطراب شد و
بمن التجا نمودند و گفتند چوں پیمائش
کنندہ عدو باشد ہیچ تدابیر از
پیش نرود ایشاں را تسلی دادم در
روز پیمود بایشاں حاضر شدم
واندکے متوجہ گشتم آنگاہ گفتم
بہ پیمائید ہر مزرعہ کہ پیمودند کم
برآمد اہل پھلت باز الحاح کردند
کہ اگر ہمہ مزرعہ کم آید پیمایکند متہم
شود و مناقشہ منقطع نہ گردد باید کہ
بعضے کم باشند و بعضے برابر و بعضے زائد
تا ہمہ بہ ہیئت اجتماعیہ مساوی
گردد۔ دیگر بار توجہ کردم و
ہر چند پیمائندہ و انواع حیلہا
انگیخت فائدہ نہ کرد بر حسب
دلخواہ ایشاں صورت گرفت
لہ

نے وہاں کے رئیسوں کو برانگیختہ کیا کہ اس
جماعت (فقراء شاہ عبدالرحیم) کے قبضہ میں
فرمان شاہی سے کچھ زیادہ زمین آئی ہوئی
ہے۔ چنانچہ رئیسوں نے کچھ لوگوں کو
پیمائش کے لیے مقرر کر دیا اس بات سے
پھلت والوں کو سخت پریشانی ہوئی اور
مجھ سے التجا کی کہ جب ناپ کرنے والا
ہی دشمن ہو تو ہماری تدبیر کیسے چل سکے
گی میں نے انہیں تسلی دی اور پیمائش
کے دن خود پہنچا کچھ توجہ ڈالی اور ان سے
کہا کہ اب پیمائش کرو جس کھیت کی پیمائش
کرتے وہ اصل حساب سے بھی کم سمٹتا۔ پھلت
والے پھر رونے لگے۔ کہ اگر سبھی کھیت اصل
پیمائش سے کم نکلے تو دشمن پٹواری پر شک
کریں گے اور جھگڑے کی بنیاد ختم نہ ہو گی۔
چاہیئے کہ کچھ کھیت کم نکلیں کچھ برابر اور
کچھ زیادہ تاکہ سب کھیت مل کر اجتماعی شکل
میں برابر ہو جائیں۔ میں نے دوبارہ توجہ ڈالی
اگرچہ پٹواری نے مختلف حیلوں بہانوں سے
کام لینا چاہا مگر اسے کامیابی نہ ہوئی اور پھلت
والوں کے حسب منشاء کام ہو گیا۔

---

لہ شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۵۹

اس واقعہ سے جو امور ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے مریدین پر جب کوئی ناگہانی افتاد اور مصیبت پڑتی تو وہ شاہ صاحب کے پاس جاکر فریاد کرتے اور ان سے غیر عادی (مافوق الاسباب) ہیں استمداد اور استعانت کرتے۔

۲۔ شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت اور قدرت عطا کی تھی کہ وہ توجہ کرتے تو غیر عادی طور پہ یہ زمین سکڑ جاتی یا پھیل جاتی اور اس طرح مریدین کے حسب منشا شاہ صاحب نے مافوق الاسباب طریق پہ ان کی حاجت روائی کی۔

نیز شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مے فرمودند کہ اسد علی را بابعض شرکاد خویش منازعت افتاد جمع شدند و خواستند کہ او را ہلاک کنند۔ بمن آمد والحاح عظیم کرد بحال وے متوجہ شدم گفتم برو ثابت باش از ہیچ کس مترس شرکاد بچند ہزار کسے بر سر او آمدند و وے بجز بست کس رفیق نداشت آخر ما صورت مرا دید کہ ثبات امر مے کند بندوقے سر داد و بہ اسپ عدو رسید در دم بافتاد مرعوب و مخذول بگریختند۔[۱]

فرمایا کہ اسد علی کا اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ان سب نے مل کر اسے ہلاک کرنے کی ٹھان لی، یہ میرے پاس آکر بہت گڑگڑایا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جاؤ مضبوط رہو اور کسی سے مت ڈرو۔ چنانچہ اس کے دشمن ہزار مددگاروں کے ساتھ اس پر چڑھ دوڑے حالانکہ اس کے ساتھ صرف بیس ساتھی تھے بالآخر لڑائی کے دوران میری شکل دیکھی کہ ثابت قدمی کا حکم کر رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے بندوق داغ دی جو دشمن کے گھوڑے کو جالگی۔ وہیں ڈھیر ہو گیا اور دشمن مرعوب ہو کر بھاگ گئے۔

---

[۱] شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۶۰۔

اس واقعہ میں امور غیر عادیہ میں شاہ صاحب سے استمداد اور ان کی امداد کا واضح طور پر ذکر ہے۔

## حضرت شیخ محمدؒ سے استمداد:

شاہ ولی اللہ اپنے والد کے جد امجد حضرت شیخ محمد رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یکباری سید برہان بخاری را قولنج عارض شد اضطراب بے حد کردہ بحضرت ایشاں التجا آورد بخانہ او رفتند و بر بالین او نشستند و مرض او را بر گرفتند، شفا کلی یافت اما گاہ گاہے آں عارضہ بحضرت ایشاں عارض می شود۔[۱]

ایک بار سید برہان بخاری قولنج کے درد میں مبتلا ہو گئے اور شدید بے چینی محسوس کرنے لگے آپ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ کر اس کے مرض کو اس طرح سلب کر لیا کہ اسے فوراً شفا کاملہ ہو گئی۔ البتہ کبھی کبھی قولنج کا یہ عارضہ حضرت شیخ کو ہو جاتا تھا۔

اس واقعہ میں حضرت شیخ محمد سے بیماری میں استمداد اور ان کا ما فوق الاسباب طریقہ سے استمداد کرنا بالکل واضح ہے۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

سید محمد وارث ذکر کرد کہ مرا سفرے پیش آمد بجناب ایشاں رجوع کردم بشارت عافیت دادند، اتفاقاً دراں سفر

سید محمد وارث کا بیان ہے کہ مجھے ایک سفر کا اتفاق ہوا۔ میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے توجہ کی درخواست کی آپ نے خیر و عافیت کی خوشخبری دی

---

[۱] شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ     انفاس العارفین ص ۱۷۷

شبے قطاع الطریق ہجوم کردند و خوف ہلاک مستولی شد بجناب ایشاں متوجہ شدم دراں حالت مرا رعشہ گرفت ایشاں را در منام دیدم کہ میفرمانید فلانے ترا کہ منع کردہ است برخیز و برو دو عدد لدو کہ قسمی است از حلاوۃ مرا عنائیت فرمودند آں را در ہیچ فطر نگاہ داشتم چوں بیدار شوم آں دو عدد را بعینہ یافتم برخاستم و سوار شدم و راہ خود گرفتم ہمہ قطاع طریق از من غافل ماندند و ہیچکس متعرض نشد و آں لدو مدتہا بامن ماند چوں ایشاں ازیں عالم انتقال کردند آں را بخوردم عجوزہ را از مخلصات ایشاں بعد وفات ایشاں تپ لرزہ در گرفت و بغایت نزار گشت شبے بہ نوشیدن آب و پوشیدن لحاف

اتفاقاً سفر میں ایک رات ڈاکوؤں نے حملہ کردیا اور مجھے اپنی موت کا خوف محسوس ہوا۔ اس حالت میں حضرت شیخ کی جانب میں متوجہ ہوا۔ فوراً مجھ پر رعشہ طاری ہوگیا اور خواب میں حضرت شیخ کی جانب میں متوجہ ہوا فوراً مجھ پر رعشہ طاری ہوگیا اور خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں فلانے تمہیں کس نے روکا ہے اٹھو اور روانہ ہوجاؤ اس کے بعد آپ نے مجھے دو لڈو عنایت فرمائے جو میں نے جیب میں رکھ لیے جب اس غنودگی سے بیدار ہوا کہ میں نے دیکھا کہ وہ دونوں لڈو بدستور میری جیب میں موجود ہیں چنانچہ میں اٹھا اور سوار ہوکر اپنی منزل کو چل دیا تمام ڈاکو مجھ سے غافل رہے اور ان میں سے کوئی شخص بھی مجھ سے تعرض نہ کرسکا وہ لڈو ایک عرصہ تک (بطور تبرک) میرے پاس موجود رہے۔ مگر جب حضرت شیخ اس دارفانی سے کوچ فرماگئے تو میں نے کھا لیے۔ حضرت شیخ کے انتقال کے بعد آپ کے متوسلین میں سے ایک عورت تپ لرزہ میں مبتلا ہوگئی اور انتہائی کمزور

| | |
|---|---|
| محتاج شد و طاقت آں نداشت و کسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند و آب دادند و لحاف پوشانیدند آنگاہ غائب شدند[1] | پڑ گئی رات کے وقت اسے پانی اور لحاف اوپر لینے کی ضرورت محسوس ہوئی خود اسے اٹھنے کی طاقت نہیں تھی اور پاس کوئی تھا نہیں چنانچہ حضرت شیخ متمثل ہو کر تشریف لائے آپ نے اسے پانی پلایا لحاف اوڑھایا اور پھر غائب ہو گئے۔ |

ان دونوں واقعات میں شاہ ولی اللہ نے غائبانہ طور پر اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد بیان کی ہے اور اس سے پہلے انفاس العارفین میں جس قدر واقعات بیان کیے گئے ہیں ان سب میں یہی کچھ بیان کیا گیا ہے اور یہی ولی اللہی مسلک ہے۔ لہٰذا اس کے برخلاف شاہ صاحب سے جو کچھ منقول ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ کسی شخص کو ذاتی قدرت و اختیار کا مالک سمجھ کر اس سے استمداد کی جائے اس لیے مخالفین نے اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے جس قدر حوالے پیش کیے ہیں وہ انہیں مفید نہیں ہیں۔

## شاہ عبدالعزیز اور استمداد:

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو بھی مخالفین بہت مانتے ہیں بلکہ ان کو اپنا روحانی باپ تسلیم کرتے ہیں۔

بعض مخالفین لکھتے ہیں:

بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں اور اس پہ فخر بھی کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔" آگے چل کر لکھتے

---

[1] شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ     انفاس العارفین ۱۷۸

ہیں" بلاشک دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے [1]

فوت شدہ بزرگوں کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا مسلک اپنے والد شاہ ولی اللہ کی طرح ہے اور وہ فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کو جائز سمجھتے ہیں چنانچہ بستان المحدثین میں شیخ سیدی زروق فاسی کے احوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

حاشیہ شیخ سیدی زروق فاسی علی البخاری

وے ابوالعباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسٰی برنسی فاسی ست معروف بہ زروق روز پنجشنبہ وقت طلوع آفتاب بست وہشتم محرم سال ہشت صد وچہل وشش تولد اوست و مادر و پدرش قبل از سال ہفتم قضا کردند از علماء کبار دیار مغرب مثل فوری ومحاجی واستاد ابوعبداللہ صغیر وامام صعابی وابراہیم تازی وسیوسی وسخاوی مصری ورصائع دومی و دیگر بزرگان آنجا اخذ علوم کردہ شیخ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ علیہ در حق او لبشارت دادہ کہ او از ابدال سبعہ است و با وصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ

یہ (شہاب الدین) ابوالعباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسٰی برنسی فاسی ہیں جو زروق کے نام سے مشہور ہیں۔ بروز پنجشنبہ بوقت طلوع آفتاب ۲۸، محرم ۸۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی سات برس کے نہ ہوئے تھے کہ ان کے ماں باپ نے انتقال کیا۔ دیار مغرب کے بڑے بڑے علماء مثلاً فوری، محاجی، استاد ابوعبداللہ صغیر امام صعابی، ابراہیم تازی، سیوسی، سخاوی، مصری، رصائع دومی اور اس مقام کے دیگر بزرگوں سے علوم حاصل کیے ان کے شیخ سیدی زیتون رحمہ اللہ نے ان کے حق میں لبشارت دی تھی کہ وہ ابدال سبعہ میں سے ہیں۔ حال باطنی میں یہ بلند مرتبہ رکھتے ہوئے علوم

---

[1] محمد سرفراز صفدر اتمام البرہان ص ۱۴۸

نیز نافع شده مفید و کثیر افتاده از
الجملہ است این حاشیہ کہ نہایت برجستہ
واقع شده و شرح رسالہ ابن زید
در فقہ مالکی و شرح ارشاد ابن
عسکر در شرح چند باب متفرق از
مختصر خلیل کہ در فقہ مالکی مشہور
ترین کتب ست و شرح قرطبیہ و
شرح راغبیہ و شرح عافیہ و
شرح عقیدہ قدسیہ و بست و چند
شرح بہ حکم شیخ تاج بن عطاء
اللہ اسکندرانی و شرح حزب
البحر و شرح مشکوۃ الحزب الکبیر و شرح
حقائق المقری و شرح اسماء حسنیٰ و
شرح مراصد کہ از تصانیف شیخ ابو العباس
احمد بن عقبۃ الحضری و نصیحۃ کافیہ و مختصر
آن و اعانۃ المتوجہ المسکین علی طریق
والقیم والتمکین و قواعد التصوف کہ در
غایت خوبی و حسن واقع شدہ و حوادث
الوقت کہ کتاب ست نہایت
نفیس در صد فصل برائے رد بدعات
فقرا وقت خود تصنیف نمودہ و
رسالہ مختصرہ در علم حدیث و
مراسلات بسیاری کہ برای یاران خود

ظاہرہ میں بھی ان کی تصانیف نفع بخش اور
بہت مفید واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک
یہ حاشیہ ہے جو نہایت برجستہ واقع ہوا
ہے۔ شرح رسالہ ابن ابی زید بھی ہے۔
جو فقہ مالکی میں ہے۔ کتاب ارشاد ابن
عسکر جو فقہ مالکی کی مشہور کتاب
مختصر شیخ خلیل کے چند ابواب کی
شرح ہے۔ اس کی شرح لکھی۔ شرح قرطبیہ
شرح راغبیہ، شرح عافیہ، شرح عقیدہ
قدسیہ، بست و چند شرح بر حکم شیخ تاج
بن عطاء اللہ اسکندرانی، شرح حزب
البحر، شرح مشکوۃ الحزب الکبیر۔ شرح
حقائق المقری۔ شرح اسماء حسنیٰ، شرح
مراصد جو ان کے شیخ ابو العباس احمد
بن عقبۃ الحضری کی تصنیف ہے نصیحت
کافیہ اور اس کا مختصر اعانۃ المتوجہ علی
المسکین علی الطریق القیم والتمکین، قواعد
التصرف جو حسن و خوبی میں اعلیٰ درجہ
کی کتاب ہے۔ حوادث الوقت جو
نہایت نفیس کتاب ہے اور سو فصلوں
میں اس زمانہ کے فقیروں کی بدعات کے
رد میں تالیف کی ہے علم حدیث میں
بھی ایک مختصر رسالہ لکھا ہے۔ نیز اپنے

در آداب و حکم و مواعظ و لطائف سلوک نوشته بالجمله مرد جلیل القدر لیست که مرتبۂ کمالِ او فوق الذکر ست و او آخر محققان صوفیه است که بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بوده اند و لشگردی او اجله علماء متفخر و مباہی بوده اند مثل شہاب الدین قسطلانی که سابق حال او مذکور شد و شمس الدین لقانی و خطاب الکبیر و طاہر بن زبان روادی۔

احباب کے لیے بہت سے ایسے مراسلات تحریر فرمائے جن میں ان کو آداب و حکم مواعظ و لطائفِ سلوک لکھتے تھے۔ الغرض وہ جلیل القدر شخص تھے ان کے مرتبۂ کمال کو ظاہر کرنا تحریر و بیان سے باہر ہے۔ وہ متاخرین صوفیہ کرام کے ان محققین میں سے ہیں، جنھوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے گزر چکا ہے شمس الدین لقانی، خطاب الکبیر طاہر بن زبان روادی اور ان جیسے بڑے بڑے علماء نے ان کی شاگردی پر فخر و ناز کیا ہے۔

و او را قصیدہ است بر طور قصیدہ جیلانیہ که بعض ابیات او اینست۔

أنا لمریدی جامع لشاته
میں اپنے مرید کو تسلی دینے والا ہوں
و ان کنت فی ضیق و کرب و وحشة
اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو

وفات او در بلاد طرابلس المغرب در ماه صفر سال ہشت صد و نود و نہ اتفاق افتاد رحمۃ اللہ علیہ۔

قصیدہ جیلانیہ کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے، جس کے بعض ابیات یہ ہیں ؎

اذا ما سطا جور الزمان بنکبته
جب زمانہ نکبت و ادبار سے اس پر حملہ آور ہو
فناد بیا زروق ات بسرعه
یا زروق کہہ کر پکارو میں فوراً آموجود ہوں گا

ماہ صفر ۸۹۹ھ میں بلاد طرابلس میں ان کا انتقال ہوا رحمۃ اللہ علیہ۔

---

۱؎ شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ بستان المحدثین ۳۲۰، ۳۲۲

شاہ عبدالعزیز نے حضرت زروق کے تذکرہ میں ان کے اشعار ذکر کر کے یہ واضح کر دیا کہ ان کے نزدیک امور غیر عادیہ میں فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کرنا اور مشکلات اور مصیبتوں میں غائبانہ امداد کے لیے انہیں پکارنا جائز ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات قدسیہ کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ قضاء الٰہی کے مطابق فریاد کرنے والوں کی مصیبتوں کو دور کر دیتے ہیں۔ اس لیے اگر شاہ عبدالعزیز نے کہیں اس کے خلاف لکھا ہے تو وہ صرف اس صورت پر محمول ہے۔ جب کہ کسی شخص کو مستقل اور ذاتی قوت و اختیار کا مالک سمجھ کر اس سے مدد طلب کی جائے۔ جیسا کہ تھانوی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ بنا بریں جو مخالفین اس بحث میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے حوالے پیش کرتے ہیں وہ ان کو قطعاً سودمند نہیں ہیں۔

## حاجی امداد اللہ اور استمداد:

اشرف علی صاحب تھانوی نے حاجی امداد اللہ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ حاجی امداد اللہ تمام علماء دیوبند کے مرکزی پیر کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کے ملفوظات دیوبند کے تمام مکتبہ فکر پر حجت ہیں۔ خصوصاً جب کہ انہیں تھانوی صاحب کی تائید بھی حاصل ہے۔

سنیئے حاجی صاحب کیا کہتے ہیں!

(ملفوظ نمبر ۳۰۰) فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیا اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔

تھانوی صاحب اس ملفوظ پہ حاشیہ لکھتے ہیں۔

(حاشیہ) قولہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اقول اہل کشف کو اتنے عدد میں اولیاء کا اکثر اوقات حاضر حرم رہنا معلوم ہوا ہے اور غالباً یہ شکل باطنی تھی[1]

اصل بات تھانوی صاحب نے یہاں نہیں لکھی اور وہ ہے اپنی مشکل میں حاجی امداد اللہ کا اولیاء اللہ سے مافوق الاسباب طریق پر استمداد کرنا اور غائبانہ ندا کرنا اور ان کے پکارنے سے اولیاء اللہ کی مشکل کا حل ہو جانا۔

ملفوظ نمبر ۲۹۰-

(راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں غذا روح کا وہ سبق جو حضرت شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے سنا رہا تھا جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر پائیں قبر سے ملا کرتا ہے[2]

حاجی امداد اللہ صاحب نے شاہ نور محمد کا جو یہ واقعہ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشکل اور مصیبت کے وقت بزرگوں کے مزار پہ جا کر ان سے اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے فریاد کرنا حاجی صاحب اور تھانوی صاحب دونوں کے نزدیک جائز ہے۔

اولیاء اللہ قبر میں موجود ہونے کے باوجود بھی تصرف کرتے ہیں اور فریادیوں کی امداد کرتے ہیں اور یہ جو کچھ مذکور ہے امور غیر عادیہ سے ہے جس کو ہم مافوق

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ امداد المشتاق ص ۱۲۱

[2] " " " " ص ۱۱۷

الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں یعنی یہ امداد عام اسباب سے علیحدہ طریق پر ہوئی۔

ملفوظ نمبر ۳۱۲-

فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے "ملتجی" ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا[1]

تھانوی صاحب نے اس واقعہ کو کرامات امدادیہ میں زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جس کو ہم نے بھی توضیح البیان میں نقل کیا ہے اور تفصیل سے اس پر گفتگو بھی کی ہے۔

حاجی صاحب نے اس واقعہ میں خود بیان کیا ہے کہ ان کے ایک مرید نے جہاز کو جب تباہ ہوتے دیکھا تو حاجی صاحب سے استمداد کی اور حاجی صاحب نے مافوق الاسباب طریق سے اس کی امداد کی۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہو گیا کہ مشکلات اور مصیبتوں میں بزرگوں سے مافوق الاسباب طریقہ سے استمداد کرنا اسی وقت شرک قرار پائے گا جب کہ جس سے مدد طلب کی جائے اس کو مستقل اعتقاد کیا جائے اور یہی شرک کا مدار ہے۔

اسماعیل دہلوی کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی متوفی ۱۲۴۶ھ کے بھانجے اور خلیفہ مجاز سید محمد علی سفر حج کے دوران کا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار ترمعلیٰ جناب میمونہ علیہا و علیٰ بعلہا الصلوٰۃ والسلام من اللہ الملک العلام رسیدیم از | اثناء سفر میں آدھی رات کے وقت ہم لوگ وادی سرف پر پہنچے جہاں ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار پر انوار ہے اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک |

---

[1] اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ    امداد المشتاق ص ۱۲۴۔

اتفاقات عجیبہ آنکہ آں روز ہیچ
طعام نخوردہ بودم چوں از خواب
آں وقت بیدار شوم از غایت گرسنگی
طاقتم طاق و بدر رویم در محاق بود
بطلب نان پیش ہر کس دویدیم و
بمطلب نہ رسیدم بناچارہ برائے زیارت
در حجرہ مقدسہ رفتم و پیش تربت شریفہ
گدایانہ ندا کردہ گفتم اے جدۃ امجدہ
من مہمان شما ہستم چیزے خوردنی
عنائت فرما و ادرا محروم از الطاف
کریمانہ خود نما نگاہ سلام
کردم و فاتحہ و اخلاص خواندہ
ثوابش بروح پر فتوحش فرستادم
انگاہ نشستہ بر قبرش بادہ بودم
از رازق مطلق و دانائے برحق
دو خوشہ انگور تازہ بر دستم
افتادہ طرفہ تر آنکہ آں ایام سرما
بود و ہیچ جا انگور تازہ میسر
نمود بحیرت افتادم دیکے از آں
ہر دو خوشہ ہموں جا نشستہ تناول نمودہ
از حجرہ بیروں شدم و یک یک
دانہ بر یک تقسیم کردم و گفتم یہ

سے بالکل بے دم ہو چکا تھا اور میرے چہرے کا
چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے حصول
کے لیے ہر کسی کے پاس دوڑا مگر کہیں سے
مطلوب حاصل نہ ہوا۔ مجبور ہو کر ام المومنین
کے روضہ مقدسہ پر حاضری دی اور
آپ کی قبر انور سے رزق کی بھیک
مانگی اور کہا اے میری دادی جان
میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے
لیے کوئی چیز عنائت فرمایئے اور
مجھ کو اپنے لطف و کرم سے محروم
نہ فرمایئے پھر میں نے سلام عرض
کیا سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص
پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح
مبارک کو پہنچایا۔ میں نے آپ
کی قبر انور پر اپنا سر رکھا ہوا تھا۔
ناگاہ اللہ تعالیٰ نے تازہ انگوروں
کے دو خوشے میرے ہاتھوں میں
ڈال دیئے۔ عجب تماشہ یہ تھا کہ
ان دنوں موسم سرما تھا اور کسی جگہ
اس وقت تازہ انگور دستیاب نہ
تھے انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں
میں سے کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ
مقدسہ سے باہر جا کر تقسیم کیے اور پھر

یافت مریم گرہنگام شتا میوہ ہائے
جنت از فضل خدا ایں کرامت در
حیاتش بود و بس بعد فوتش نقل
ننمود است کس۔
بعد فوت زوج ختم المرسلین
رفتہ چندیں قرنہاری دور بین
بنگر از وے ایں کرامت یافتم
وایہ صد گونہ نعمت یافتم![1]

۔ یہ اشعار پڑھے۔
اگر حضرت مریم نے موسم سرما میں جنت کا میوہ
فضل خدا سے پایا ان کی کرامت فقط ان
کی زندگی میں تھی ان کے وصال کے بعد
کسی سے یہ کرامت منقول نہیں حضور کی زوجہ
کے وصال کو کتنی صدیاں گزر چکی ہیں۔دیکھو
اس کے باوجود میں نے ان سے اس کرامت
کو پا لیا اور مایہ صد افتخار نعمت کو
حاصل کیا۔

اس طویل اقتباس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قضائے حاجت کے لیے قبر پر جانا صاحب قبر سے رو رو کر مطالب برآری کے لیے درخواست کرنا جائز ہے اور تمام اہل دیوبند کے مسلم مقتدا سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز محمد علی کو جب دنیا میں کہیں سے کھانے کو کچھ نہ ملا تو سیدتنا ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے ملا اور یہ کہ سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز نے قبر پر آ کر فاتحہ بھی پڑھی ندا بھی کی، سلام بھی پڑھا اور بطور مافوق الاسباب امور استمداد بھی کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبد العزیز، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، اشرف علی تھانوی اور محمد علی (سید احمد کے بھانجے) کی صاف اور غیر مبہم عبارات سے ہم نے اولیاء اللہ سے استمداد تفصیل سے بیان کر دی ہے اور یہ تمام حضرات مکتبہ فکر دیوبند پر حجت ہیں۔اب مخالفین کو سوچنا چاہیئے کہ وہ اولیاء اللہ سے استمداد کو کفر اور شرک قرار دے کر اپنے ہی بزرگوں کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں۔بہتر ہے اس غلط طریقہ کو چھوڑ دیں اور اپنے غلط اور گمراہ کن عقیدہ سے رجوع کریں تمام امت مسلمہ کو کافر اور مشرک بنانے سے گریز کریں۔ واللہ یھدی الی الصواب۔

(غلام رسول سعیدی)

---

[1] محمد علی مخزن احمدی ص ۹۹

# علامہ الحاج ابو الحامد محمد ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی کی محققانہ تصانیف

## الانوار المحمدیہ فی السیرۃ المصطفویہ (حصہ اول)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت، اول الخلق کا بیان، انبیائے کرام علیہم السلام کا آپکی آمد آمد کا تذکرہ کرنا، کتب سابقہ میں نبی پاک کی بشارات اور غیر مسلموں کی کتب سے رفعت مصطفیٰ کا بیان ہے، سیرت پر دورِ حاضرہ کی محققانہ کتاب ہے، چار سو کتب کے حوالہ جات درج ہیں۔ -/۴۲ روپے

## سیرت خلفاء راشدین علیہم الرضوان

قرآن و حدیث، مستند مفسرین اور محدثین کی کتب کے حوالہ جات سے سیرت درج کی گئی ہے، نیز کتب شیعہ سے بھی خلفاء راشدین کی عظمت اور انکا کردار بیان کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ آئمہ اہلبیت کے دلوں میں ان حضرات کا کتنا وقار تھا، ہدیہ -/۳۰ روپے

## سیرت غوث الثقلین

غوث پاک رضی اللہ عنہ کی سیرت پر دورِ حاضرہ کی بے نظیر اور لاجواب کتاب ہے ایک سو گیارہ مستند کتب کے حوالہ جات درج ہیں۔ ہدیہ -/۱۸ روپے

## مدلل تقریریں (حصہ اول)

علامہ قادری صاحب کی ولولہ انگیز، باحوالہ، سوز تقاریر کا بے نظیر مجموعہ ہے حوالہ جات سے بھرپور مدلل تقاریر ہیں جو کہ عوام و خواص کیلئے یکساں مفید ہیں۔ ہدیہ -/۲۴ روپے

## محفل میلاد مصطفیٰ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف اور محفل میلاد شریف کی برکات اور اس کے ثبوت پر مدلل کتاب ہے۔ ہدیہ -/۱۰ روپے

## وہابی مذہب (حصہ اول)

اس کتاب میں وہابیوں کی مکمل تاریخ، ہندوؤں اور انگریزوں سے تعلقات انکی علمی قابلیت کردار اور عقائد باطلہ درج کئے ہیں۔ ۵۰ کتب کے حوالہ جات سے یوں سمجھئے وہابیوں اور غیر مقلدین کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ -/۲۴ روپے

## وہابی مذہب (حصہ دوم)

اس کتاب میں وہابیوں کی خود ساختہ تفاسیر اور ان کے فقہی عقائد درج کئے ہیں جنکو پڑھ کر ہر مسلمان کے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ -/۱۵ روپے

## عقائد وہابیہ

دیوبندی، مودودی، تبلیغی اور غیر مقلد وہابیوں کے عقائد انکی کتب سے درج کرکے قرآن و حدیث سے ان کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان کے عقائد باطلہ ہیں۔ -/۱۵ روپے

## گیارہویں شریف کا ثبوت

تعصب کو بالائے طاق رکھ کر اس کتاب کا مطالعہ کرنیوالا شخص کبھی بھی گیارہویں شریف کو حرام یا ناجائز نہیں کہے گا۔ مستند اکابر سے ثبوت درج ہے۔ ہدیہ -/۱۰ روپے

## ہاتھ اور پاؤں چومنے کا ثبوت

احادیث شریفہ، مفسرین، محدثین اور محققین کی مستند کتب سے خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور اولیاء عظام سے اسکا ثبوت درج کیا ہے ۲۵۰ کتب کے حوالہ جات درج ہیں -/۵۰ روپے

## فرقہ ناجیہ

۸۰ مستند کتب کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ اہلسنت وجماعت ہی وہ گروہ ہے جو جنتی ہے۔ نیز اہلسنت وجماعت کے عقائد کا قرآن و سنت سے ثبوت درج ہے۔ ہدیہ -/۱۰ روپے

## اہلسنت وجماعت کون ہیں؟

قرآن و حدیث اور مسلمہ اکابر کی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا ہے کہ دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی جماعت کے حضرات اہلسنت وجماعت نہیں ہیں -/۱۵ روپے

## نعمت کبریٰ

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے جسمیں خلفاء راشدین اور اولیاء امت سے محفل میلاد شریف کا ثبوت درج ہے عربی اور اردو، ہدیہ -/۱۲ روپے

## وہابیت اور مرزائیت

اس کتاب میں وہابیوں کے مرزائیوں کے ساتھ تعلقات درج ہیں اور وہابی اکابر کے اسلام کیخلاف فتوے کہ مرزائیوں سے نکاح اور انکے پیچھے نماز جائز ہے درج کئے ہیں -/۴ روپے

**ملنے کا پتہ: قادری کتب خانہ، جامع مسجد تحصیل بازار، سیالکوٹ**